اِسلام میں
عفت و عصمت کا مقام

تالیف
مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں

عفت وعصمت کا مقام

تالیف:

مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب

شیخ الحدیث و مهتمم

جامعه عربیه امدادیه مرادآباد

وخلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت مولانا

شاه حکیم محمد **اختر** صاحب مدظلهم

Mob`ile: **09412866177**

ناشر:

جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

244001 یوپی

تفصیلات

نام کتاب : اسلام میں عفت وعصمت کا مقام

تالیف : مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

طبع اول : ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء

طبع دوم : ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ/۲۰۱۰ء

طبع سوم : صفر المظفر ۱۴۳۲ھ/جنوری ۲۰۱۱ء

طبع چہارم : جنوری ۲۰۱۲ء

طبع پنجم : مارچ ۲۰۱۴ء

طبع ششم : دسمبر ۲۰۱۵ء

صفحات : ۴۳۲

ناشر : مرکز الامام ولی اللہ الدہلوی للدعوۃ والارشاد
جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد 244001 یوپی انڈیا

ملنے کے پتے:

جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد یوپی

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

مکتبہ الفرقان لکھنؤ

اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی

مرکز دعوت وارشاد دارالعلوم الاسلامیہ بستی یوپی

مولانا عبدالسلام خان قاسمی 179 کتاب مارکیٹ، وزیر بلڈنگ، بھنڈی بازار ممبئی

اسلام میں
عفت وعصمت کا مقام

کلام قرآنی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ، ذٰلِکَ
اَزْکیٰ لَھُمْ، اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ○ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ
یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ ○

(النور: ۳۰-۳۱)

آپ اہلِ ایمان مردوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، اللہ ان کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہیں۔ آپ مؤمن عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

فرمانِ رسالت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

إِنَّ الإِيْمَانَ سِرْبَالٌ، يُسَرْبِلُهُ اللّٰهُ مَنْ يَشَاءُ، فَإِذَا زَنىٰ الْعَبْدُ نُزِعَ مِنْهُ سِرْبَالُ الْإِيْمَانِ، فَإِنْ تَابَ رُدَّ عَلَيْهِ، وَالْمُقِيْمُ عَلَى الزِّنَا كَعَابِدِ وَثَنٍ.

(الترغيب والترهيب للمنذری ۲۷۳/۳)

ترجمہ: بلاشبہ ایمان ایک لباس ہے، اللہ جسے چاہتا ہے یہ لباس پہناتا ہے، جب بندہ زنا کرتا ہے تو اللہ اس کا لباس ایمانی اتار لیتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے تو یہ لباس لوٹا دیا جاتا ہے، زنا کی لت رکھنے والا انسان بت پرست کی طرح مجرم ہے۔

تلخ حقیقت

نہ عشق با ادب رہا، نہ حسن میں حیا رہی
ہوس کی دھوم دھام ہے، نگر نگر، گلی گلی

●

کمالِ علم و ہنر نے عامرؔ بنادیا رات کو سویرا
گناہ اتنا حسین کب تھا، کمالِ علم و ہنر سے پہلے

●

عصر حاضر کے ہوس ناک تقاضوں کی نہ پوچھ
اہل دل شیفتۂ دام و درم دیکھے ہیں

(مولانا عامر عثمانی مرحوم)

انتساب

مخدومی و مرشدی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ

حکیم **محمد اختر** صاحب مدظلہ العالی کے نام:

جن کے مواعظ، مجالس، بیانات

وارشادات نے اس اہم موضوع کو اختیار کرنے کا جذبہ بخشا۔

اَللّٰھُمَّ مَتِّعْہُ بِالصِّحَّۃِ وَالْعَافِیَۃِ، آمین۔

●

فہرست عنوانات

باب دوم: فحاشی اور زنا ---------- ۱۲۱-۱۷۹

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

طبع سوم:

پیش گفتار

حمداً للہ وصلاۃً وسلاماً، وبعد۔

اِس حقیر سراپا تقصیر کی طرف سے بارگاہِ رب العزت میں حمد وتوصیف اور شکر وسپاس کے جتنے نذرانے پیش کئے جائیں کم ہیں، واقعہ یہ ہے کہ شکر وسپاس کے اظہار کے لئے جتنے الفاظ، تعبیرات اور طریقے ممکن ہوسکتے ہیں سب استعمال کرلئے جائیں تب بھی اس ذاتِ عالی کے شکر کا ادنیٰ سا حق بھی ادا نہیں ہوسکتا۔

یہ ناقص اور نامکمل کوشش ''اسلام میں عفت وعصمت کا مقام'' اللہ کی رحمت اور نوازش سے عام، خاص اور اخص الخاص ہر حلقے اور طبقے میں قبول کی گئی، اُسے دادِ تحسین سے نوازا گیا، اور ناچیز مصنف کی حوصلہ افزائی بلند اور وقیع الفاظ میں کی گئی، **فالشکر کلہ للہ الاحد۔**

کتاب کے دوسرے ایڈیشن مطبوعہ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ کے مختصر ترین عرصے کے فوراً بعد متعدد احباب اور مخلصین کے شدید تقاضے پر اب تیسرا ایڈیشن منظر عام پر آرہا ہے، راقم نے اپنے مجوزہ خاکے کے مطابق جزوی حذف واضافہ کا عمل اس ایڈیشن میں پورا کیا ہے۔

بابِ اول میں ''نگاہ کی حفاظت اور ہماری ذمہ داری'' کے عنوان سے ایک مضمون کا اضافہ کیا گیا ہے، اسی طرح ایک مستقل باب ''خواتین کی ذمہ داریاں'' بڑھایا گیا ہے، جس کا مرکزی عنوان یہ ہے: ''حسن وجمال رحمت ہے، اُسے زحمت نہ بنایئے'' اس کے علاوہ کچھ غیر ضروری مندرجات کو حذف بھی کیا گیا ہے، راقم نے مستقل خوب سے خوب تر کی جستجو کو مطمحِ نظر بنا رکھا ہے، اس کوشش میں کتنی کامیابی ملی ہے، اس کا اندازہ قارئین ہی فرما سکتے ہیں۔

اس موقع پر راقم اپنے مخلص احباب کا بصمیم قلب شکر ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جن کی توجہ،

معاونت اور مشوروں نے اس عظیم کام کی تکمیل اور اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے، بطور خاص اپنے رفیق محترم جناب مولانا مظاہر حسین صاحب زید کرمہ استاذ جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں جنھوں نے اپنے بیش قیمت اوقات کا بڑا حصہ اس کام میں صرف کیا اور انتہائی مخلصانہ مشوروں سے نوازا، اللہ اُن کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

ان کے علاوہ میں اپنے احباب ورفقاء میں سے محترم جناب مولانا محمد سالم صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم الاسلامیہ بستی، مکرم جناب مولانا تصور حسین قاسمی صاحب استاذ جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد، اور مخلص جناب مولانا محمد اسجد قاسمی مظفر نگری کا شکر گذار ہوں کہ اول الذکر دونوں حضرات نے مفید مشوروں سے نوازا، اور کتاب کی اشاعت کے لئے فکر مند رہے، جب کہ آخر الذکر نے کمپوزنگ اور تزئین کے دشوار مرحلے کو اپنی متواتر کوششوں سے مکمل کیا۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے انتہائی محترم جناب مولانا عزیز اللہ خاں صاحب زیدت مکارمہم صدر تحفظ ملت فورم ممبئ کی خدمت میں ہدیۂ تشکر نہ پیش کروں، موصوف کی ذاتی دلچسپی اور خاص توجہ اِس طبع سوم کے پہلی فرصت میں منظر عام پر آنے کے لئے اصل محرک بنی اور مہمیز کا کام کرتی رہی۔

محترمی جناب فراست صاحب زید مجدہم مالک اسلامک بک فاؤنڈیشن دہلی بے پناہ شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہیں کی دل چسپی اور ذوق کے نتیجے میں یہ دیدہ زیب کتاب طبع ہوکر سامنے آرہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب مخلصین کو اپنے خزانۂ بے کراں سے بے انتہا اجر عطا فرمائے اور اس کتاب کو حسن قبول سے نوازدے، اور اسے ہم سب کے انقلاب کا باعث بنادے۔ ولیس ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز۔

محمد اسجد قاسمی ندوی
خادم الحدیث النبوی الشریف
جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد (یوپی)

۱۳؍صفر المظفر ۱۴۳۲ھ
۱۸؍جنوری ۲۰۱۱ء

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

مقدمہ طبعِ دوم

الحمد للّٰہ وحدہ، والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔

راقم آثم اپنے قلب وقالب؛ بلکہ پورے سراپا کے ساتھ اپنے تمام عجز وتقصیر کے اعتراف کے ساتھ جذباتِ شکروسپاس سے لبریز ہے کہ اُس کی اِس ناتمام اور طالب علمانہ کاوش ''اسلام میں عفت وعصمت کا مقام'' کو خدائے قادرورحیم نے محض اپنے فضل وکرم سے قبول عام سے نوازا، عوام خواص ہر طبقے میں اس کتاب نے اپنی جگہ بنائی، بنگاہِ تحسین دیکھی گئی اور پڑھی گئی، ملک وبیرونِ ملک کے مختلف مجلّات وجرائد میں اس کے مضامین، تراشے اور منتخبات شائع ہوئے، متعدد اہل قلم، اصحابِ علم مبصرین نے اس پر وقیع تبصرہ کرکے نمایاں تعارف کرایا۔ ہمارے بہت سے اکابر اہل علم نے انتہائی وقیع لفظوں میں اپنی وسیع القلبی کے ساتھ راقم کی حوصلہ افزائی کی اور کتاب کی افادیت کا ذکر فرمایا۔ **فللّٰہ الحمد والشکر۔**

مخدومی ومرشدی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم ناظم مجلس اشاعت الحق، گلشنِ اقبال کراچی پاکستان نے انتہائی ضعف وعلالت کے باوجود راقم کی گذارش پر اپنے قلم سے مکتوبِ خاص ارسال فرمایا، جو دوسرے ایڈیشن میں شامل کیا جارہا ہے، اور راقم کے لئے عظیم تحفہ اور سند کا مقام رکھتا ہے، خداوند قدوس حضرت اقدس دامت برکاتہم کو صحت عاجلہ کاملہ سے نوازے اور آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر بعافیت قائم رکھے، آمین۔

حضراتِ اکابر علماء میں بالخصوص مخدوم گرامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

صاحب دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، محدثِ کبیر حضرۃ الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند، مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر، خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند، حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب مدظلہ رئیس جامعہ اشاعت العلوم اکل کواں، حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب مدظلہ مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ محمودیہ نوگزہ پیر میرٹھ، حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مظاہری رئیس وشیخ الحدیث جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ گجرات، حضرت مولانا منیر احمد صاحب کالینہ ممبئی، حضرت مولانا احمد نصر صاحب بنارسی وغیرہم نے راقم کی تشجیع کی اور اس کاوش کی بلند الفاظ میں تحسین فرمائی۔

مشہور صاحب قلم مکرمی حضرت مولانا ندیم الواجدی صاحب زید مجدہم مدیر ماہنامہ ''ترجمانِ دیوبند'' نے اپنے گراں قدر تأثرات سے اور معروف وممتاز عالم دین محترمی حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری مدظلہ نے اپنے مکتوبِ گرامی اور وقیع تبصرے وتأثرات سے، اور محترمی جناب محمد عارف اقبال صاحب مدیر ''اردو بک ریویو'' دہلی نے اپنے بلند پایہ تبصرہ سے اس کتاب کو نوازا۔

کتاب کے پہلے ایڈیشن میں ہمارے تین اکابر (حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہ محدث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، حضرت مولانا مفتی محمد انعام اللہ صاحب مدظلہ صدر مفتی جامعہ عربیہ امدادیہ مراد آباد) کے تأثرات طبع ہو چکے ہیں، **فجزاھم اللّٰہ خیراً۔**

کتاب کے مندرجات میں کچھ اضافہ اور تبدیلی ہمارے منصوبے کا حصہ ہے؛ لیکن طباعت کی کچھ مجبوریوں کی وجہ سے اس ایڈیشن میں ایسا نہ کیا جاسکا، کتاب کا پہلا ایڈیشن

بہت مختصر عرصہ میں ختم ہوگیا تھا، اب دوسرا ایڈیشن طبع ہونے جارہا ہے، راقم اس مبارک موقع پر تشکر وامتنان کے ساتھ بارگاہِ رب العزت میں دعا گو ہے کہ اللہ عزوجل اسے پوری امت کے لئے نافع بنادیں اور راقم کے لئے یہ کاوش وسیلۂ نجات، باعثِ اصلاح اور ذریعۂ فلاح ثابت ہو۔ **وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز۔**

محمد اسجد قاسمی ندوی

خادم الحدیث النبوی الشریف

جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد (یوپی)

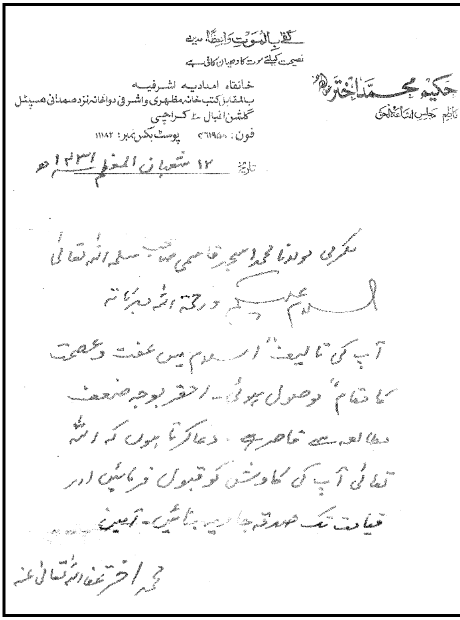
۱۲/شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

۲۳/اگست ۲۰۱۰

مکتوبِ گرامی:

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناظم مجلس اشاعت الحق گلشن اقبال کراچی، پاکستان



کفیٰ بالموت واعظاً
نصیحت کیلئے موت کا دھیان کافی ہے

حکیم محمد اختر عفا اللہ عنہ
ناظم مجلسِ اشاعۃ الحق

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
بالمقابل کتب خانہ مظہری واشرفی دواخانہ نزد صمدانی ہسپتال
گلشن اقبال ۲ کراچی
فون: ۴۶۱۹۵۸۰ پوسٹ بکس نمبر: ۱۱۱۸۲

تاریخ ۱۲ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

مکرمی مولانا محمد اسجد قاسمی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپ کی تالیف "اسلام میں عفت وعصمت کا مقام" موصول ہوئی۔ احقر بوجہ ضعف مطالعہ سے قاصر ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی کاوشں کو قبول فرمائیں اور قیامت تک صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین
محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمی مولانا محمد اسجد قاسمی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی تالیف ''اسلام میں عفت وعصمت کا مقام'' موصول ہوئی، احقر بوجہِ ضعف مطالعہ سے قاصر ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی کاوش کو قبول فرمائیں اور قیامت تک صدقہ جاریہ بنائیں، آمین۔

محمد اختر عفا اللہ عنہ

۱۲؍شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

رائے عالی

حضرت اقدس مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہ العالی

محدث دارالعلوم دیوبند

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین، وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

عفت وعصمت کا موضوع بلاشبہ انتہائی اہمیت کا حامل موضوع ہے، اسلام اور اس سے پیشتر تمام آسمانی ادیان ومذاہب میں عفت وعصمت کے تعلق سے بے حد بنیادی اور بیش قیمت ہدایات اور تعلیمات، اس موضوع کی نزاکت اور اس کے تحفظ کی تدابیر اور طریقوں کا بہت کچھ مواد موجود ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ کسی بھی قوم کی حیات اور بقا وارتقاء کے لئے عفت وعصمت کا تحفظ کلیدی مقام رکھتا ہے، امتوں کے زوال وادبار کا سب سے بنیادی سبب اخلاقی بے راہ روی اور جنسی آوارگی ہوتا ہے، سقوطِ اقوام کی تاریخ اس پر شاہد عدل ہے، یونانیوں کا زوال ہو، رومیوں کا سقوط ہو، یا موجودہ تہذیب کا کھوکھلا پن ہو، سب کے پس پردہ جنسی اور صنفی بے راہ روی کا طوفانِ بلاخیز کارفرما رہا ہے۔

عزیز گرامی مولانا محمد اسجد صاحب قاسمی ندوی زید فضلہ شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد کی زیر نظر تصنیف ''اسلام میں عفت وعصمت کا مقام'' انتہائی برموقعہ اور اہم تصنیف ہے، مقام مسرت ہے کہ اس کتاب میں قرآن وسنت کے حوالے سے انتہائی اہم اور قیمتی مواد اکٹھا ہوگیا

ہے،اوراب اس موضوع پر یہ کتاب ایک جامع اور مستند پیش کش بن گئی ہے۔

عزیز موصوف کی اس سے قبل مختلف موضوعات پر متعدد تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں،جن کو بفضل الٰہی قبول عام بھی نصیب ہوا ہے،خداوند قدوس اس تازہ اوراہم کتاب کو بھی شرف قبول سے نوازے،اور بے راہ روی اور بگاڑ کی لعنت میں مبتلا سماج کے لئے اس کو ذریعۂ اصلاح اور مشعل راہ بنائے،آمین یارب العالمین۔

نعمت اللہ غفرلہ

خادم دارالعلوم دیوبند

۸؍ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

رائے گرامی:

حضرت مولانا ڈاکٹر **سعید الرحمٰن** اعظمی ندوی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء و مدیر ماہنامہ ''البعث الاسلامی''، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا، اور اس کے ذریعہ اس عالم کو آباد کرنے کا فیصلہ فرمایا، تو انسانوں کے مزاج کے مطابق زندگی گذارنے کا ایک مکمل اور تا قیامت باقی رہنے والا نظام زندگی بھی خاتم النبیین امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عطا فرمایا، جس میں انسانوں کی مادی اور معنوی ضرورتوں کے لئے، انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اور ہر چھوٹے بڑے معاملات کو انجام دینے کے لئے شریعت کی روشنی عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جملہ مخلوقات پر افضلیت کا مقام مرحمت فرمایا ہے، اور اس کو صراطِ مستقیم کی قیادت کا درجہ عطا فرمایا ہے؛ اسی لئے طلب علم کو ضروری قرار دیا ہے؛ تاکہ اس سے شریعت اسلامی کی نمائندگی صحیح معنوں میں ہو سکے، اور اپنی محدود ذات سے لے کر لامحدود طریقۂ زندگی کو نافذ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے، اور پوری انسانیت کو شریعت کے بتائے ہوئے راستے پر چلا کر اسے غیر فطری طریقہائے زندگی سے نجات دلائی جا سکے۔

آج دنیا میں اباحیت کا سیلاب آیا ہوا ہے، اور جنسی آزادی کو ایک فلسفہ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے، نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کو شرم وحیاء کے ماحول سے نکال کر بے حیائی کا سبق پڑھایا جا رہا ہے، اور اس کے ذریعہ بے شمار ہوٹلوں، کلبوں اور جنس فروشی کے اڈوں کی حوصلہ افزائی بہت اونچے پیمانہ پر کی جا رہی ہے، عورت کو برسر بازار عریاں کر کے عفت و عصمت کے نظام کو تار تار کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو کیا حکم دیا ہے، اس موقع پر اس کو ملاحظہ فرمالیا جائے:

یا نساء النبی من یأت منکن بفاحشة مبینة یضاعف لها العذاب ضعفین، وکان ذٰلک علی اللّٰه یسیراً. ومن یقنت منکن للّٰه ورسوله

وتعمل صالحاً نؤتها اجرها مرتين واعتدنا لها رزقاً كريماً. يا نساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقيتن فلا تخضعن بالقول فيطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولاً معروفاً. وقرن فی بيوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ واقمن الصلاة واٰتين الزکاة واطعن اللّٰه ورسوله، انما يريد اللّٰه ليذهب عنکم الرجس اهل البيت ويطهرکم تطهيراً. واذکرن ما يتلی فی بيوتکن من اٰيات اللّٰه والحکمة، ان اللّٰه کان لطيفاً خبيراً. (الاحزاب: ۳۰–تا–۳۴)

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! جوتم میں کھلی ہوئی بے ہودگی کرے گی اس کو دوہری سزا دی جائے گی، اور یہ بات اللہ کو آسان ہے۔ اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کو اس کا ثواب دوہرا دیں گے، اور ہم نے اس کے لئے ایک عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم تقویٰ اختیار کرلو، تو تم بولنے میں نزاکت اختیار مت کرو کہ ایسے شخص کو خیال فاسد ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے، اور قاعدہ کے موافق بات کہو، اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو، اور قدیم زمانۂ جہالت کے دستور کے موافق مت پھرو، اور تم نمازوں کی پابندی رکھو، اور زکاۃ دیا کرو، اور اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو، اللہ کو یہ منظور ہے کہ اے نبی کے گھر والو، تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے اور تم ان آیات الٰہیہ اور اس علم کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے، بے شک اللہ راز داں ہے، اور پورا خبر دار ہے۔

دوسری جگہ مخاطب فرماتے ہیں:

یایها النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن ذٰلک ادنی ان يعرفن فلا يؤذين، وکان اللّٰه غفوراً رحيماً. (الاحزاب: ۵۹)

ترجمہ: اے نبی آپ اپنی بیویوں اور اپنی صاحب زادیوں اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچی کرلیا کریں اپنے چہرے کے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں، اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا

کریں گی، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان احکام وہدایات کو پیش نظر رکھ کر ہم اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے عورتوں کو پردے میں رکھنے اور ان کی عصمت وعزت کی حفاظت کرنے کا کس قدر شدید حکم ہے، اہل مغرب دراصل اسی حکم کی خلاف ورزی کرانے پر پوری طرح آمادہ ہیں، اور عورت کو بے پردہ اور بے حیا کرنے کی زبردست سازشیں ہورہی ہیں، اگر تجزیہ کیا جائے تو عورت کے مزاج میں پردہ داخل ہے، اور وہ خانۂ خاوند کی زینت بن کر رہنا پسند کرتی ہے، وہ اپنے بچوں کی پہلی تربیت گاہ ہے، وہ اپنے گھر کی ملکہ اور مالکہ ہے، اور زندگی کے نظام کو شریعت کے مطابق چلانے کے لئے ہمہ وقت فکرمند رہتی ہے، مغرب نے یہ غلط سمجھا کہ وہ عورتوں کو باہر نکال کر اور ان کے جوہر عفت وعصمت کو تاراج کر کے مسلمانوں کو بے قیمت بنا کر اس کو رسوا کرسکتا ہے۔ کاش! اہل مغرب عورت کے بارے میں اسلام کے طبعی نظام کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور مرد وعورت کے درمیان جو انسانی نظام ہے اس کو سمجھتے، تو آج ان کی یہ حالت نہ ہوتی، اور نہ وہ اس بات کی ہمت کرسکتے تھے کہ مسلم عورتوں کو ذلیل وخوار کرنے کی کوشش کریں، اور جانوروں اور بھیڑیوں کا ماحول بنا کر جنس نازک کو بازاروں اور پارکوں میں بے عزت اور ذلیل کر کے اس کی عزت وعصمت کا مذاق اڑائیں۔

مولانا محمد اسجد صاحب قاسمی ندوی شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد نے اسلام میں عفت وعصمت کے نظام پر بیش قیمت کتاب تحریر فرمائی ہے، اور اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے، اور اخیر میں مغربی تہذیب اور امت مسلمہ کے موضوع کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اور اسلام میں عفت وعصمت کے مقام کو واضح کرنے کے لئے کتاب وسنت کو بنیاد بنایا ہے؛ اس لئے یہ کتاب سبھی طبقوں کے لئے قابل مطالعہ ہے، اور اس سے اسلامی نظام کی برتری پوری طرح ثابت ہوجاتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی اس دینی کوشش کو قبول فرمائیں، اور دور حاضر میں اس کتاب کو صحیح اسلامی رہنمائی کا ذریعہ بنائیں، آمین۔ **وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلی اٰله واصحابه وبارک وسلم۔**

راقم الحروف
سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۴۳۰/۴/۱۶ھ
۲۰۰۹/۴/۱۳ء

کلماتِ دعاء

حضرت مولانا مفتی **محمد انعام اللہ** صاحب دامت برکاتہم خلیفہ حضرت محی السنہ

مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ وصدر مفتی جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلمات اور وحی غیر متلو میں سے ارشاد ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص ۳۲؍ دانتوں کے درمیان والی زبان کا ضامن ہو جائے اور دو رانوں کے درمیان والی شرم گاہ کا ضامن ہو جائے تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوتا ہوں، شرم گاہ میں حلال طریقہ اختیار کیا جائے اور حرام سے اجتناب ہو تو کامیابی ہے۔

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ خیانت کرنے والی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اور سینہ کی پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے، مختلف انداز سے کلام اللہ اور احادیث میں عفت وعصمت کو بیان کیا گیا؛ لیکن اس کے خلاف کو حق آزادی بتایا جا رہا ہے، صحیح نسب کا فقدان ہوتا جا رہا ہے، اربابِ فکر ونظر حیران ہیں کہ جنسی غلط روی کو مستحسن اور حق انسانیت سمجھا جا رہا ہے، حیا سوز صورتیں اختیار کی جا رہی ہیں، جب کہ خیر وخوبی حیاء وشرم کے باقی رہنے میں ہے، قتل وغارت گری کے واقعات اسی بے راہ روی کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔

عزیز گرامی قدر مولانا محمد اسجد صاحب قاسمی ندوی شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد نے عرق ریزی کے ساتھ عفت وعصمت پر بہت کچھ لکھا ہے، احقر نے متعدد مقامات کو دیکھا، ماشاء اللہ خوب لکھا ہے، اللہ تعالیٰ قبول تام عطا فرمائے، موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور فتنۂ عریانیت واباحیت پر مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

محمد انعام اللہ غفرلہ شاہجہاں پوری مدرسہ امدادیہ مرادآباد

۲۴؍ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ ۲۱؍ اپریل ۲۰۰۹ء

کلماتِ عالیہ

عارف باللہ حضرت اقدس الشاہ مولانا منیر احمد صاحب دامت برکاتہم

صدر مجلس خدام المدارس کالینہ، ممبئی، وخلیفہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، وعلی آلہ وصحبہ اجمعین.

عزیزی الاعز گرامی قدر جناب مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب کی تازہ تصنیف ''اسلام میں عفت وعصمت کا مقام'' دیکھنے کا موقع ملا، انتہائی اہم موضوع پر بڑی برموقع تصنیف ہے، مصنف نے قرآن وسنت کی روشنی میں عفت اور حجاب کے موضوع کے تمام گوشوں کا بڑی خوبی سے احاطہ کیا ہے۔

اس طرح کی تحریروں کو عام کرنے کی اور دیگر زبانوں میں اس کا ترجمہ کرکے اس کے فیض کو خوب خوب پھیلانے کی ضرورت موجودہ فسادزدہ ماحول اور معاشرے میں بہت زیادہ ہے۔

میں اس اہم اور جامع تصنیف پر مصنف کو مبارک باد پیش کرتا ہوں، میرے دل میں مصنف کی بڑی قدر ہے، اور زبان وبیان اور قلم وتحریر دونوں میدانوں میں ان کی اعلیٰ صلاحیتوں کا قدرداں بھی ہوں، اور دل سے دعا گو ہوں کہ خداوند قدوس اس کتاب کے فیض کو عام وتام فرمائے، اسے پوری امت کے لئے نافع ومفید بنائے، اسے قبول حسن سے نوازے، اور مصنف کو مسلسل دینی خدمات انجام دینے کی توفیق وسعادت عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

منیر احمد جامع مسجد کالینہ ممبئی ۹۸

۲۹ رصفر المظفر ۱۴۳۱ھ ۱۴ رفروری ۲۰۱۰ء

تأثرات

حضرت مولانا ندیم الواجدی صاحب مدظلہ
مدیر ماہ نامہ ''ترجمانِ دیوبند''

اسلامی تعلیمات کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان کے ذریعہ معاشرے میں بہترین انسانی اقدار کوفروغ ملتا ہے، اسلام انسان کے فطری تقاضوں کی رعایت بھی کرتا ہے، اور جائز حدود میں مقید رکھ کر اس کی ضرورتوں کی تکمیل بھی کرتا ہے۔ آج دنیا اباحیت پسندی میں مبتلا ہے، جائز وناجائز، اچھے برے کی تمیز اٹھ چکی ہے، اور یہ رجحان انسانی زندگی کے ہر پہلو میں نمایاں ہے، خواہ اس کا تعلق فکرونظر سے ہو، عقیدہ وعمل سے ہو، اقتصاد اور معاش سے ہو، معاملات سے ہو، معاشرت سے ہو، انسانیت کا ایک بڑا طبقہ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے نہ مذہبی تعلیمات کا پابند ہے اور نہ معاشرتی اقدار وروایات کا پاس دار ہے، یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا فکری تباہی اور معاشرتی انتشار میں مبتلا ہے، ظلم وتشدد کے واقعات بڑھ رہے ہیں، انسانی حقوق پامال کئے جارہے ہیں، قتل وغارت گری عروج پر ہے، دنیا کے سخت سے سخت قوانین اس رجحان کے سامنے پوری طرح بے بس نظر آتے ہیں۔

جنسی جذبات کی تکمیل ایک اہم انسانی ضرورت ہے، یہ ضرورت بھی اباحیت پسندی کا شکار ہو چکی ہے، جنسی بے راہ روی عام ہے، اگر مرد وعورت اپنی مرضی سے ملتے ہیں، تو دنیا کے بیشتر ملکوں میں اسے قابل سزا جرم تصور نہیں کیا جاتا، یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ میں ان گنت غیر شادی شدہ جوڑے ایک ساتھ زندگی گزار رہے ہیں، ان سے بچے بھی پیدا

ہورہے ہیں، اوران جوڑوں کومعاشرے میں حقیر بھی تصورنہیں کیا جاتا، مغرب سے یہ وبااب مشرقی ممالک میں بھی پھیلتی جارہی ہے، ہندوستان جومشرقی روایات کا سب سے بڑاعلم بردارسمجھا جاتا تھا، اباحیت پسندی کے سیلاب میں بہتا جارہا ہے، حکومتیں اور عدالتیں ایسے جوڑوں کی پشت پناہی کررہی ہیں جوشادی کے بندھن میں بندھے بغیراپنی مرضی سے ایک چھت کے نیچے زندگی گزاررہے ہیں، گویا وہ عمل زنا کی تعریف میں نہیں آتا جس میں فریقین کی رضا شامل ہو، اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر عدالتیں ہم جنسی کوبھی سند جواز عطا کررہی ہیں، اورحکومت کے ذمہ دارافراداس کی ہم نوائی کرنے میں پیش پیش ہیں، اگریہی صورتِ حال برقراررہی تو بہت جلد ہماراملک بھی اس معاملہ میں یورپ اورامریکہ کے شانہ بہ شانہ کھڑانظرآئے گا۔

دیکھا جائے تو اسلام کا نظریہ اس مسئلہ میں بھی نہایت معتدل، نہایت صاف شفاف، عقل وجذبات سے قریب اور معاشرے میں صالح اقدارکوفروغ دینے والا ہے، اگریہ کہا جائے کہ اسلام جنسی تقاضوں کوتعمیری نہج دینے والا واحد مذہب ہےتو یہ دعویٰ غلط نہ ہوگا، اس کے لئے اسلامی تعلیمات میں مستقل ابواب ہیں، اوران ابواب میں مستقل بحثیں ہیں، جنھوں نے اس موضوع کوایک مکمل نظریہ اوراس نظریہ کوایک مکمل نظام بنادیا ہے، اسلام جنسی جذبات کودبانے کا قائل نہیں ہے؛ بلکہ وہ جذبۂ جنس کوصحیح رخ عطا کرتا ہے، ایک طرف تو وہ انسان کو یہ بتلاتا ہے کہ مردوعورت کا جنس کے ساتھ یا غیرجنس کے ساتھ مذہب کی تعلیم سے منحرف ہوکرملنا سخت گناہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس طرح کے عمل پر سخت وعیدیں نازل فرمائی ہیں، اوراگرکوئی اس گناہ کا ارتکاب کرتا ہےتواسے دنیاوآخرت میں سخت ترین سزا کا مستحق قراردیا ہے۔ دوسری طرف وہ اس کوصحیح راستہ بھی دکھاتا ہے، وہ صحیح راستہ ہے نکاح، پھریہ نکاح بھی کچھ شرائط کے ساتھ مشروط ہے، ایسانہیں ہے کہ کوئی بھی مرد کسی بھی عورت یا کوئی بھی عورت کسی بھی مرد سے نکاح کرسکتی ہے، اس کے لئے

شریعت نے کچھ رہنما خطوط متعین کئے ہیں، ان کی رعایت کے بغیر مرد و عورت کے درمیان قائم کئے گئے رشتے پر نکاح کا اطلاق نہیں ہوسکتا، گویا یہ ایک مکمل نظام ہے جو اپنے اندر بڑی تفصیلات رکھتا ہے۔

ان تفصیلات پر روشنی ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام نے انسانی جذبات کی کس طرح رعایت کی ہے، انسانی رشتوں کے تقدس کو کس طرح برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے، اور معاشرے میں پاکیزگی کا نور پھیلانے کے لئے کتنا بہترین نظام انسانیت کو عطا کیا ہے۔

میرے سامنے اس وقت مشہور و معروف عالم دین اور دور حاضر کے بہترین مصنف اور ادیب حضرت مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب کی تازہ ترین کتاب ''اسلام میں عفت وعصمت کا مقام'' موجود ہے، اس میں لائق مصنف نے اسلام کے اسی نظام کے تمام چھوٹے بڑے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اردو میں تو کیا عربی میں بھی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے، جو اس موضوع پر اس قدر جامع ہو۔

چارسو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں مصنف نے آٹھ ابواب قائم کئے ہیں، اور ان آٹھ ابواب میں انہوں نے موضوع سے تعلق رکھنے والی تمام اسلامی تعلیمات کا نچوڑ پیش کردیا ہے، ان کی نظر وسیع اور مطالعہ عمیق ہے، تحریر کا رنگ استدلالی ہے جو دل ودماغ پر اثر انداز ہوتا ہے، جو بات کہتے ہیں ذمہ داری کے ساتھ کہتے ہیں، اور اس کے لئے مستند کتابوں کے حوالے بھی دیتے ہیں، اس طرح یہ کتاب جامع ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مستند بھی بن گئی ہے۔

مصنف کا امتیاز یہ ہے کہ وہ جدید مآخذ پر پوری نظر رکھتے ہیں، اور تمام مصادر ان کی دسترس میں بھی ہیں، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں ان مآخذ ومصادر سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ دوسری طرف وہ باخبر عالم دین بھی ہیں، زمانے کے حالات پر ان کی نظر ہے، جو کچھ وہ دیکھتے ہیں اس کا تجزیہ وتحلیل بھی کرتے ہیں، اور اس کو فکر ونظر کی کسوٹی پر بھی

رکھتے ہیں، اور اسلام کے حوالے سے بھی اس کا جائزہ لیتے ہیں، ہمارے اس دعوے کی دلیل اس کتاب کا ساتواں باب ہے، جس میں مصنف نے مغربی تہذیب اور امت مسلمہ کے عنوان سے اپنے افکار قلم بند کئے ہیں، پوری کتاب مصنف کی بصیرت کا شاہ کار ہے، اسلوبِ نگارش میں زبان وبیان کی رنگینیاں جلوہ فگن ہیں، اس وجہ سے بھی یہ کتاب دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ کتاب کا پہلا ایڈیشن بہت ہی کم عرصہ میں جو چند ماہ کو محیط ہے، ختم ہو گیا اور اب اس کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری چل رہی ہے، موصوف کی اس سے پہلے بھی کئی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، ان کا قلم رواں دواں ہے، ان کے موضوعات میں بھی تنوع ہے، جو لکھتے ہیں گہرائی میں ڈوب کر لکھتے ہیں، محض لفظوں سے نہیں کھیلتے؛ بلکہ فکر کے سمندر میں غواصی کر کے موتی چنتے ہیں، اور ان موتیوں کو سلیقے سے تراش کر قارئین کی نذر کر دیتے ہیں، اچھے مصنف کی یہی پہچان ہے، اور یہ پہچان ہی اسے ذکر دوام عطا کرتی ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کتاب کو مقبولیت سے نوازے، ان کے قلم کو رواں دواں رکھے، اور امت ان کے رشحات قلم سے اسی طرح مستفید ہوتی رہے۔

ندیم الواجدی

مدیر ماہ نامہ ''ترجمانِ دیوبند''

۴؍ اگست ۲۰۱۰ء

مکتوب وتبصرہ

ازقلم: حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری مدظلہ
مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

مکتوب

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

مکرم ومحترم حضرت مولانا محمد اسجد صاحب قاسمی ندوی مدت فیوضکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج عالی:

تازہ تالیف ''اسلام میں عفت وعصمت کا مقام'' پر دلی مبارک باد قبول فرمائیں، نہایت مفید، جامع، حسن ترتیب کا مرقع اور قابل قدر کتاب ہے، زورقلم کے ساتھ سوز دروں بھی نمایاں ہے، عوام وخواص اور خواتین وحضرات سب کے لئے لائق مطالعہ ہے، اس کی جتنی بھی اشاعت ہو کم ہے۔ اللہ تعالیٰ آنجناب کو پوری امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں، اوراس طرح کی مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

فقط والسلام

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۰/۷/۴ھ

تبصرہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''ہر دین کی ایک امتیازی خوبی ہوتی ہے اور اسلام کی امتیازی خوبی ''حیا'' ہے''۔ (شعب الایمان ۱۳۶/۶)

ایک دوسری روایت میں ارشاد ہوا کہ: ''حیا اور ایمان دونوں ہم جولی ہیں، اگر ان میں ایک صفت بھی نہ رہے تو دوسری بھی رخصت ہو جاتی ہے''۔ (مشکوۃ شریف ۴۳۲/۲)

آج ویسے تو ہر عقل و دانش رکھنے والا شخص ''حیا'' کی بات کرتا ہے؛ لیکن یہ بات طے ہے کہ محض زبانی جمع خرچ یا اخباری اشتہارات سے معاشرہ کو نہ تو باحیا بنایا جاسکتا ہے اور نہ ہی بے حیائی سے روکا جاسکتا ہے؛ البتہ اس مقصد کے لئے مضبوط لائحۂ عمل مقرر کرنا ناگزیر ہے۔ اسی بنا پر انسان کے فطری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسلام نے بے حیائی اور اباحیت پسندی پر بند لگانے کے لئے دنیا کو ایک عظیم ''نظام عفت و عصمت'' عطا کیا ہے، جس کو اپنائے بغیر دنیا میں حقیقی حیا نہ کبھی پائی گئی ہے اور نہ پائی جاسکتی ہے۔

اسلام نے اس بارے میں اخلاقی، معاشرتی اور قانونی ہر طرح کی ہدایات دی ہیں، اگر ایک جانب آخرت کے عذاب کا خوف دلا کر بے حیائی سے بچنے کی تاکید کی، تو دوسری طرف اجنبیوں سے پردے کی پابندی اور مناسب رشتے ملنے پر نکاح کی ترغیب دے کر حلال راستہ اختیار کرنے کی رہنمائی کی، اور پھر اگر اس بارے میں بے احتیاطی ہو تو شرائط پائے جانے پر اسلامی حکومت میں فواحش پر سخت عبرت ناک سزائیں تجویز کیں، جن کے تصور ہی سے دل لرز اٹھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ برادر مکرم جناب مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائیں کہ موصوف نے زمانہ کی ضرورت محسوس

کرتے ہوئے اس موضوع پر اپنی جدید تالیف ''اسلام میں عفت وعصمت کا مقام'' میں بہت سی مفید معلومات جمع فرما دی ہیں، جس کے مطالعہ سے جہاں اسلام کی تعلیمات کا مکمل آئینہ سامنے ہوگا، وہیں عفت وعصمت کی صفات اپنانے کا داعیہ بھی پیدا ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ ضخیم کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے اور موضوع کے سبھی مثبت ومنفی پہلوؤں کو جامع ہے، عوام وخواص اور مردوں وعورتوں سب کے لئے یکساں طور پر مفید ہے، بالخصوص نوجوان نسل کو ایسی کتابوں کا بار بار مطالعہ کرتے رہنا چاہئے۔

امید ہے کہ مؤلف موصوف کی دیگر مقبول کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی اور امت کا ہر طبقہ اس سے مستفید ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کی کاوشوں کو قبول فرمائیں اور مزید خیر کی توفیق سے نوازیں، آمین۔

(ماہنامہ ندائے شاہی اکتوبر ۲۰۰۹)

پہلے یہ چند باتیں

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين، وعلى اله وصحبه اجمعين۔

عفت وعصمت انسانی زندگی کا جوہر بیش بہا ہے، شریعت اسلام نے ہر مرد وعورت کو پابند بنایا ہے کہ اس آبگینۂ عفت کا ہر صورت تحفظ کیا جائے، اور کسی بھی طرح اس میں بال نہ آنے دیا جائے، یہ انسان کی مذہبی ذمہ داری بھی ہے اور سماجی وعقلی واخلاقی ذمہ اری بھی۔

عریاں اور اخلاق سوز تہذیبوں نے انسان کے گوہر عصمت کو داغ دار کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے، شہوانی ہوس ناک تقاضوں اور جذبات کی یورش سماج کے بیشتر افراد کو بے حجابی اور بے راہ روی کے طوفان میں بہاتی جارہی ہے۔

اہل اللہ جو زمانے کے نبض شناس اور انسانیت کے حقیقی خیر خواہ ہوتے ہیں، ان کی تمام تر توجہ اسی پر مرکوز رہتی ہے کہ بے حیائی، بے حجابی اور فحاشی کے اس ماحول سے ہر صاحب ایمان بچنے کی کوشش کرے اور حیا وحجاب اور عفت کے ایمانی تقاضوں کی پابندی کو اپنا اولین فریضہ سمجھے۔

ہمارے مخدوم ومرشد اور دور حاضر کے انتہائی بافیض اور مرجعِ خلائق بزرگ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم العالیۃ کی مجالس اور بیانات وتحریرات میں اس موضوع پر بطور خاص توجہ دی جاتی ہے۔

راقم الحروف کو حضرت کے سلسلہ سے وابستگی اور بیانات ومجالس میں شرکت کے بعد اور حضرت کی توجہاتِ عالیہ اور الطافِ کریمانہ اور تنبیہاتِ مرشدانہ کے نتیجے میں اسلام کے نظام عفت وعصمت پر قلم اٹھانے کی ہمت ہوئی۔ تدریس وتعلیم وتقریر کی مصروفیات کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ سال کے عرصے میں یہ کتاب ترتیب دی گئی، جو اب پیش خدمت ہے۔

دل تو چاہتا تھا کہ حضرت مخدوم مدظلہم کے مشفقانہ کلمات اس کتاب کی زینت بنتے؛ لیکن حضرت کی علالت اور پھر حالات کی ناہمواری، یہ تمنا بارآور نہ ہوسکی۔

یہ کتاب آٹھ ابواب میں تقسیم کی گئی ہے:

پہلا باب عفت وعصمت کے تحفظ کی اہمیت، نتائج، ثمرات، اس کی مؤثر تدابیر اور طریقوں کے ساتھ ہی پست نگاہی کے فوائد اور بدنگاہی کے مضرات پر مشتمل ہے۔

دوسرے باب میں فحاشی وبدکاری کے مؤثر ذرائع پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، مزید برآں عورتوں کے فتنے کے تعلق سے بھی گفتگو آ گئی ہے۔

تیسرے باب میں بدکاری کے مذہبی، سماجی، اخلاقی، روحانی، جسمانی، دنیوی اور اخروی ہر نوع کے مضرات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

چوتھے باب میں اسلام کے حکیمانہ قانونِ حجاب کا اور بے حجابی کے وبال بد کا ذکر آ گیا ہے۔

پانچویں باب میں اسلام کے نظام نکاح سے متعلق تفصیلی بحث موجود ہے، جس میں اس نظام کے مقاصد، فوائد ومصالح کے ساتھ مالی مسائل، اسراف، سرپرستوں کی ذمہ داری، نکاح سے قبل کی ہدایات، مرد وعورت کی ذمہ داری، رشتۂ زوجیت کا انقطاع، نکاح وزنا میں ما بہ الامتیاز امور، تعدد ازدواج، دین داری کو معیار انتخاب بنانے کی تمام بحثیں موجود ہیں۔

چھٹے باب میں عفت وعصمت کے شاہ کار نمونے تفصیل کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔

ساتویں باب میں تہذیب حاضر کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔

اور آٹھویں باب میں توبہ اور رجوع الی اللہ کے حوالے سے امت کو جھنجوڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ عفت وعصمت کا موضوع بے انتہاء اہم ہے، ماہر القادری مرحوم کی تحریر کا یہ اقتباس قابل مطالعہ ہے، وہ لکھتے ہیں:

’’ذوقِ بے حجابی اور شوقِ تبرج صرف چہرہ کی بے نقابی پر ہی قناعت نہیں کرتا، پہلے نقاب اٹھتی ہے، پھر جھکی ہوئی نگاہیں آہستہ آہستہ بلند ہوتی ہیں، پھر لباس میں تخفیف ہونا شروع ہوتی ہے،

پھر آرائش اور بناؤ سنوار میں یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور شوق وقدردانی کی نگاہ سے دیکھیں، ہوس ناکیوں، بے اعتدالیوں اور برائیوں کا یہ سلسلہ شاخ در شاخ ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ جو عورت پہلی بار چہرہ کو بے نقاب کرتے ہوئے فرطِ شرم وغیرت سے پسینہ پسینہ ہوگئی تھی، وہ آگے چل کر کلبوں میں غیر مردوں سے بغل گیر ہوکر ناچتی اور تھرکتی ہے"۔ (اسلام کا نظام عفت، از: مفتی ظفیر الدین صاحب مدظلہ ۲۲۶)

آج مسلم سماج کی یہی تصویر بنتی جارہی ہے، ضرورت ہے کہ بے حیائی، بے حجابی اور اختلاط کی ان تمام لعنتوں پر قدغن لگائی جائے، حیا وعفت کے اسلامی تصور سے سب کو واقف کرایا جائے، اسلام کے نظام عفت کے ثمرات وخیرات سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے، اور بتایا جائے کہ دنیا کے مسائل کا حل یورپ کی عریاں اور حیا سوز تہذیب میں نہیں، اسلام کے باحیا، عفیف اور پاکیزہ تمدن میں ہے:

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

زیر نظر کتاب اسی مقصد سے ترتیب دی گئی ہے، موضوع کے تمام گوشوں کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے، نصوص کی روشنی میں حوالہ جات کے ساتھ لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے، ان تحریروں کا اولین مخاطب خود یہ راقم الحروف ہے۔ دعا ہے کہ اللہ اسے قبول فرمائے۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ (جو لوگوں کا شکر ادا نہ کرے وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرسکتا) کے بموجب راقم ان تمام معاونین ومخلصین کا تہہِ دل سے شکر ادا کرتا ہے جن کے تعاون اور توجہ سے یہ کتاب منظر عام پر آرہی ہے، خداوند قدوس ان کی کوششوں کو شرفِ قبولیت سے نوازے، اور اس کتاب کا فیض دور تک اور دیر تک پہنچائے، آمین یارب العالمین۔

محمد اسجد قاسمی ندوی
خادم الحدیث النبوی الشریف
جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد
۱۰؍ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

بابِ اول

اسلام اور عفت و عصمت

اسلام میں عفت وعصمت کی حفاظت کا مقام

قرآن، سنت اور اقوالِ سلف کے آئینے میں

اسلام کی حکیمانہ تعلیم

اسلام دین فطرت ہے، اور اس کی تمام تعلیمات از اول تا آخر انسان کی فلاح وصلاح، سعادت ونجات اور مسرت واطمینان کی ضمانت ہیں، اسلام نے ہر مسلمان کو پوری تاکید اور صراحت کے ساتھ عفت وعصمت کی ہر آن اور مکمل حفاظت کی تلقین فرمائی ہے۔

قرآن وسنت کے نصوص میں جگہ جگہ ہر مسلمان مرد وعورت کو شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، عفت وعصمت کے تحفظ کی تاکید کی گئی ہے، نگاہ ودل کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے، اپنی ذات، اپنے گھر اور اپنے سماج کو جنسی بے راہ روی سے بچانے کی عظیم ذمہ داری دی گئی ہے، اور واضح فرمایا گیا ہے کہ سماج کی بنیادیں اسی وقت مضبوط اور روحانی وجسمانی مہلکِ ایمان وجان امراض سے محفوظ رہ سکتی ہیں، جب سماج کا ہر ہر فرد اپنی عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے اسے اپنا مذہبی، معاشرتی، اخلاقی اور عقلی فریضۂ اولیں سمجھ کر سرگرمِ عمل ہو جائے اور اس مقصد میں کسی بھی طرح کی رعایت، سہل انگاری اور لاپرواہی سے کام نہ لے۔

عفت کی اہمیت

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”زنا اول سے لے کر آخر تک برائیوں کا سرچشمہ اور مجموعہ ہے، دین وایمان اسی

سے غارت ہوتا ہے، ورع وتقویٰ کا خون اسی سے ہوتا ہے، مروت وشرافت کا خاتمہ اسی سے ہوتا ہے، غیرت وحمیت کا فقدان اسی کی دین ہے، زنا کا عادی شخص کبھی بھی پرہیزگار، وفادار، راست باز، دیانت دار اور باحمیت نہیں ہوسکتا، بدعہدی، بدکرداری، دروغ گوئی، خیانت، بے غیرتی زنا کے لوازم اور نتائج میں سے ہے‘‘۔ (غذاء الالباب للسفارینی ۲/۳۴۵ بحوالہ روضۃ المحبین)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا جو بندہ عفیف و پاک باز اور اپنی شرم گاہ کا محافظ ہوتا ہے وہ مذکورہ مصائب ونقائص سے بھی پاک اور محفوظ رہتا ہے اور اس کا دامن تدین، تقویٰ، مروت، شرافت، غیرت وحمیت، وفا وراستی اور امانت ودیانت کے زریں جواہر سے مالا مال رہتا ہے جو اس کی سعادت دارین کا ضامن ہے۔

عفت کی حقیقت

اسلامی اصطلاح میں عفت دراصل تمام ناجائز اور نامناسب امور سے اجتناب کا نام ہے۔

(لسان العرب ۴/۳۰۱۵)

امام راغب کے بقول: ’’عفت دراصل اس حالت کا نام ہے جو انسان کو غلبۂ شہوت سے بے لگام نہ ہونے دے، نفس کو حیوانی سرکش شہوتوں سے روکنا ہی عفت ہے‘‘۔ (المفردات: ۳۳۹)

مشہور عالم عربیت ’’الجاحظ‘‘ نے لکھا ہے:

’’عفت نام ہے نفس کو سرکش شہوتوں سے روکنے کا، شہوت کو لگام دینا اور شہوت کے تقاضوں پر مباح حدود میں صحت کی رعایت کے ساتھ عمل کرنا، اسراف وافراط سے بچ کر حد اعتدال میں رہنا، وقت ضرورت پر مقدار ضرورت میں مشروع طریقے کے مطابق شہوت کی تکمیل سب عفت میں داخل ہے‘‘۔ (موسوعۃ نضرۃ النعیم ۷/۲۸۷۳)

نکاح ضامن عفت

اسلام نے ہر مسلمان مرد وعورت پر عفت وعصمت کی حفاظت اور شرم گاہوں کی حفاظت کو فرض عین قرار دیا ہے، اور حرام شہوت رانی کی تمام صورتوں، زنا، بدکاری، عورت کی عورت کے

ساتھ اور مرد کی مرد کے ساتھ شہوت رانی، ہم جنس پرستی، مرد کی اپنی بیوی یا دوسری عورتوں سے پچھلے مقام پر شہوت رانی وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے، جو شادی کر سکتا ہے اسے شادی کی تاکید اور جو نہیں کر سکتا اور شہوانی تقاضے زور آور ہوں اسے روزوں کی پابندی کا حکم، پست نگاہی کی تلقین، تبرج اور بے حجابی پر بندش، زنا پر سخت سزاؤں کا نظام سب اسی مقصد سے ہے کہ معاشرے میں مرد و عورت کا تعلق نکاح کی جائز اساس ہی پر استوار ہو، اور وہ بقاء نسل اور سنت انبیاء کی تنفیذ کا ذریعہ ثابت ہو، اور کسی بھی طرح حرام شہوت رانی کے مواقع نہ پیدا ہوں، اور مسلم سماج کا ہر فرد جذباتی (قلبی) اور عملی ہر دو سطح پر عفت کی حفاظت اپنی مسؤلیت باور کرنے لگے۔

قرآنِ کریم میں مختلف مواقع پر نکاح کا حکم شرم گاہ کی حفاظت اور انسان کو اخلاقی انحراف اور بے راہ روی سے بچائے رکھنے کی خاطر دیا گیا ہے، چناں چہ فرمایا گیا:

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامیٰ مِنْکُمْ وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآءِ کُمْ.

(النور:۳۲)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو۔

روایات میں وارد ہوا ہے کہ ایک صحابی نے شادی نہ کرنے اور عورتوں سے ہمیشہ الگ رہنے کا عہد کر لیا تھا، جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی، تو آپ نے فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے، اور میری سنت سے اعراض کرنے والا مجھ سے نہیں ہے۔ (مشکاۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۲۷)

معلوم ہوا کہ نکاح سے اعراض رہبانیت ہے، عیسائی متشدد راہبوں کا طریقہ ہے، انبیائی طریقہ نہیں ہے۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے:

”نکاح کے مقاصد وفوائد میں ایک تو ابقائے نسل ہے، دوسرے شرم گاہ اور نگاہ کی حفاظت ہے“۔ (احیاء العلوم ۲/۲۴)

امام سفارینی حنبلیؒ لکھتے ہیں:

''نکاح شرعی حکم ہے، نسل کی بقاء اسی سے ہے، دنیا کی رونق وآبادی اسی سے ہے، اللہ کی بندگی کی راہ اس سے آسان ہوتی ہے، صاحب شہوت کے لئے نکاح مسنون ہے، اگرچہ اسے اندیشۂ زنا نہ ہو اور اگرچہ وہ محتاج ہو، نوافل میں اشتغال سے بہتر نکاح ہے، جسے زنا کا اندیشہ ہو اس کے لئے نکاح واجب ہے۔ (موسوعۃ نضرۃ النعیم ۱۶۵۶/۵، بحوالہ غذاء الالباب)

عفت کی حفاظت قرآن کے آئینے میں

یوں تو عفت وعصمت کے تحفظ اور شرم گاہوں کی حفاظت سے متعلق بہت سی قرآنی آیات ہیں، تاہم ذیل میں چند آیات درج کی جاتی ہیں:

(۱) قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ. الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلاَتِهِمْ خَاشِعُوْنَ. وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ. وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ فَاعِلُوْنَ. وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ. اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ. فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْعَادُوْنَ. (المؤمنون: ۱-۷)

ترجمہ: وہ اہل ایمان فلاح یاب ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں، لغویات سے کنارہ کش رہتے ہیں، زکاۃ ادا کرتے ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور مملوکہ باندیوں کے کہ ان کے بارے میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں؛ البتہ جو اس کے علاوہ کے طلب گار ہوں وہی زیادتی کرنے والے ہیں۔

فلاح کا لفظ تمام مرادیں پوری ہونے اور تمام رکاوٹیں اور اذیتیں دور ہونے کو جامع ہے، شرم گاہوں کی حفاظت کے اہتمام پر فلاح کا الٰہی وعدہ عفت وعصمت کے تحفظ کی اہمیت کا آئینہ دار ہے۔

(۲) قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ، ذٰلِكَ اَزْكىٰ لَهُمْ، اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ. وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ. (النور: ۳۰-۳۱)

آپ اہل ایمان مردوں سے کہئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، اسی میں ان کی پاکیزگی ہے، بلاشبہ اللہ ان کے اعمال سے باخبر ہے، اور آپ اہل ایمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

(۳) وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْراً وَالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْراً عَظِيْماً. (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ: اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

ایک مفسر کے بقول:

''جو شخص زنا کا ارتکاب کرتا ہے وہ دین کی تمام محترم چیزوں کی حرمت کو پامال کرنے والا بن جاتا ہے، اور جو شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے وہ دین کے تمام احکام کی پابندی کرنے والا اور اللہ کی خوشنودی کا مستحق ومقرب بندہ بن جاتا ہے''۔ (التفسیر المنیر: ڈا/ وہبۃ الزحیلی ۱۱/۳۴۲)

(٤) وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا، اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً، وَسَآءَ سَبِيْلاً. (الاسراء: ۳۲)

ترجمہ: زنا کے قریب بھی مت جاؤ، بلاشبہ وہ بے حیائی کا کام ہے، اور بڑا ہی برا راستہ ہے۔

زنا میں حق اللہ کی پامالی ہے، اور حق العبد کی بھی، اللہ کے حکم سے سرتابی بھی ہے، دامن عفت کو تار تار کرنا بھی ہے۔

(۵) وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ. (الانعام: ۱۵۱)

ترجمہ: اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی مت جاؤ، خواہ وہ کھلی ہوئی ہوں یا چھپی ہوئی۔

قرآن کی یہ آیت بے حد جامع آیت ہے۔ مولانا دریابادیؒ کے بقول:

''الفواحش کے معنی بہت وسیع ہیں، تنہا زنا کاری کے نہیں، بدکاری، بے حیائی، فحاشی کی تمام صورتیں اس کے اندر آ گئیں، پھر لا تقربوا کی تعمیم یعنی اس کے قریب بھی نہ جاؤ، اور پھر ما ظھر منھا وما بطن نے تعمیم کی حد ہی کر دی۔ بے حجابی، لباس میں بے ستری وغیرہ کی تمام خفی صورتیں، خواہ پبلک میں ہوں یا پرائیویٹ میں، یکساں حرام قرار پا گئیں، چہرہ پر پوڈر، لپ اسٹک وغیرہ لگا کر، بن سنور کر، نیم برہنہ لباس پہن کر، خوشبوئیں لگا کر عورتوں کا آزادی کے ساتھ بے تکلف باہر نکلنا، مردوں کے مجمع میں بے تکلف چلنا پھرنا، ہنسنا بولنا، سینما اور تھیٹر میں شہوانی نظاروں سے لطف اندوز ہونا، آرٹ گیلری میں برہنہ تصویریں دیکھنا، غرض تہذیب جدید کے سارے جاہلی عنصر اس آیت کی رو سے حرام ٹھہر جاتے ہیں، اخلاق کی پاکیزگی اور پاکیزہ خیالی جو فرد و جماعت دونوں کی حقیقی ترقی کا پہلا زینہ ہے، اس کی جو نظیر شریعت اسلامیہ نے قائم کر دی ہے وہ کہیں تلاش سے بھی نہ ملے گی''۔ (تفسیر ماجدی دوم ۱۲۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

لَا اَحَدَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ، مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ.

ترجمہ: اللہ سے زیادہ باغیرت کوئی نہیں ہے، یہ اس کی غیرت ہی ہے کہ اس نے تمام ظاہری و باطنی فواحش حرام کر دیئے ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار فرمایا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو تخلیہ میں دیکھوں تو بلا تاخیر اس کی گردن اڑا دوں گا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو فرمایا:

أَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ، فَوَ اللّٰهِ لَاَنَا أَغْيَرُ مِنْ سَعْدٍ، وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّيْ، مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ.

(التفسير المنير للزحيلي ٤٥١/٤ بحواله شيخين)

ترجمہ: کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہوتا ہے، بخدا! میں سعد سے زیادہ باغیرت ہوں، اور اللہ مجھ سے زیادہ باغیرت ہے، اسی لئے اللہ نے تمام عیاں ونہاں بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دے دیا ہے۔

آیتِ کریمہ تمام ظاہری وباطنی بے حیائی کے کاموں اور بدکاری کے تمام علانیہ ومخفی طریقوں کو شامل ہے اور ان کے پاس پھٹکنے سے بھی روک دیا گیا ہے، گویا ان مقامات، مواقع اور مجالس سے بھی بچنے کا حکم ہے جہاں جا کر فواحش میں ابتلاء کا خدشہ ہو۔

سید قطب شہید رقم طراز ہیں:

''عفت وپاک دامنی کسی بھی معاشرہ کے بقاء وارتقاء کا مستحکم ستون ہے، اسی لئے قرآن نے تمام علانیہ وخفیہ فواحش سے روک دیا ہے، فواحش کی غلاظت میں نہ معاشرے کی بقاء ممکن ہے اور نہ خاندان کا استحکام، اس کے لئے عفت اور پاکیزگی کلیدی امر ہے، فواحش پھیلانے کے رسیا افراد خاندانی بنیادوں کو متزلزل اور معاشرتی اقدار کو مسمار کردیتے ہیں، آیت کریمہ میں فواحش سے زنا مراد لینا بہتر ہے، زنا تنہا ایک عمل نہیں؛ بلکہ اپنے ساتھ بہت سی برائیوں کو سمیٹے ہوئے ہوتا ہے، جن میں تبرج وبے حجابی، اخلاق واقدار کی پامالی، صنفی اختلاط، شہوت انگیز باتیں، اشارات وکنایات، حرکات وسکنات، ہیجان انگیز تبسم، یہ سب زنا کی لعنت سے مربوط جرائم ہیں، اس لئے قرآن نے زنا کو ''فواحش'' (بے حیائیوں کا مجموعہ) سے تعبیر کیا ہے، یہ سب فواحش خاندانی استحکام کو متزلزل کرڈالتے ہیں، اجتماعیت کے جسم کو پارہ پارہ کرڈالتے ہیں، افراد کے ضمیروں کو آلودہ کردیتے ہیں اور ان کے افکار کو گندہ وگدلا بناڈالتے ہیں''۔ (فی ظلال القرآن ۱۲۳۱/۳)

مذکورہ تمام آیات سے عفت مآبی کی اہمیت، تاکید، ضرورت، ثمرات ونتائج کا بخوبی ادراک کیا جاسکتا ہے۔

عفت کی حفاظت احادیث کی روشنی میں

(۱) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

اِضْمَنُوْا لِیْ سِتًّا مِنْ اَنْفُسِکُمْ أَضْمَنْ لَکُمُ الْجَنَّةَ: اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ، وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُّمْ، وَاَدُّوْا اِذَا اؤْتُمِنْتُمْ، وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُمْ، وَغُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ، وَکُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ. (مستدرك الحاكم ٣٥٩/٤)

ترجمہ: تم اپنی طرف سے میرے لئے چھ باتوں کی ضمانت دو میں تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں، جب بولو سچ بولو، جب وعدہ کرو وفا کرو، جب امانت کے امین بنائے جاؤ امانت ادا کرو، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو، اپنی نگاہیں پست رکھو، اپنے ہاتھ (دوسروں کی ایذا سے) روکے رکھو۔

(۲) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں:

اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَاَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِیْلَ لَهَا: اُدْخُلِیْ الْجَنَّةَ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ. (مسند احمد ١٩١/١)

اگر عورت پنج وقتہ نمازوں، ماہِ رمضان کے روزوں، شرم گاہوں کی حفاظت اور شوہر کی اطاعت کا اہتمام کرے، تو اس کے صلہ میں روز قیامت اس سے کہا جائے گا کہ جاؤ جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

یَا شَبَابَ قُرَیْشٍ! لَا تَزْنُوْا، اَلَا مَنْ حَفِظَ فَرْجَهٗ فَلَهُ الْجَنَّةُ.

(الترغيب والترهيب ٢٨٢/٣)

ترجمہ: اے قریش کے جوانو! زنا مت کرو، سنو! جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کر لی اس کے لئے جنت یقینی ہے۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ لوگوں کے جہنم میں جانے کا ذریعہ بننے والی چیز کثرت سے کون سی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: "اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ" زبان اور شرم گاہ کی بے احتیاطی۔ (مسند احمد ۲/۲۹۱)

(۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ناقل ہیں:

بِرُّوْا اٰبَاءَ کُمْ تَبَرَّکُمْ اَبْنَاؤُکُمْ، وَعِفُّوْا تَعِفَّ نِسَاؤُکُمْ.

(الترغیب والترھیب ۳/۳۱۸)

ترجمہ: اپنے والدین کے ساتھ اطاعت کا معاملہ رکھو، تمہاری اولاد تمہاری مطیع رہے گی، اور پاک دامنی اختیار کرو، تمہاری بیویاں پاک دامن رہیں گی۔

(۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری والدہ نے مجھے چھوڑ دیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

مَنِ اسْتَغْنیٰ اَغْنَاهُ اللّٰهُ، وَمَنْ اسْتَعَفَّ اَعَفَّهُ اللّٰهُ.

(ابوداؤد حدیث: ۱۶۲۸)

ترجمہ: جو بے نیازی اختیار کرتا ہے اللہ اسے غنی کر دیتا ہے، جو پاک دامنی کا طالب ہوتا ہے اللہ اسے عفیف بنا دیتا ہے۔

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں اولین داخلہ پانے والے خوش نصیبوں میں ایک وہ انسان ہوگا جو "**عفیف متعفف**" (پاک دامن اور دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچنے والا) ہو۔ (مسند احمد ۲/۴۲۵)

(۸) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں:

مَنْ یَضْمَنْ لِیْ مَا بَیْنَ لَحْیَیْهِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ.

(بخاری شریف)

ترجمہ: جو مجھے اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

مذکورہ احادیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عفت و عصمت کا تحفظ دین میں کس قدر اہم، مطلوب اور بنیادی کام ہے۔

عفت کے بارے میں سلف کے فرمودات

(۱) حضرت ابوادریس خولانیؒ فرماتے ہیں:

''حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارتے وقت سب سے پہلا تاکیدی حکم اللہ نے شرم گاہ کی حفاظت کا فرمایا تھا، اور حکم دیا تھا: ''لَا تَضَعْهُ اِلَّا فِیْ حَلَالٍ'' شرم گاہ کو حلال مواقع کے علاوہ کہیں استعمال مت کرنا''۔ (نضرۃ النعیم ۱۶۶۳/۵)

(۲) حضرت لقمان حکیم کا ارشاد ہے:

حَقِیْقَةُ الْوَرَعِ الْعَفَافُ. (الورع: ابن ابی الدنیا ۵۹)

ترجمہ: ورع و پرہیز گاری کی حقیقت پاک دامنی ہے۔

(۳) حضرت محمد بن الحنفیہؒ نے فرمایا:

اَلْکَمَالُ فِیْ ثَلَاثَةٍ: اَلْعِفَّةُ فِی الدِّیْنِ، وَالصَّبْرُ عَلَی النَّوَائِبِ، وَحُسْنُ التَّدْبِیْرِ فِی الْمَعِیْشَةِ. (نضرۃ النعیم ۲۸۸۷/۷)

ترجمہ: کمال تین خصلتوں میں ہے، دین میں عفت و پاکیزگی، مصائب پر صبر، زندگی میں حسن تدبیر۔

(۴) حضرت محمد بن ابی عمرہؒ نے اپنے خاندان کے نام وصیت میں ارقام فرمایا:

اَلْعِفَّةُ وَالصِّدْقُ خَیْرٌ وَاَتْقٰی مِنَ الزِّنَاءِ وَالْکِذْبِ...... (ایضاً)

ترجمہ: پاک دامنی اور راست بازی زنا اور دروغ سے بدرجہا بہتر اور افضل ہے۔

(۵) حضرت ماوردیؒ کا قول ہے:

اِنَّ دِیْنَ الْمَرْءِ یُفْضِیْ اِلَی السَّتْرِ وَالْعَفَافِ، وَیُؤَدِّیْ اِلَی الْقَنَاعَةِ وَالْکَفَافِ. (ایضاً)

ترجمہ: انسان کا دین بلاشبہ اسے ستر عورت، پردہ پوشی، عفت، پاک دامنی، قناعت، بقدر کفاف روزی پر اکتفا واطمینان عطا کرتا ہے۔

عفت کے فوائد

شرم گاہ کی حفاظت اور عفت مآبی کے فوائد ومنافع بے شمار ہیں، ان میں نمایاں طور پر:

- اخروی فلاح ونجات
- دنیا کی کام یابی اور عزت
- نسل ونسب کی حفاظت
- معاشرے کی تطہیر
- دل کی حفاظت
- صحت کی حفاظت
- اندرون کے ایمانی نور کا حصول
- نیکی کا شوق
- بدی سے گریز اور بعد

شامل ہیں۔

شریعت اسلامیہ ہر ہر دل، ہر ہر نگاہ، ہر ہر شرم گاہ، ہر ہر وجود اور سماج کے ہر ہر فرد کی مکمل عفت مآبی اور پاکیزگی کا مطالبہ کرتی ہے، اور یہ بلاشبہ اس شریعت کی ابدیت اور حقیّت کی روشن دلیل وبرہان ہے۔

عفت وعصمت کے تحفظ کی مؤثر تدابیر اور طریقے

قرآنِ کریم میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس مؤمن کو کام یاب وبامراد بتایا گیا ہے جو اپنی عفت وعصمت کا مکمل تحفظ کرلے، اور کسی بھی حال میں اپنے دامن عفت پر داغ اور حرف نہ آنے دے۔ فرمایا گیا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ. اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ . فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ. (المؤمنون: ۵-۷)

ترجمہ: وہی اہل ایمان کام یاب ہیں جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے، کہ ان پر محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں؛ البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہ زیادتی کرنے والے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جو اپنی شرم گاہ کی حفاظت نہیں کرتا نہ تو وہ کام یاب ہے اور نہ پاک دامن؛ بلکہ وہ قابل ملامت بھی ہے اور حد شرعی سے تجاوز کر جانے کا مجرم بھی ہے۔

عفت وعصمت کی حفاظت شرعی نقطۂ نظر سے ہر مسلمان کا اولین اور بنیادی فریضہ ہے، اسی لئے شریعت نے اس کی کچھ تدابیر، ذرائع اور طریقے بتادئے ہیں، ذیل میں ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے:

تقویٰ اور پرہیزگاری

تقویٰ کی حقیقت اللہ کی رحمت واجر کی امید وطلب میں اس کے تمام اوامر کی پابندی

اور اس کے عذاب اور پکڑ کے خوف سے اس کی تمام نافرمانیوں سے اجتناب ہے، تقویٰ مؤمن کے لئے وہ ہتھیار ہے جو اسے فتنوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کے لئے ہر موڑ پر آسانی کی راہیں کھولتا ہے، قرآن میں واضح کیا گیا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً. وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَايَحْتَسِبُ. (الطلاق: ۲-۳)

ترجمہ: جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے راستے پیدا فرماتا ہے اور اس طرح سے اسے رزق پہنچاتا ہے کہ اس کے خیال وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔

اور

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْراً. (الطلاق: ٤)

ترجمہ: جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کو ہر کام میں آسانی عطا کرتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی رسول اکرم ﷺ سے یہ روایت منقول ہے کہ سابق امتوں میں سے کسی امت کے تین افراد سفر میں گئے، دورانِ سفر ایک غار میں پناہ لی، اچانک پہاڑ کی ایک چٹان آ گری اور غار کا دہانہ اس طرح بند ہو گیا کہ باہر نکلنے کی کوئی سبیل نہ رہی، انہوں نے باہم مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ہر ایک اپنے نیک عمل کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا کرے تبھی یہ آفت ٹل سکتی ہے۔ایک نے والدین کی خدمت کا اپنا عمل بیان کر کے دعا کی جس سے چٹان تھوڑی سی کھسکی۔دوسرے نے امانت ودیانت اور مزدور کی اجرت کی حفاظت کا عمل بیان کر کے دعا کی جس سے چٹان اور کھسکی، مگر ابھی نکلنے کی سبیل نہ پیدا ہو سکی۔تیسرے نے یہ کہا کہ خدایا! میری عم زاد بہن تھی، میں اس سے بے حد محبت کرتا تھا، میری خواہش تھی کہ اس سے اپنی شہوت پوری کروں مگر وہ مجھے موقعہ نہ دیتی تھی، ایک بار قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا، وہ میرے پاس مدد کے لئے آئی، میں نے اسے ایک سو بیس دینار اس شرط پر دئے کہ وہ مجھے زنا کاری کا موقعہ دے، مجبوراً وہ تیار ہو گئی، جب میں اپنی شہوت پوری

کرنے کے لئے اس کے قریب پہنچا تو اس نے آنکھوں میں آنسو بھر کر بڑی لجاجت سے مجھے اس حرام کاری سے روکا، بس وہ لمحہ تھا کہ میرے دل میں تیرا خوف جاگا اور میں نے اسے چھوڑ دیا، اور وہ رقم بھی اسے دے دی۔ خدایا! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا دے، چناں چہ وہ چٹان کھسک گئی۔ (بخاری شریف ۲۲۷۲)

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ شخص جسے اپنی شہوت پوری کرنے کا موقعہ مل چکا تھا، اس کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں تھی، اور مبتلائے حرام ہونے میں بس ایک لمحے کی دیر تھی کہ اچانک لڑکی کے ایک جملے نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا، اس کے دل کا ایمان بیدار ہوگیا، اس کا ایمان نفس کی شہوت پر غالب آ گیا، تقویٰ اور خدا ترسی کا فیض یہی ہوتا ہے کہ بھٹکے قدم جادۂ مستقیم پر استوار ہو جاتے ہیں، اور انسان گناہ کے دلدل میں پھنسنے سے بچ جاتا ہے۔ بقول شاعر:

حفاظت جس سفینے کی انہیں منظور ہوتی ہے
کنارے تک اسے خود لا کے طوفاں چھوڑ جاتے ہیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا معمول اپنے زمانۂ خلافت میں رات میں گشت کرنے اور رعایا کی خبر گیری کا تھا، ایک رات ان کا گذر ایسے مکان سے ہوا جہاں ایک نئی شادی شدہ خاتون رہتی تھی، اس کا شوہر سفر پر تھا، اور وہ عربی کے اشعار پڑھ رہی تھی جس کا حاصل یہ تھا کہ شب فراق بہت دراز ہوگئی ہے، میرا رفیق سفر مجھ سے دور ہے، اس کی یاد مجھے بے تاب کئے ہوئے ہے، بخدا اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو میں بدکاری میں مبتلا ہو ہی جاتی؛ لیکن مجھے اس خدائے قادر کا خوف ہے جس کے علم میں سب کچھ ہے، اور جس کا فرشتہ ہماری ہر نقل وحرکت لکھ رہا ہے، خدا کا خوف، شوہر کا لحاظ اور میری حیا وہ چیزیں ہیں جو مجھے حرام راہ پر جانے سے روکتی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۲۴۱)

معلوم ہوا کہ اللہ کا خوف اور تقویٰ انسان کو گناہوں کی غلاظت سے بچاتا ہے۔ بقول شاعر:

اِلْـزَمْ یَدَیْکَ بِحَبْلِ اللّٰہِ مُعْتَصِماً

فَـاِنَّـہُ الـرُّکْنُ اِنْ خَانَتْکَ اَرْکَانٗ

ترجمہ: اپنے ہاتھوں کو اللہ کی رسی (قرآن) سے باندھے رکھو، اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو، جہاں سب سہارے ٹوٹ جاتے ہیں وہاں قرآن سہارا ثابت ہوتا ہے اور قدم راہِ تقویٰ پر جمائے رکھتا ہے۔

ایمان کامل

انسان کے اندر کا ایمان اس کے لئے گناہ سے رکنے اور بطور خاص عفت کی حفاظت کا قوی ترین سبب اور تدبیر ثابت ہوتا ہے، اسلامی شریعت اہل ایمان کے دلوں میں خوفِ خدا کو مستحکم کرتی ہے اور برائیوں سے رکنے اور نیکیوں کی انجام دہی کے فریضہ کی طرف متوجہ کرتی ہے، اللہ کے حاضر و ناظر ہونے اور کائنات کی ہر چیز سے باخبر ہونے کا احساس دل میں بیدار کرتی ہے، پھر یہی احساس تقاضائے گناہ کے باوجود گناہ کرنے سے مانع بن جاتا ہے۔ صحابیٔ رسول حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کو مکۃ المکرّمہ میں ''عناق'' نامی خاتون نے مجبور زنا کیا تو انہوں نے صاف منع کر دیا اور فرمایا: حَرَّمَ اللّٰہُ الزِّنَا۔ اللہ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے۔ (ترمذی شریف)

روایات میں آتا ہے کہ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کو قبول اسلام سے پہلے سے اس خاتون سے محبتِ خاطر تھی، اور وہ اس سے نکاح کے خواہاں بھی تھے، اور دوبار انہوں نے اس خاتون سے نکاح کے لئے بارگاہِ رسالت میں اجازت بھی طلب کی تھی، مگر یہ طلب منظور نہ ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ: ﴿وَالزَّانِیَةُ لاَ یَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ. (النور: ٣)﴾ پڑھ کر یہ اصول بتادیا کہ زنا کار عورت کا جوڑ زنا کار مرد یا مشرک مرد ہے، صاحب ایمان کو اس سے نکاح نہ کرنا چاہیے، اس خاتون سے قلبی محبت اور اس کی طرف سے اصرارِ گناہ کے باوجود حضرت مرثد رضی اللہ عنہ زنا کے گناہ میں مبتلا نہ ہوئے، یہ دل کے ایمان کا اثر تھا۔

ایمان کی کرشمہ فرمائی ہے کہ بدکاری اور فواحش میں غرق سماج ایمان قبول کرتے ہی

تمام برائیوں سے دامن کش ہو جاتا تھا، سیرت و تاریخ کی کتابیں ایسے نمونوں سے بھری پڑی ہیں، نہ جانے کتنے ایسے افراد ہیں جو پور پور گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے، مگر جب ایمان ان کے دلوں میں راسخ ہوا تو ان کی دنیا ہی بدل گئی اور ان کی کایا بالکل پلٹ گئی۔

اجتماعی کفالت اور مالی تعاون کا نظام

بدکاری کے اڈوں اور اس لعنت میں مبتلا افراد کے سروے سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ بالعموم فقر وافلاس اور مالی تنگ دستی عورت کو زنا اور بیسوائی کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے، اسلام نے ایک طرف اس پیشہ پر قدغن لگائی ہے، اور اس ذلت آمیز کاروبار پر سخت روک لگائی ہے، اور اس آمدنی کو حرام، گناہ اور پلید قرار دیا ہے، اور دوسری طرف مالی مشکل کے حل کے لئے نادار رشتہ داروں کی مدد وتعاون، زکاۃ وصدقات کے انفرادی نظام کے علاوہ اسلامی حکومت کے ذمے ناداروں کی کفالت کا اجتماعی نظام مقرر کردیا ہے، اگر اس نظام پر صحیح معنوں میں عمل درآمد ہو جائے تو فقر وناداری کی وہ مشکل ختم ہو سکتی ہے جو بالعموم زنا کے پیشے پر منتج ہوتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ یہ نظام عصمتوں کے تحفظ کی انتہائی مؤثر تدبیر ہے۔

نگاہوں کی حفاظت

بدنگاہی زنا کی پہلی سیڑھی ہے، عفت وعصمت کی حفاظت کا پہلا قدم نگاہ کی حفاظت ہے، قرآن میں رسول اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ مردوں اور عورتوں کو صریح طور پر نگاہ کی حفاظت کا تاکیدی حکم کریں۔ امام ابن القیم نے لکھا ہے کہ:

"اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ اہل ایمان کو نگاہیں نیچی رکھنے اور شرم گاہوں کی حفاظت کی تاکید کریں، شرم گاہ کی حفاظت کے لئے نگاہ کی حفاظت بنیادی طور پر ضروری ہے؛ اس لئے پہلے نگاہ نیچی کرنے کی تلقین ہے، پھر شرم گاہ کی حفاظت کا حکم ہے، بدنگاہی سب سے پہلے ہوتی ہے جس کا نتیجہ دل کے شہوانی خیالات کے ابھار کی شکل میں نمایاں ہوتا ہے، پھر یہی خیالاتِ بدزنا کی سمت میں انسان کا قدم بڑھاتے ہیں، بالآخر گناہ ہو ہی جاتا ہے، اسی لئے

کہا جاتا ہے کہ جو چار چیزوں کی حفاظت کرلے وہ اپنے دین کو محفوظ کرلیتا ہے۔ (۱) نگاہ (۲) خیالات (۳) زبان (۴) قدم۔ مسلمان کو چاہئے کہ ان چار چیزوں کی حفاظت کرے، نہ تو بدنگاہی کرے، نہ برے اور شہوانی خیالات لائے، نہ زبان سے بری اور شہوانی باتیں کرے اور نہ گناہ کی سمت قدم بڑھائے''۔ (الداء والدواء ۲۳۲)

امام قرطبیؒ کے بقول:

''نگاہ دل تک رسائی کا سب سے بڑا دروازہ ہے، اور اس راہ سے فتنے بہت جلد اور بہت زیادہ آتے ہیں، اس لئے نگاہ کی بے احتیاطی سے بچنا بے حد ضروری ہے اور اس کی حفاظت کا اہتمام لازم ہے''۔ (تفسیر القرطبی ۱۴۸/۲)

ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ راستے کا حق کیا ہے؟ فرمایا: نگاہ پست رکھنا۔ (بخاری شریف ۶۲۲۹)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بقول:

مَا مِنْ نَظْرَةٍ اِلَّا وَلِلشَّيْطَانِ فِيْهَا مَطْمَعٌ. (الورع لابن ابی الدنیا ۱۶)

ترجمہ: ہر نگاہ میں شیطان کی لالچ شامل ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تمہارے پاس سے کسی عورت کا گذر ہو تو نگاہ نیچی کرلو یہاں تک کہ وہ گذر جائے۔ (الورع ابن ابی الدنیا ۱۶)

معلوم ہوا کہ غض بصر کی ہدایت بڑی اہم ہدایت ہے، نگاہ ہی درحقیقت مرد وعورت کے درمیان اولین قاصد کا کام دیتی ہے، اگر اس کے اوپر ایمان داری کے ساتھ کوئی شخص پہرہ دار بٹھادے تو وہ شیطان کے بہت سے فتنوں سے امان میں ہوجاتا ہے۔ (تدبر قرآن ۳۹۶/۵)

پہلی فرصت میں سنت نکاح کی ادائیگی

قرآنِ کریم نے متعدد مقامات پر شرم گاہ کی حفاظت، معاشرے کی پاکیزگی اور ہویٰ وہوس کی تحریصات وترغیبات سے محفوظ رکھنے نیز اخلاقی انحراف اور بگاڑ سے بچانے کے مقصد سے نکاح کی ترغیب اور تاکید فرمائی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

وَاَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآءِ كُمْ،
اِنْ يَكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ. (النور: ۳۲)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں ان کا نکاح کردو، اور تمہارے زیر دست غلاموں اور باندیوں میں جو نیک چلن ہوں ان کا بھی نکاح کردو، اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں تونگر کردے گا۔

معلوم ہوا کہ کسی بھی سماج میں اخلاقی بگاڑ اور شیطانی وساوس اور دراندازیوں کی راہ کھولنے والے عوامل میں نکاح کی سنت سے غفلت اور مردوں کا بیویوں سے اور عورتوں کا شوہروں سے محروم رہنا بنیادی عامل ہے، ناجائز تعلقات کو فروغ اور تہمت طرازی کا عموم اسی سے ہوتا ہے، اس لئے نکاح کی راہ میں جتنی رکاوٹیں آئیں گی، زنا کا چلن اتنا ہی بڑھے گا، نکاح جس قدر مہنگا ہوگا زنا اسی قدر سستا ہوگا، ہمارے موجودہ سماج کا منظر نامہ اسی کا ثبوت دیتا ہے، جہیز کی لعنت اور دیگر خرافات نے نکاح کے عمل کو اس قدر مہنگا اور مشکل کردیا ہے کہ متوسط درجے کے آدمی کے لئے اپنی بیٹی کا نکاح جوئے شیر لانے کے مرادف ہوگیا ہے، اور مشاہدہ بتارہا ہے کہ جس تیزی سے نکاح مہنگا اور مشکل ہورہا ہے اس سے زیادہ تیزی سے زنا ارزاں اور آسان ہوتا جارہا ہے، اور سماج کا ہر طبقہ اس لعنت میں غرق ہوتا جارہا ہے، زنا کے سدباب کی کوئی کوشش نکاح کو آسان بنائے بغیر سودمند اور کارگر نہیں ہوسکتی۔

حضور اکرم ﷺ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو نکاح نہ کرنے اور مشغول عبادت رہنے کا عزم کرچکے تھے، یہ فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا متقی ہوں، پھر بھی نکاح کرتا ہوں، نکاح میری سنت ہے، جو اس سے اعراض کرتا ہے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (بخاری شریف ۵۰۶۳)

حضور اکرم ﷺ کی سنت ہر کجی سے پاک، موافقِ فطرت، اور شہوت کا زور توڑنے، عفت وعصمت کی حفاظت اور نوع انسانی کے بقا کے لئے بے حد مدد ومعاون ہے اور اسی کو

اپنانے میں فلاح مضمر ہے۔(فتح الباری ۹/۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

ثَلاَ ثَةٌ حَقٌ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ: اَلنَّاكِحُ يُرِيْدُ الْعَفَافَ، وَالْمُكَاتَبُ يُرِيْدُ الْأَدَاءَ، وَالْغَازِيُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (ترمذی شریف)

ترجمہ: تین آدمی وہ ہیں جن کی مدد اللہ کے ذمے ہے: (۱) جو پاک دامن رہنے کے لئے نکاح کرے (۲) وہ مکاتب (وہ غلام جسے اس کے آقا نے آزادی کے لئے مال کی متعین مقدار ادا کرنے کو کہا ہو) جو مال کتابت (اپنی آزادی کے لئے متعینہ رقم) ادا کرنے کی نیت رکھے (۳) وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے۔

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں:

''بعض لوگ نکاح میں اس لئے پس وپیش کرتے ہیں کہ نکاح ہوجانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھے گا، انہیں قرآن نے سمجھادیا کہ ایسے موہوم خطرات پر نکاح سے مت رکو، روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے، نہ مجرد رہنا غنا کا موجب ہے اور نہ نکاح کرنا فقر وافلاس کو مستلزم ہے''۔ (تفسیر عثمانی ۱۸۵/۲)

واضح ہوا کہ جنسی اور شہوانی مشکلات کا سب سے کامیاب حل اور عفت وعصمت کی حفاظت کا سب سے بہتر طریقہ اور فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ سب سے عمدہ صورت پہلی فرصت میں سنت نکاح کی ادائیگی ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. (بخاری شریف ۱۹۰۵)

ترجمہ: نوجوانو! تم میں سے جو شادی کرسکتا ہو وہ شادی کرلے؛ کیوں کہ یہ نگاہ کو بدنظری سے بچانے اور آدمی کی عفت قائم رکھنے کا سب سے بڑا

ذریعہ ہے، اور جو شادی نہ کرسکتا ہو وہ روزے رکھے؛ کیوں کہ روزے آدمی کی طبیعت کا جوش ٹھنڈا کردیتے ہیں۔

شادی نہ کرسکنے کی صورت میں روزوں کا اہتمام

احادیث میں وضاحت آئی ہے کہ شادی کی وسعت وقدرت نہ رکھنے والے کو زنا اور حرام سے بچنے کے مقصد سے روزوں کا اہتمام کرنا چاہئے۔ حافظ ابن حجرؒ کے بقول:

"نکاح کی شہوت کھانے کی شہوت کے تابع ہوتی ہے، کھانے کی مقدار بڑھنے سے شہوت بڑھتی ہے، اور بھوک شہوت کا زور کم کرتی ہے، اس لئے روزوں کی پابندی عفت وعصمت کی حفاظت کا مؤثر نسخہ ہے"۔ (فتح الباری ۱۴/۹)

ایک مفکر نے لکھا ہے کہ:

"روزہ انسان کو مقام بلند پر متمکن کرتا ہے، اس کے فیض سے ضبط نفس اور قابو یابی کی دولت ملتی ہے، روزے میں انسان جس طرح حکم الٰہی کی اطاعت میں کھانے پینے سے رکا رہتا ہے، اسی طرح محض حصول رضائے الٰہی کے جذبے سے اپنی جنسی شہوت کو بھی لگام دیئے رہتا ہے، روزہ تربیت، شہوت پر کنٹرول اور ارادے کی قوت اور استقامت پیدا کرنے میں بے حد ممد ومعاون چیز ہے، اور صدیوں سے دور نبوی سے آج تک روزے کے یہ اثرات نمایاں اور محسوس شکل میں نظر آرہے ہیں"۔ (الاسلام: سعید حوی ۱/۱۶۴)

اسلام کی یہ ہدایت ہے کہ جنسی رجحانات اگر زورآور اور سرکش ہوجائیں اور ان کے افراط سے مبتلائے گناہ اور آلودۂ عصیاں ہونے کا شدید خطرہ لاحق ہوجائے تو روزوں کی پابندی کی جائے، نفس اور ہوائے نفس کے سرکش گھوڑے کو لگام دینے کا یہ طریقہ بے حد حکیمانہ اور دانش مندانہ ہے، اور اس کی تاثیر مجرب ہے۔

عورتوں کا بے ضرورت نکلنے سے اجتناب اور گھروں میں قیام

عورت کا گھر میں رہنا سماج کو فتنہ سے محفوظ رکھنے اور شر وفساد کا دروازہ بند کرنے کے

مرادف ہے۔ قرآنِ کریم میں ازواجِ مطہرات کو براہِ راست اور بالواسطہ تمام عورتوں کو یہ تاکید کی گئی ہے:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلیٰ. (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔

معلوم ہوا کہ عورت کا اصل دائرۂ کار اس کا گھر ہے، اسے چراغ خانہ بنایا گیا ہے نہ کہ شمع محفل، اسے اپنے تمام کام اور سرگرمیاں گھر کے اندر جاری رکھنی ہیں، اور گھر سے باہر بلاضرورت قدم نہیں نکالنا ہے۔ اسلام سے قبل دور جاہلیت میں عورتیں بے پردہ نکلتی اور اپنے جسم و پوشاک کی زینت و زیبائش کی علانیہ نمائش کرتی تھیں، اسلام نے بڑی صراحت کے ساتھ اس پر قدغن لگادی اور تحفظ عصمت کے لئے بلاشدید ضرورت باہر نہ نکلنے اور مرد کے لئے عورت کو اور عورت کے لئے مرد کو نہ دیکھنے کا قانون بنادیا، اسی طرح غیر مرد سے ضرورت پر پردے کی آڑ سے بات کرنے اور لہجہ و اسلوب میں لوچ اور نزاکت نہ رکھنے کا حکم دیا، اور واضح کردیا کہ عورتوں کا زیب و زینت کی نمائش کے لئے باہر نکلنا جاہلیت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں:

اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّیْطَانُ، وَأَقْرَبُ مَا تَکُوْنُ بِرَوْحَةِ رَبِّهَا وَهِیَ فِیْ قَعْرِ بَیْتِهَا. (تفسیر ابن کثیر ٤/٢١٨)

ترجمہ: عورت پردہ کی چیز ہے، جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے، اور اللہ کی رحمت سے قریب تر وہ اس وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر میں ہو۔

علامہ قرطبی کے بقول:

”آیت میں اگرچہ خطاب ازواج مطہرات کو ہے؛ لیکن اس کے عموم میں تمام عورتیں شامل ہیں، اور سب گھروں میں رہنے اور بے ضرورت نہ نکلنے کی پابند ہیں“۔ (تفسیر القرطبی ۱۴/۱۷۹)

احادیثِ رسول ﷺ میں عورت کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ اس کے لئے نماز جیسی اہم ترین عبادت کی انجام دہی اپنے گھر میں زیادہ بہتر ہے، مسند احمد میں منقول ہے کہ مشہور صحابی حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے اپنی خواہش ظاہر کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ کے ساتھ نماز ادا کرنا چاہتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری یہ خواہش معلوم ہے مگر تمہارا گھر میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے، اور گھر کے صحن کے بجائے کمرے کے اندر پڑھنا اور زیادہ بہتر ہے۔ چناں چہ ام حمید نے گھر کے بالکل اندرونی اور تاریک حصہ میں نماز کی جگہ بنائی اور تاحیات وہیں نماز ادا کرتی رہیں۔ (مسند احمد ٦/٣٧١)

اسی طرح عورت کے لئے جمعہ کی نماز کے واسطے مسجد جانا بھی واجب نہیں ہے، جمعہ کا وجوب عورت کے ذمہ سے ساقط کردیا گیا ہے۔

مرد کے لئے گوشۂ تنہائی میں نماز ادا کرنا سب سے ادنیٰ درجہ ہے اور بڑی سے بڑی جماعت میں شرکت سب سے اعلیٰ درجہ ہے، جب کہ عورت کے معاملہ میں ترتیب بالکل برعکس ہے کہ اس کا خلوت میں نماز پڑھنا باجماعت؛ بلکہ مسجد نبوی کی جماعت اور رسول اکرم ﷺ کی اقتدا میں پڑھنے سے افضل قرار دیا گیا ہے، اور اس فرق کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسلام عورت کے باہر نکلنے اور مردوزن کے کسی بھی درجہ میں اختلاط کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

شریعت نے یہ ضابطہ بنادیا ہے کہ:

(۱) عورت ضرورت پڑنے پر ہی نکلے۔ ارشاد نبوی ہے:

قَدْ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ. (بخاری شریف)

ترجمہ: اے عورتو! اللہ نے تم کو اپنی ضروریات کے لئے ہی نکلنے کی اجازت دی ہے۔

(۲) اپنے سرپرست وذمہ دار کی اجازت سے ہی نکلے۔ حدیث میں ہے:

وَلَا تَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، فَاِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ

مَلائِکَۃُ الْغَضَبِ وَالرَّحْمَۃِ حَتّٰی تَتُوْبَ اَوْ تُرَاجِعَ. (بیہقی ۲۹۲/۷)

ترجمہ: عورت اپنے شوہر کے گھر سے بلا اس کی اجازت کے نہ نکلے، اگر ایسا کرتی ہے تو غضب و رحمت کے تمام فرشتے اس پر توبہ کرنے یا واپس آنے تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

(۳) جب بھی نکلے انتہائی باپردہ ہو کر نکلے۔ قرآن میں ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلاَبِیْبِھِنَّ. (الاحزاب: ۵۹)

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں۔

اس آیت میں نقاب و چادر کا جو حکم دیا گیا ہے اس کے لزوم اور ضرورت سے کوئی ذی ہوش انکار نہیں کرسکتا، بقول مولانا اصلاحی:

''اس برقعہ کو اس زمانے کے دل دادگانِ تہذیب اگر تہذیب کے خلاف قرار دیتے ہیں تو دیں؛ لیکن قرآن مجید میں اس کا حکم نہایت واضح الفاظ میں موجود ہے، جس کا انکار صرف وہی لوگ کرسکتے ہیں جو خدا اور رسول سے زیادہ مہذب ہونے کے مدعی ہوں''۔ (تدبر قرآن ۲۶۹/۶)

(۴) عورت عام لباس میں بغیر خوشبو کے نکلے۔ حدیث میں آیا ہے:

اِذَا اسْتَعْطَرَتِ الْمَرْأَۃُ فَمَرَّتْ عَلیٰ قَوْمٍ لِیَجِدُوْا رِیْحَھَا فَھِیَ کَذَا وَکَذَا. (ابوداؤد شریف ۴۱۷۳)

ترجمہ: جب عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے اس لئے گذرے کہ لوگ اس کی مہک محسوس کریں تو وہ ایسی اور ویسی ہے (یعنی گنہ گار، بدترین اور مستحق عذاب ہے)

(۵) عورت اجنبی مردوں کے ساتھ نہ نکلے؛ بلکہ اپنے محارم یا نیک خواتین کے ساتھ باہر جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عورتوں کی ایک جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

کہ مردوں کو فضائل حاصل ہیں، وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں، ہم کون سا عمل کریں کہ ہم کو مجاہد کا مقام مل جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَعَدَتْ مِنْكُنَّ فِيْ بَيْتِهَا فَإِنَّهَا تُدْرِكُ عَمَلَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (تفسیر ابن کثیر ۲۱۸/٤)

ترجمہ: تم میں سے جو عورت اپنے گھر میں قیام کرے اسے مجاہد کا مقام مل جائے گا۔

بے پردگی کے نقصانات میں: (۱) بے غیرتی و بے حمیتی پیدا ہونا (۲) زنا کا چلن (۳) حرام اولاد کی کثرت (۴) حسب ونسب کا ضیاع (۵) باہمی نزاع (۶) جھوٹ اور مکر وفریب کا رواج (۷) بے حیائی اور نحوست (۸) بدنامی (۹) احساس گناہ کا خاتمہ (۱۰) تقویٰ کی روح ختم ہونا.......... یہ سب نمایاں ہیں۔

ایک مفکر کے بقول:

''عورت کے بیرونِ خانہ سرگرمیوں کے جواز میں بڑی سے بڑی دلیل جو پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے جنگ جمل میں حصہ لیا تھا؛ لیکن یہ استدلال جو لوگ پیش کرتے ہیں، انہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ خود حضرت عائشہ کا اپنا خیال اس باب میں کیا تھا؟ مسروق کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ جب تلاوت کرتے ہوئے اس آیت ﴿وقرن في بيوتكن﴾ پر پہنچتی تھیں تو بے اختیار رو پڑتی تھیں، یہاں تک کہ ان کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا؛ کیوں کہ اس پر انہیں جنگ جمل میں نکلنے کا اپنا قصور یاد آ جاتا تھا''۔ (ملاحظہ ہو تفہیم ۴/۹۰)

حاصل یہ ہے کہ اسلام اپنے جامع قانونِ معاشرت کے ذریعہ صنفی انتشار کی روک تھام اور غیر معتدل شہوانی تحریکات کا سد باب چاہتا ہے، اور اس کے لئے اصلاحِ اخلاق، تعزیری قوانین اور ستر وحجاب کی تین تدبیریں اسلام نے متعین کی ہیں؛ لیکن موجودہ صورتِ حال میں عریانیت اور بے راہ روی کا جو طوفان آیا ہے اس نے غیر اسلامی اور فحاشی پر مبنی تہذیب مسلمانوں کے سماج میں پیوست کردی ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اصلاح اخلاق کا

بنیادی ستون گرتا جارہا ہے، بے حیائی اور اخلاقی انحطاط نے اسلامی اخلاقیات پر تیشے چلادئے ہیں، پوری دنیا کی صورتِ حال یہ ہے کہ کسی بھی اسلامی ملک میں صحیح اسلامی حکومت نہیں ہے، ہوسِ اقتدار اور حب دنیا نے سب کو اپنے مفادات کا غلام اور ابلیسی وطاغوتی راہوں کا راہی بنادیا ہے؛ اسی لئے تعزیری قوانین کی تنفیذ جوئے شیر لانے سے زیادہ مشکل ہوگئی ہے، اب صرف آخری تدبیر ستر وحجاب کی باقی ہے، جسے ختم کرنے کے لئے پوری دنیا میں غوغا ہے، اور جس پر اعتراضات کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم ہے۔

ایک طرف حالات کی سنگینی ہے، اور دوسری طرف پردے کا اسلامی حکم، عقل اگر سلیم ہے اور تہذیب حاضر کے علم برداروں کی غلام نہیں ہے، تو یہ فیصلہ کرنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ دنیا کے حالات پردے کی تخفیف کے نہیں؛ بلکہ اور زیادہ اہتمام کے متقاضی ہیں، اور

''اس میں تخفیف کرنے سے پہلے اتنی قوت پیدا کرنی چاہئے کہ اگر کوئی مسلمان عورت بے نقاب ہوتو جہاں اس کو گھورنے کے لئے دو آنکھیں موجود ہوں، وہیں ان آنکھوں کو نکال لینے کے لئے پچاس ہاتھ بھی موجود ہوں''۔ (پردہ ۲۵۵)

اللہ کے نیک بندوں کی صحبت

اپنے نفس کی شہوتوں کو لگام دینے اور عفت وعصمت کے تحفظ کی ایک کارگر تدبیر اللہ کے نیک بندوں کی صحبت ومعیت اور فساق وفجار سے کنارہ کشی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

اَلْمَرْءُ عَلیٰ دِیْنِ خَلِیْلِہٖ، فَلْیَنْظُرْ أَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ. (ابو داؤد شریف)

ترجمہ: آدمی اپنے دوست کے طریقے پر کاربند ہوتا ہے، اس لئے دوستی سے پہلے دیکھ لینا چاہئے کہ کس سے دوستی کی جارہی ہے؟

نیک صحبت کے اثرات بے حد اچھے ہوتے ہیں، اہل اللہ کی صحبت میں دل ونگاہ سب بیدار وہوشیار رہتے ہیں، غفلت اور کسل مندی حملہ آور نہیں ہوتی، قرآنِ کریم میں حضور اکرم ﷺ کو حکم ہے:

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ بِالۡغَدَاۃِ وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ، وَلَا تَعۡدُ عَیۡنَاکَ عَنۡھُمۡ، تُرِیۡدُ زِیۡنَۃَ الۡحَیَاۃِ الدُّنۡیَا، وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَہٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوَاہُ وَکَانَ اَمۡرُہٗ فُرُطاً۔ (الکھف: ۲۸)

ترجمہ: آپ اپنے آپ کو ان کے ساتھ مقید و پابند کرلیجئے جو محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے صبح و شام اس کی بندگی کرتے ہیں، دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی توجہات ان سے ہٹنے نہ پائیں، اور آپ اس کا کہنا نہ مانئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا اور جو اپنی خواہش نفس کا غلام ہے اور جس کا معاملہ حد سے آگے بڑھ چکا ہے۔

واضح کردیا گیا ہے کہ اہل ایمان کا تعلق، انس و محبت، معاونت و مشورہ سب اللہ کے نیک بندوں سے ہونا چاہئے، اہل ایمان کو قرآن میں تقویٰ اور ﴿کونوا مع الصادقین﴾ (سچوں اور نیکوں کے ساتھ رہنے) کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

عَلَیۡکَ بِاِخۡوَانِ الصَّفَا وَالصِّدۡقِ، فَعِشۡ فِیۡ اَکۡنَافِھِمۡ، فَاِنَّھُمۡ زِیۡنَۃٌ فِیۡ الرَّخَاءِ، وَعُدَّۃٌ فِی الۡبَلَاءِ۔ (الاخوۃ جاسم المھلھل ۳۸)

ترجمہ: مخلص، صداقت شعار اور صالح دوستوں سے رابطہ استوار رکھو، انہیں کے سایۂ صحبت میں رہو؛ کیوں کہ وہ خوش حالی میں ساتھ رہتے ہیں اور بدحالی میں مددگار ہوتے ہیں۔

اسلاف کا یہ قول مشہور ہے:

لَیۡسَ شَیۡءٌ اَنۡفَعَ لِلۡقَلۡبِ مِنۡ مُخَالَطَۃِ الصَّالِحِیۡنَ وَالنَّظۡرِ اِلیٰ اَفۡعَالِھِمۡ، وَلَیۡسَ شَیۡءٌ اَضَرَّ عَلَی الۡقَلۡبِ مِنۡ مُخَالَطَۃِ الۡفَاسِقِیۡنَ وَالنَّظۡرِ اِلیٰ اَفۡعَالِھِمۡ۔ (ایضاً)

ترجمہ: نیکوں کی صحبت اور ان کے افعال پر نگاہ رکھنے سے زیادہ نفع بخش

چیز دل کے لئے کچھ نہیں ہے، اور بروں کی صحبت اوران کے افعال کودیکھنے سے زیادہ مضر چیز دل کے لئے کچھ نہیں ہے۔

اور

مُجَالَسَةُ اَهْلِ الصَّلَاحِ تُوْرِثُ فِي الْقَلْبِ الصَّلَاحَ. (ایضاً)

ترجمہ: نیکوں کی ہم نشینی دل میں نیکی کے جذبات پیدا کردیتی ہے۔

فارسی میں مشہور ہے: ''یارِ بدبدتر از مارِ بد'' برادوست سانپ سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

امام غزالیؒ کے بقول اس کی وجہ یہی ہے کہ سانپ جسم کونقصان پہنچاتا ہے، جب کہ برا مصاحب روح اور ایمان وعفت کونقصان پہنچاتا اورداغ دار کرتا ہے۔

عموماً یہ مشاہدہ ہے کہ اپنی عملی زندگی میں بدکاری سے دور آدمی جب غلط صحبت میں آتا ہے تو اس کی زندگی بدکاری کی غلاظت سے آلودہ ہوئے بغیر نہیں رہتی، اسی لئے فاسقین کی صحبت سے پرہیز اوراہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے کوعفت وعصمت کے تحفظ اور بدکاری سے دوررہنے کا کامیاب نسخہ قراردیا گیا ہے۔

شہوت انگیز امور سے کلی اجتناب

عفت وعصمت کے تحفظ کی ایک نہایت مؤثر تدبیر یہ ہے کہ انسان ان تمام امور اور اشیاء سے بے حد اہتمام اور احتیاط کے ساتھ گریز کرے جو اس کی شہوت کو برانگیختہ کرنے والے اور اسے بے لگام بنانے والے ہوں۔ قرآنِ مقدس میں زنا کے قریب جانے سے ممانعت کا قطعی اورصریح حکم وارد ہوا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ جب تک جملہ شہوت انگیز اسباب وامور سے اجتناب نہیں ہوگا عفت وعصمت کا دامن محفوظ اور بے داغ نہیں رہ سکے گا۔

اسلام میں شراب کی حرمت اسی لئے ہے کہ وہ ام الخبائث اور تمام رذائل کی جڑ اور بنیاد ہے، رقص وسرود اور گانے باجے کوحرام اسی لئے قرار دیا گیا ہے کہ وہ زنا کے محرک وداعی

امور ہیں، اوران سے سویا ہوا فتنہ جاگ اٹھتا ہے، اورشہوانی جذبات میں ہیجان برپا ہوجاتا ہے۔ اسلام نے فلموں اورفحش لٹریچر پر بندش اسی لئے لگادی ہے کہ ان سے بے حیائی اور بدکاری کی راہ ہموار ہوتی ہے، اسلام نے اپنے پاکیزہ اخلاق، اعلیٰ اقداراورانسانی شرافت اورحسن کردار کے تحفظ کی خاطر مخلوط سوسائٹی، مردوں اورعورتوں کے آزادانہ اختلاط اوران کو تخلیہ میں ملاقات کی تمام شکلوں سے سختی سے روک دیا ہے۔

انسان کو بروں کی ہم نشینی سے روکنے کا اسلامی حکم اسی غرض کے لئے ہے، متعدد ذرائع ابلاغ کے بار بار کے سروے رپورٹس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ بیشتر افراد کے بگاڑ اور بدراہی کا اصل سبب بری صحبت ہے۔ عربی شاعر نے اسی لئے کہا ہے:

وَاحْـذَرْ مُؤَاخَاةَ الـدَّنِيْءِ فَإِنَّـهُ

يُعْدِيْ كَمَا يُعْدِيْ السَّلِيْمَ الأَجْرَبُ

ترجمہ: برے انسان کو بھائی اور دوست بنانے سے بچو؛ اس لئے کہ اس کی برائی متعدی اور منتقل ہوتی ہے، جیسا کہ خارشتی اونٹ کا مرض سالم اونٹ تک پہنچ کر رہتا ہے، اسی طرح برے رفیق کی برائی ساتھ رہنے والے تک پہنچ کر رہتی ہے۔

ایک عرب عالم نے لکھا ہے کہ ایک نوجوان اپنے غیرمسلم دوستوں کے اصرار پران کے علاقے میں گیا، خوب گھوما پھرا، دوستوں نے اسے بار بار شراب وکباب کی دعوت دی، مگر اس کے اندر کا ایمان اسے دوستوں کی یہ پیش کش قبول نہ کراسکا، بدکار دوستوں نے منظّم پلاننگ کے تحت ایک رات اس کے کمرے میں نوجوان خوب صورت لڑکی پہنچادی، دروازہ باہر سے مقفل کردیا، برے دوستوں کی طویل رفاقت، شباب وجمال کا افسون، عشوہ وادا، ناز وانداز، رات کا سناٹا، شیطان کی وسوسہ کاری، نفس کے شہوانی جذبات، یہ سب جمع ہوگئے، بالآخروہ نوجوان اپنا جوہر عفت گنوا بیٹھا اوراپنا دامن داغ دار کربیٹھا، اِس پراس کے بخت کی سیاہی، کہ اُسی رات اس کو موت نے آدبوچا، اوروہ زنا کاری کے جرم میں مبتلا ہونے کی

حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ (عافانا اللہ من سوء الخاتمۃ) یہ بدنصیبی برے ہم نشینوں کی صحبت کا نتیجہ تھی، اسی لئے کہا گیا ہے:

اِذَا مَا صَحِبْتَ الْقَوْمَ فَاصْحَبْ خِيَارَهُمْ

وَلَا تَصْحَبِ الْأَرْدٰى فَتَرْدٰى مَعَ الرَّدِيِّ

ترجمہ: اگر تمہیں کسی کی صحبت اختیار کرنی ہے تو اچھوں کی صحبت اختیار کرو، بروں کی ہم نشینی نہ اختیار کرو ورنہ تم بھی برے بن کر رہو گے۔ (لہیب الشہوات: محمد الہبد ان ۲۳)

بدکاری کے اخروی عذاب کا استحضار

حرام شہوت رانی، زنا کاری اور بدکاری شریعت کی نگاہ میں بدترین جرم ہے اور قرآن وسنت کے نصوص میں اس کی بے انتہا شناعت وقباحت اور اس کے بدترین اخروی عذاب کا صریح الفاظ میں جابجا ذکر ملتا ہے، اگر انسان اس عذاب اور رسوائی کا تصور، احساس اور استحضار صدق دل سے کرلے تو یہی اس کو ان جرائم سے باز رکھنے اور اپنی عفت وعصمت کے تحفظ کی بے حد کارگر تدبیر بن سکتا ہے۔

قرآنِ کریم میں ''عباد الرحمٰن (اللہ کے نیک بندوں) کے اوصاف کے ذیل میں فرمایا گیا ہے:

وَلَا يَزْنُوْنَ، وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَاماً، يُّضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَاناً. (الفرقان: ٦٨-٦٩)

ترجمہ: اللہ کے نیک بندے بدکاری نہیں کرتے ہیں، اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اپنے گناہ کے انجام سے دوچار ہوگا، قیامت کے دن اس کے عذاب میں درجہ بدرجہ اضافہ کیا جائے گا اور اس میں خوار ہو کر وہ ہمیشہ رہے گا۔

واضح کر دیا گیا ہے کہ بدکاری کی سزا میں محض عذاب پر اکتفا نہیں ہوگی؛ بلکہ عذاب

کے ساتھ ذلت اور رسوائی سے بھی سابقہ ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے ایک بار اپنا خواب صحابہ سے بیان فرمایا کہ آج رات میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے ساتھ لے کر چلے، چلتے چلتے ہم آگ کے ایک تنور کے پاس سے گذرے، میں نے اس میں جھانکا تو دیکھا کہ ننگے مرد اور ننگی عورتیں ہیں، اور آگ ان کو لپیٹے ہوئے ہے اور وہ چیخ رہے ہیں، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ بدکار مرد اور بدکار عورتیں ہیں۔ (بخاری شریف: کتاب الجنائز)

بدکاری کے سنگین ترین عذاب آخرت کا ذکر متعدد احادیث میں ہے، اگر انسان سچے دل سے اس کا استحضار کرلے تو اپنا دامن عصمت محفوظ رکھ سکتا ہے۔

آخرت کی ابدی نعمتوں کا استحضار

خدائے رحمٰن ورحیم نے عفت مآب انسانوں کے لئے آخرت میں بے شمار نعمتیں تیار کررکھی ہیں، جو سب کی سب بےنظیر اور دائمی وسرمدی ہیں، بےنظیر جمال وحسن کی پیکر اور عفت کی شاہ کار حوروں کا وعدہ اللہ نے فرمایا ہے، قرآن میں دسیوں مواقع پر اور احادیث میں بے شمار مقامات پر ان حوروں کے اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے، اور ہر بندۂ مؤمن کو صالحانہ زندگی گذار کر آخرت میں اللہ کی بے مثال نعمتوں سے سرفراز اور متمتع ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''جنت کی حوروں میں ایک ایسی بھی ہے جسے ''لعبۃ'' کہا جاتا ہے، اس کے جمال اور معصومیت پر دوسری حوریں بھی فریفتہ رہتی ہیں، اور اس سے کہتی ہیں کہ اگر دنیا والے تمہیں دیکھ لیں تو سب تمہارے قرب اور حصول کے لئے دیوانے ہوجائیں، اس کی آنکھ کے درمیان یہ لکھا ہوا ہے کہ: جو مجھے یا مجھ جیسی پانا چاہتا ہے وہ میرے رب کی مرضیات پر چلے اور اپنے آبگینۂ عفت کو کبھی ٹھیس نہ لگنے دے''۔ (لہیب الشہوات: محمد الہبدان ۲۵)

عربی شاعر کا کہنا ہے:

وَالْـمُتَّقُـوْنَ بِـرَوْضَـةٍ فِـیْ جَنَّـةٍ ☆ فِیْهَـا الـنَّـعِیْـمُ الدَّائِمُ الْمُتَکَامِلُ
وَالْحُوْرُ تُسْمِعُهُمْ بِصَوْتٍ نَاعِمٍ ☆ مَـا لَذَّ لِلْاَسْمَاعِ وَیُحَکَ غَافِلُ
هٰـذَا الـنَّـعِیْـمُ وَفَوْقَهٗ مَا جَلَّ عَنْ ☆ دَرْکِ الْعُقُوْلِ وَکُلِّ مَا یَتَخَایَلُ
نَـظَـرُ الْعِبَـادِ لِـرَبِّهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ☆ وَکَلَامُـهٗ هٰـذَا الـنَّـعِیْمُ الْکَـامِلُ
لَا تَـخْـدَعَـنَّ فَـمَا بِدُنْیَانَا سِوٰی ☆ هَـمٍّ وَغَـمٍّ أَوْ نَـعِیْـمٌ عَـاجِـلُ

ترجمہ: اللہ کے پرہیزگار وعفت مآب بندے جنت میں ایسے باغ میں ہوں گے جہاں دائمی اور مکمل آسائش ہوگی، حوریں اپنی نرم آواز میں وہ نغمے سنائیں گی جو کانوں کو بھلے معلوم ہوں گے، یہ اور اس کے علاوہ نہ جانے کتنی نعمتیں پروردگار کی ہوں گی جو عقل وخیال میں آ نہیں سکتیں، پھر بندوں کا رب کا دیدار اور شرفِ ہم کلامی تو سب سے بڑی نعمت ہے، دنیا کے فریب میں نہ آؤ، دنیا میں تو غموم وافکار ہی ہیں اور اس کی لذت وآسائش عارضی زوال پذیر ہے۔ (ایضاً)

خدا کی جنت اور اس کی ابدی اور لازوال نعمتوں کا یقین اور استحضار اگر دل میں پیدا ہوجائے تو انسان اپنی خواہشات کو کبھی بے لگام نہ ہونے دے؛ بلکہ ہر آن متقیانہ اور محتاط زندگی گذارے، اور اس کا مطمح نظر صرف یہ بن جائے کہ مجھے آخرت کی کامیابی اور سرفرازی حاصل ہوجائے، چاہے اس کے لئے دنیا میں سب کچھ قربان کرنا پڑے۔ اسلام اپنے ہر پیروکار میں یہی جذبہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔

صغائر سے بھی بچنے کا اہتمام

صرف کبائر سے اجتناب کافی نہیں ہے، ہر بندۂ مؤمن صغائر سے اجتناب کا بھی شرعی طور پر پابند ہے، بدکاری اور زنا سے بچنے کے ساتھ ہی شہوت انگیز چیزوں میں غور کرنے، ان پر توجہ مرکوز رکھنے اور ان میں دل چسپی لینے سے بھی رکنا ضروری ہے، ورنہ یہی

دل چسپی اور توجہ وفکر بدکاری کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں، یہ سب شیطان کے وار اور اس کے حربے اور ہتھکنڈے ہیں، جنہیں وہ انسان کو آلودۂ عصیاں کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے، اسی لئے فرمایا گیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ، وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ. (النور: ۲۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر مت چلو، جو شیطان کے نقش قدم پر چلے گا تو وہ اسے بے حیائی اور برائی کی راہ ضرور سجھائے گا۔

حدیث میں فرمایا گیا ہے:

اِیَّاكُمْ وَمُحَقِّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّهُنَّ یَجْتَمِعْنَ عَلَى الرَّجُلِ حَتّٰى یُهْلِكْنَهٗ. (لهيب الشهوات: ۲۵، بحواله مسند احمد)

ترجمہ: چھوٹے اور معمولی گناہوں سے بچو؛ کیوں کہ اگر یہ معمولی گناہ بھی جمع ہوجائیں تو انسان کو تباہ کرڈالیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ کا ملفوظ ہے:

’’گناہِ کبیرہ اور صغیرہ کی مثال تو ایسی ہے جیسے آگ کا بڑا انگارہ اور چھوٹی چنگاری، چھوٹی چنگاری جلادے گی، جس طرح بڑا انگارہ جلاڈالتا ہے، یا جیسے چھوٹا سانپ اور بڑا سانپ، ڈسنے میں دونوں برابر ہیں، اسی طرح گناہ، صغیرہ ہو چاہے کبیرہ ہو، جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا عمل ہے تو پھر کیا صغیرہ اور کیا کبیرہ‘‘۔ (اصلاحی خطبات ۶/۲۴۲)

امام ابن القیمؒ نے لکھا ہے:

’’محققین کا کہنا ہے کہ بندے کو یہ نہ دیکھنا چاہئے کہ گناہ بڑا ہے یا چھوٹا؛ بلکہ گناہ کے ذریعہ جس اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم کی پامالی ہو رہی ہے، اس کا مقام اور عظمت دیکھنا چاہئے، اگر یہ بات پیدا ہوجائے تو انسان ہر گناہ سے بچنے لگے گا۔ ایک بااختیار وباعظمت حاکم اپنے ایک خادم کو کسی کام سے کسی دور دراز علاقہ میں جانے کا حکم دے، اور دوسرے

خادم کو کسی قریبی مقام پر جانے کا، اور دونوں خادم حکم کی تعمیل نہ کریں تو دونوں کا جرم یکساں ہوگا، مقام کے بعد وقرب سے کوئی تفاوت نہ رہے گا۔ دوسو درہم کا مالک زکاۃ نہ ادا کرے اور دو لاکھ درہم کا مالک زکاۃ ادا نہ کرے، جرم یکساں ہے، مال کی قلت وکثرت سے کوئی تفاوت نہیں ہوتا۔ اسی طرح گناہ کرنے والا اللہ کا نافرمان ہے، چھوٹا گناہ ہو یا بڑا، سب سے بچنا ضروری ہے''۔ (الجواب الکافی ۱۹۰)

مزید لکھتے ہیں:

''بدکاری کا خیال نہ آنے دو، ورنہ یہ خیال فکر بن جائے گا، اگر خیال آ جائے تو اسے فکر نہ بننے دو، ورنہ یہ فکر شہوت بن جائے گی، اگر فکر بن جائے تو اسے شہوت نہ بننے دو، ورنہ وہ پختہ ارادے میں تبدیل ہوجائے گی، اگر شہوت وخواہش پیدا ہی ہوجائے تو اسے پختہ ارادہ نہ بننے دو، ورنہ اس کا سلسلہ عمل تک پہنچ کر رہے گا، پھر ایک بار شہوت کے تقاضے پر عمل ہوجائے اور اس کا تدارک نہ کیا جائے تو عادت بن جاتی ہے اور اس سے پیچھا چھڑانا بے حد دشوار ہوجاتا ہے۔ (لہیب الشہوات ۲۶، بحوالہ ابن القیم)

واضح ہوا کہ صغائر سے اجتناب کا اہتمام انسان کی عفت وعصمت کی حفاظت کی مؤثر تدبیر ہے۔

مہلک ومتعدی امراض کا خوف

عفت وعصمت کے تحفظ کی تدبیروں میں یہ بھی ہے کہ حرام شہوت رانی اور بدکاری کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بے انتہا مہلک اور لاعلاج بیماریوں اور ان کے انجام بد کا استحضار کرلیا جائے، اور ان کا خوف دل میں اس طرح پیدا ہوجائے کہ نفس کے سرکش تقاضوں کے باوجود عقل بدکاری کی راہ پر چلنے سے روک دے۔

آج جنسی بے راہ روی کے نتیجے میں ایڈز اور اس جیسے متعدد مہلک امراض کا جو سیلاب آیا ہوا ہے وہ درحقیقت خدا کا قہر وعذاب ہے، جو سماج کی انتہائی آخری حد تک پہنچ چکی بدکاری کی لعنت کا وبال ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرکے فرمایا تھا:

لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يُعْلِنُوْا بِهَا اِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْاَوْجَاعُ الَّتِيْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِيْ اَسْلَافِهِمُ الَّذِيْنَ مَضَوْا.

(سنن ابن ماجه: ابواب الفتن، باب العقوبات ۲۹۰)

ترجمہ: جس قوم میں فحاشی پھیل جائے اور علانیہ ہوجائے، اس میں طاعون اور دیگر ایسے امراض پھیل جاتے ہیں جو پیش رو لوگوں میں نہیں تھے۔

اگر انسان یہ سوچے کہ بدکاری کے نتیجے میں متعدی اور مہلک مرض سے اسے دوچار ہونا ہوگا، پھر نہ وہ گھر میں منہ دکھانے کے لائق رہے گا نہ گھر کے باہر، ہر طرف سے اس کے لئے نفرت کا اظہار ہوگا، اسے اچھوت سمجھا جانے لگے گا، سماج اسے بالکل کم تر سمجھے گا، اگر یہ خیال دل میں پیدا ہوجائے تو ان شاء اللہ اس کو بدی کی راہ سے روکنے میں نمایاں کردار ادا کرے گا۔

اسلام دشمن سازشوں سے باخبری

تمام اسلام دشمن طاقتیں (یہودیت، نصرانیت، وثنیت) اسلام کے پاکیزہ اخلاق اور اعلیٰ اقدار کو ملیامیٹ کرنے اور مسلمانوں کو بدکرداری اور بے راہ روی کے بحر ظلمات میں غوطہ زن کرنے کے لئے تمام ذرائع ابلاغ، اخبارات، ریڈیو، میگزین، ڈش، ٹی وی، انٹرنیٹ، اشتہارات، ایڈورٹائز، پروگراموں، فلموں، سیریلس، خبروں اور دیگر طریقوں کی مدد سے عریانیت، ننگے پن اور فحاشی کی ترویج کی جو منظّم کوششیں ایک عرصہ سے کررہی ہیں، وہ کسی بھی صاحب نظر سے مخفی نہیں ہیں، استعماری طاقتوں کے ایک ترجمان نے بڑی قوت سے کہا تھا کہ:

"شراب کا ایک جام اور ایک حسین لڑکی کا حسن مسلمان کی اسلامی اقدار کو ملیامیٹ کرنے میں تمام ہتھیاروں اور حربوں سے بڑھ کر ہے"۔ (لہیب الشہوات ۲۷)

''کارل مارکس'' نے جب عقیدۂ الوہیت میں بگاڑ ڈالا تو اس سے پوچھا گیا تھا کہ اس عقیدے کا بدل کیا ہے؟ اس نے بے ساختہ جواب دیا کہ اس کا بدل تھیٹر ہے، اس عقیدے کے حاملین کو طاؤس ورباب، نغمہ وسرود، رقص وغنا میں الجھا دیا جائے تو پھر کسی عقیدے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔(ایضاً)

ایک طرف اسلام دشمن طاقتوں کی کرم فرمائیوں سے انتہائی ابتر ہوتی مسلم سماج کی اخلاقی صورتِ حال ہے، دوسری طرف ہماری شامت اعمال سے پوری دنیا میں مسلمانوں کی ذلت وادبار اور فلاکت وزوال کی حقیقت ہے۔ بقول شاعر:

اَنیّٰ اِتَّجَهتَ اِلَی الْاِسْلَامِ فِیْ بَلَدٍ
تَجِدُهٗ کَالطَّیْرِ مَقْصُوْصاً جَنَاحَاهُ

ترجمہ: جس علاقہ میں بھی تم اسلام اور مسلمان کا حال دیکھنا چاہو، اس کی مثال بالکل اس پرندے کی سی ملے گی جس کے بال وپر کتر دئے گئے ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ:

لِمِثْلِ هٰذَا یَذُوْبُ الْقَلْبُ مِنْ کَمَدٍ
اِنْ کَانَ فِیْ الْقَلْبِ اِسْلَامٌ وَاِیْمَانٌ

ترجمہ: اگر دل میں ایمان واسلام ہے تو اس جیسی صورتِ حال پر دل غم ورنج سے پھٹ پڑے گا اور آنسو رواں ہو جائیں گے۔

اس صورتِ حال سے جو حساس مسلمان بھی باخبر ہوگا وہ کبھی بھی دادِ عیش دینے کی ہمت نہیں کرے گا، اس کی نگاہ شہوت رانی کی طرف نہیں؛ بلکہ امت کے مسائل کے حل اور ملت کے درد کے مداوا کے لئے اٹھے گی، وہ اس حقیقت تک رسائی حاصل کرے گا کہ یہ زمانہ اقدام کا ہے، اعراض اور تخلف کا نہیں ہے، حالات سربکف ہوکر میدان میں آنے کے متقاضی ہیں، سوچنے، ادھیڑ بن میں لگے رہنے، حکمت ومصلحت کی جستجو اور غور وخوض میں لگے رہنے کے نہیں ہیں:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

وہ یہ سمجھ لے گا کہ:

حدیث کم نظراں ہے تو با زمانہ بہ ساز
زمانہ با تو نہ سازد، تو با زمانہ ستیز

اس کا یہ یقین بن جائے گا کہ زندگی اور عزت اسی کا مقدر ہے جو مرنے کے لئے تیار ہو جائے، جو اقدام نہیں کر سکتا وہ لقمۂ تر بن جاتا ہے۔ عربی مثل ہے:

اِنْ لَمْ تَکُنْ اٰکِلاً کُنْتَ مَأْکُوْلاً.

ترجمہ: اگر تم نہیں کھاؤ گے تو کھا لئے جاؤ گے۔

جو اقدامی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے دشمن اسے نوالۂ تر بنا لیتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ موجودہ دور میں امت محمدیہ کے خلاف جو دور رس سازشیں رچی جا رہی ہیں، ان سے باخبر رہنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، اور اس باخبری کے بے شمار فائدوں میں ایک فائدہ اپنی اور اپنے کردار و اخلاق کی حفاظت کی شکل میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔

کہیں جانے سے قبل اجازت طلبی

اسلام نے گھروں میں آنے سے قبل اجازت لینے کا حکم دیا ہے اور اسے پاکیزگی اور خیر کا ضامن قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتاً غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَهْلِهَا، ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ. (النور: ۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو، جب تک کہ اہل خانہ سے پوچھ نہ لو اور جب داخل ہو تو گھر والوں کو

سلام کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے؛ تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اجازت طلبی کا یہ حکم مردوں اور عورتوں سب کے لئے ہے، اور خاص اوقات میں نابالغ بچوں کے لئے بھی ہے۔

استیذان کا شرعی حکم بدنظری اور بدکاری سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے، اس سے جاہلیت کے اس طریق کا بھی سدباب ہوگیا جس میں لوگ بے دھڑک بلا اجازت دوسروں کے گھروں میں گھس آتے تھے۔ شریعت نے یہ عام اصول بنادیا کہ ہر شخص کو اپنے گھر میں تخلیہ کا حق ہے اور کسی کے لئے بلا اجازت مداخلت جائز نہیں ہے۔ اسی اصول کے تحت استیذان کا حکم دیا گیا، دوسرے گھر میں جھانکنے سے منع کیا گیا، دوسرے کا خط بلا اجازت پڑھنا یا ٹیلی فون سننا ممنوع قرار دیا گیا۔

شرعی حدود کی تنفیذ

فواحش وجرائم کے انسداد کے لئے اسلام میں حدود وتعزیرات کا انتہائی جامع اور مؤثر نظام تشکیل دیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

حَدٌّ يُعْمَلُ بِهٖ فِي الْاَرْضِ خَيْرٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ مِنْ اَنْ يُمْطَرُوْا اَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً. (صحیح ابن ماجه للالبانی ۷۸/۲)

ترجمہ: اسلامی سزا کا نافذ کرنا انسانوں کے لئے چالیس دنوں کی بارش کے نفع سے بھی زیادہ مفید ہے۔

زنا اور بدکاری اور ناجائز شہوت رانی پر رجم (سنگسار کیئے جانے) اور جلد (کوڑوں) کی سزا کا مقصد یہی ہے کہ مجرم دوبارہ اس جرم کی ہمت نہ کر سکے، دوسرے افراد کو عبرت ہو، اور سماج پر امن ہوجائے اور اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوں، جس سماج میں زنا کو گوارا کرلیا جائے اس سماج سے اللہ کی رحمتیں روٹھ جاتی ہیں۔ زنا کی سزا صرف سزا ہی نہیں؛ بلکہ یہ اعلان بھی ہے کہ مسلم معاشرہ اخلاقی قیود وحدود سے آزادی وبے لگامی اور ناجائز شہوت رانی بالکل گوارا نہیں

کر سکتا، اور وہ زنا اور متعلقاتِ زنا کی غلاظت سے پاک رہنا چاہتا ہے۔

نمازوں کا خاشعانہ اہتمام

قرآنی اعلان ہے:

اِنَّ الصَّلاۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ. (العنکبوت: ٤٥)

ترجمہ: نماز بے حیائی اور گناہوں سے روکتی ہے۔

اسی لئے متعدد آیات میں اس سے استعانت (مدد لینے) کا حکم دیا گیا ہے، خشوع وخضوع کی اعلیٰ کیفیات کے ساتھ ادا کی جانے والی نمازیں انسان کے قدم کو قعرِ معاصی میں گرنے سے بچاتی ہیں، اور بے حیائی وبدکاری کی راہوں سے دور رکھتی ہیں، معلوم ہوا کہ عفت وعصمت کے تحفظ میں اخلاص وخشوع کے ساتھ ادا ہونے والی نمازوں کا نمایاں کردار ہوتا ہے۔

دعا کا اہتمام

دعا مسلمان کا ہتھیار ہے، اسے روحِ بندگی قرار دیا گیا ہے، اسے کلید رحمت بتایا گیا ہے، حضور اکرم ﷺ کی یہ دعا بے حد مقبول ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی. (مسلم شریف)

ترجمہ: خدایا میں آپ سے ہدایت، تقویٰ، عفت وپرہیزگاری اور بے نیازئ قلب کا طالب ہوں۔

اسی طرح عورتوں کے فتنے اور خواہشاتِ نفس سے حفاظت کی دعائیں ذخیرۂ احادیث میں خوب خوب ملتی ہیں، روایات میں آتا ہے کہ ایک نوجوان نے آپ ﷺ سے زنا کی اجازت مانگی، آپ ﷺ نے اسے اس کی ماں، بیٹی، بہن کی مثال دے کر سمجھایا اور آخر میں اس کے لئے دعاء کی:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ.

ترجمہ: اے اللہ اس کے گناہ کو معاف فرما، اس کے دل کو پاکیزہ بنادے اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما۔

چناں چہ پھر اس دعا کی برکت سے اس نوجوان کے دل میں کبھی زنا کا خیال تک پیدا نہیں ہوا۔ احادیث میں تمام ظاہری و باطنی فتنوں سے پناہ طلبی کی دعا بار بار آئی ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی دعا کی تھی:

رِبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡ اِلَیۡہِ وَاِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّیۡ کَیۡدَھُنَّ اَصۡبُ اِلَیۡھِنَّ وَاَکُنۡ مِنَ الۡجَاھِلِیۡنَ، فَاسۡتَجَابَ لَہٗ رَبُّہٗ فَصَرَفَ عَنۡہُ کَیۡدَھُنَّ، اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ. (یوسف: ۳۳-۳۴)

ترجمہ: حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! قید مجھے منظور ہے بہ نسبت اس کے کہ میں وہ کام کروں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں، اگر آپ نے ان کی چالوں کو مجھ سے دفع نہیں کیا تو میں ان کے دام میں پھنس جاؤں گا اور جاہلوں میں شامل ہو رہوں گا، ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی اور ان عورتوں کی چالیں ان سے دفع کردیں، بے شک وہی ہے جو سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

معلوم ہوا کہ مخلصانہ دعا اللہ کے باب رحمت کو کھلوادیتی ہے، اور جس پر اللہ کی رحمت سایہ فگن ہوجائے اس کا بیڑا پار ہوجاتا ہے۔

حاصلِ بحث

عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے اور شہوت وبدکاری کی راہ سے بچاؤ کے لئے بے شمار تدبیریں ہیں، جن میں مستقل باوضو رہنا، مشغول رہنا اور خالی نہ رہنا، فحش کتابوں اور مذاق سے بچنا، بدنگاہی کے مواقع پر نہ جانا، موت اور عذابِ الٰہی کا استحضار، قبرستان جانے کا معمول بنانا، عریانیت اور فحاشی کے ماحول اور سماج سے الگ ہوجانا وغیرہ کلیدی اہمیت کی

حامل ہیں۔ اسی طرح نیک کاموں میں اشتغال بھی بے حد ضروری ہے، فراغت اور خالی رہنے سے انسان گناہوں کی طرف لپکنے لگتا ہے۔ امام شافعیؒ کا فرمان ہے:

نَفُسَکَ اِنُ لَمُ تَشُغَلُهَا بِالُحَقِّ شَغَلُتَهَا بِالُبَاطِلِ. (لھیب: ۳۱)

ترجمہ: اگر تم اپنے نفس کو اچھے کاموں میں مشغول نہیں کروگے تو لازمی طور پر وہ برے کاموں میں مشغول ہو جائے گا۔

عربی شاعر نے کہا ہے:

اِنَّ الُفَرَاغَ وَالشَّبَابَ وَالُجِدَةَ
مَفُسَدَةٌ لِلُمَرُءِ اَیُّ مَفُسَدَةٍ

ترجمہ: فارغ البالی، جوانی اور دولت تینوں انسانوں کو تباہی اور بگاڑ کے آخری دہانے پر پہنچانے والی چیزیں ہیں۔

امام ابن القیم کے بقول:

اِذَا غَفَلَ الُقَلُبُ سَاعَةً عَنُ ذِكُرِ اللّٰهِ جَثَمَ عَلَيُهِ الشَّيُطَانُ وَاَخَذَ يَعِدُهٗ وَيُمَنِّيهِ. (لھیب: ۳۱)

ترجمہ: اگر دل ایک لمحہ بھی ذکر اللہ سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان اس پر حملہ آور ہو کر اسے فریب دینے لگتا ہے۔

اس لئے نیک کاموں میں اشتغال بہت مبارک عمل ہے، اور اس کی برکت انسان کو بے راہ روی اور بدکاری سے محفوظ رکھتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر انسان یہ عہد کر لے کہ اسے فحاشی اور بدکاری سے بہر صورت بچنا ہے تو یہ تدبیریں اختیار کرنا اس کے لئے سہل ہو جائے گا اور اس کی عفت و عصمت کے دامن پر ان شاء اللہ کوئی آنچ نہ آنے پائے گی۔

○●○

عفت مآبی کے نمایاں ثمرات واثرات

عفت وعصمت کی حفاظت اور شہوت پرستی کی تمام صورتوں سے بالکلیہ اجتناب شریعت کی نگاہ میں انتہائی لازمی اور بے حد مفید عمل ہے، اوراس کے اثرات ومنافع اور ثمرات ونتائج بہت اچھے اور خوش گوار ہوتے ہیں۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

جنت کی نعمتوں کا حصول اور جہنم سے نجات

قرآنِ کریم میں خدائے ذوالجلال نے شرم گاہ کی حفاظت اور عفت مآبی پر جنت الفردوس کا وعدۂ برحق فرمایا ہے۔ سورۃ المؤمنون میں اہل ایمان کے اوصاف کے ذیل میں: **وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ.** (جو اپنی شرم گاہوں کی حرام سے حفاظت کرتے ہیں) کا ذکر فرما کر آخر میں ارشاد ہے:

اَولٰٓئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ. الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ، هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ. (المؤمنون ۱۰-۱۱)

ترجمہ: یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہیں، جہاں ہمیشہ رہیں گے۔

اسی طرح سورۃ المعارج میں اہل جنت کے تذکرے میں **والذین هم لفروجهم حافظون**۔ (جو اپنی شرم گاہوں کا تحفظ کرتے ہیں) کا بیان فرما کر آخر میں ارشاد ہے:

اُولٰٓئِکَ فِیْ جَنّٰتٍ مُکْرَمُوْنَ. (المعارج: ۳۵)

ترجمہ: یہ لوگ عزت کے ساتھ جنت کے باغوں میں رہیں گے۔

احادیث نبویہ میں جابجا اس کا ذکر موجود ہے کہ عفت کا انعام جنت ہے، متعدد احادیث میں زبان اور شرم گاہ کی حفاظت پر رسول اکرم ﷺ کی طرف سے جنت کی ضمانت کا بیان آیا ہے۔ (ملاحظہ ہو بخاری: رقم الحدیث: ۶۴۷۴)

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

ثَلاَثَةٌ لاَ تَرىٰ اَعْيُنُهُمُ النَّارَ: عَيْنٌ حَرَسَتْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ كَفَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ.

(المعجم الكبير للطبراني ٤١٦/١٩)

ترجمہ: تین خوش نصیب ایسے ہیں کہ ان کی آنکھیں جہنم کی آگ نہ دیکھیں گی: (۱) راہِ خدا میں پہرے داری کرنے والی آنکھ (۲) خوفِ خدا سے رونے والی آنکھ (۳) حرام کاموں سے رکنے والی آنکھ۔

عرشِ الٰہی کا سایۂ رحمت

احادیث کی روشنی میں سات خوش نصیب قیامت کے روز عرشِ الٰہی کے سایۂ رحمت میں جگہ پائیں گے، اس روز تمام خلقِ خدا میدانِ محشر میں اکٹھی ہوگی، اور اللہ کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا، لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، سورج بالکل قریب ہوگا، سخت گرمی ہوگی، سب پسینے میں شرابور ہوں گے، مگر ایسے نازک وقت میں حدیث کے الفاظ میں: **شَابٌّ دَعَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ.** (مسلم شريف ١٠٣١) ایسا نوجوان اللہ کے سایۂ رحمت میں جگہ پائے گا جسے حسین اور خاندانی عورت دعوتِ زنا دے مگر اس پر خوفِ خدا غالب آجائے، وہ منع کردے اور کہہ دے کہ مجھے اللہ کا ڈر ہے، اور اپنے دامن عفت کو آلودہ نہ ہونے دے۔

سکون اور سعادت وعزت

عفت مآبی کے لازمی اثرات قلبی سعادت، دلی سکون واطمینان، نفسیاتی راحت اور ایمانی عزت کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں، اللہ کا نظام یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کے لئے کچھ چھوڑتا ہے اللہ اس سے بہتر چیز بدلے میں عنایت فرماتا ہے، جو بندۂ مؤمن حرام شہوتوں کو ترک کر دیتا ہے اللہ اس کے عوض اسے ایسا ایمان عطا فرماتا ہے جو غم اور رنج کے بجائے اطمینان وانشراح پیدا کرتا ہے، اور اسے عزت ورفعت اور سکینت وراحت کے لازوال خزانے حاصل ہوجاتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے:

اِنَّ فِی الدُّنْیَا جَنَّةً مَنْ لَمْ یَدْخُلْهَا لَمْ یَدْخُلْ جَنَّةَ الاٰخِرَةِ.

(جامع الرسائل ۳۶۳/۲)

ترجمہ: دنیا میں بھی جنت ہے، جو اس میں داخل نہ ہوسکا وہ آخرت کی جنت میں داخل نہ ہوسکے گا۔

یعنی طاعات کی لذت اور راحت جنت سے کم نہیں، اور اس کے بغیر قیامت میں جنت کا داخلہ ہو ہی نہیں سکتا۔

امام ابن تیمیہؒ مزید لکھتے ہیں:

اَلْاِنْسَانُ فِی الدُّنْیَا یَجِدُ فِیْ قَلْبِهٖ بِذِکْرِ اللّٰهِ، وَذِکْرِ مَحَامِدِهٖ وَاٰلائِهٖ وَعِبَادَتِهٖ فِی اللَّذَّةِ مَا لَا یَجِدُهٗ بِشَیْءٍ اٰخَرَ. (ایضاً)

ترجمہ: انسان ذکرِ الٰہی اور اللہ کے اوصافِ کمال اور نعمتوں کے تذکرے اور عبادت میں جو قلبی لذت پاتا ہے وہ اسے کسی اور چیز میں نہیں مل سکتی۔

کفر وضلالت سے تائب ہوکر اسلام میں آنے والے ہوں، فسق وعصیان سے توبہ کرکے اطاعت کی راہ اپنانے والے ہوں، فلم، تھیٹر اور میوزیک انڈسٹری کی لعنتوں سے نکل

کرحیااورایمان کے ماحول میں آنے والے ہوں، سب کا یہی تأثر ہوتا ہے کہ اس انقلابِ حال نے ان کی زندگی الجھنوں، پیچیدگیوں، بے سکونی، بے اطمینانی، ذلت وشقاوت اور مشقتوں سے پاک کردی ہے، اور ایمان وطاعت میں جو حلاوت وراحت اورسکون وسعادت انہیں میسر آئی ہے، کائنات کی کوئی دولت اس کی ہمسری نہیں کرسکتی۔

حفاظت الٰہی

عفت مآبی کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان اللہ کے اُس حصارِ حفاظت میں آجاتا ہے جس کی نہ کوئی نظیر ہے، نہ کوئی بدل ہے اور نہ کوئی توڑ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْکَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تِجَاهَکَ.

(ترمذی: ۲۵۱۶)

ترجمہ: تم اللہ کی حفاظت کرو (یعنی اس کی طاعات کی بجاآوری کرو اور تمام ممنوعات ومحرمات سے رک جاؤ) اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو، تم اللہ کو اپنے آگے پاؤگے (ہر مرحلۂ حیات میں وہ تمہارا حامی وناصر ہوگا)

انسان جس قدر معاصی سے باز رہتا ہے، اپنی آنکھ، کان، ناک، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل، دماغ، شرم گاہ اور سراپا کی جس قدر حرام سے حفاظت کرتا ہے، اسی قدر اللہ کی رحمتیں اس کی طرف متوجہ ہوتی ہیں، اور اللہ ہر شر اور آفت سے اسے محفوظ رکھتا ہے۔

اجر وثواب کی کثرت

شہوت رانی اور حرام کاری کے تقاضے جتنے سرکش وزورآور ہوں، زنا اور معصیت کے لئے ماحول جس قدر سازگار اور ہموار ہو، اس وبا اور لعنت سے اپنے کو بچالینے میں من جانب اللہ اُسی قدر اجر اور ثواب بھی ملتا ہے۔ ایک حدیث میں زمانۂ فتن کی عبادت کو اس کے مشکل،

گراں اور بے انتہاء قربانیوں کی طالب ہونے کی وجہ سے ہجرتِ مدینہ کے مساوی قرار دیا گیا ہے، اسی طرح شہوت پرستانہ اور فتنہ آلود ماحول وفضا میں عمل صالح کو انتہائی اعلیٰ اور مقبولِ بارگاہِ الٰہی بتایا گیا ہے۔

قوتِ ارادی

عفت مآبی کا لازمی اثر قوتِ ارادی کی دولت ہے، دل میں موجود تقوے کی قوت، نفس کے شہوانی تقاضوں اور قوتوں کو اسی وقت مغلوب کرسکتی ہے جب قوتِ ارادی اور عزم صادق وراسخ کی دولت موجود ہو۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے:

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوىٰ. فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوىٰ. (النازعات: ۴۰-۴۱)

ترجمہ: جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا، اور نفس کو خواہشات سے روکا، جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

معلوم ہوا کہ نفس کو ہویٰ (خواہشات) سے روکنا اور ہدی (شریعت) کے تابع کرنا مضبوط ارادے، عزم، ہمت اور حوصلے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ أَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُوْرًا. (الاسراء: ۱۹)

ترجمہ: جو آخرت کا خواہش مند ہو، اور اس کے لئے شایانِ شان سعی کرے، اور وہ مؤمن ہو، تو ایسے ہر شخص کی سعی قبول ہوگی۔

واضح کردیا گیا کہ سعی وارادے ہی پر تمام برائیوں سے بچاؤ اور تمام نیکیوں کی انجام دہی کا دارومدار ہے۔

پورے معاشرے کی سلامتی اور حفاظت

عفت مآبی کے نتیجے میں پورا سماج خدائی سزاؤں، ناگہانی آفات وبلیات، مہلک

ولا علاج امراض اور فقر وافلاس کی تمام تباہیوں سے محفوظ اور پاک رہتا ہے، احادیث میں زنا میں مبتلا سماج پر عذابِ الٰہی اور امراض وآفات کے نزول کا بار بار تذکرہ آیا ہے، ان آفات سے حفاظت جبھی ممکن ہے جب عفت وعصمت کا تحفظ ہر انسان اپنا فرض سمجھ کر انجام دے۔

ایمانِ کامل اور فلاحِ دارین

عفت وعصمت کی حفاظت کا ایک انعام ایمانِ کامل اور فلاحِ دنیا وآخرت کی دولت گراں مایہ ہے، قرآن میں بڑی صراحت کے ساتھ: **قد افلح المؤمنون.** (اہل ایمان فلاح یاب ہیں) کا اعلان ہے، اس کے بعد: **والذین هم لفروجهم حافظون.** (شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے افراد) کا بطور خاص ذکر کر کے ان کے کمال ایمان اور فلاحِ کامل کو ثابت فرمایا گیا ہے۔ احادیث میں زنا کار کو زنا کے وقت محروم ایمان بتایا گیا ہے، جس کا مفہوم ومصداق محدثین کے بقول ایمان کے کمال اور نور سے محرومی ہے۔ حضت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

صِدْقُ الْاِيْمَانِ اِذَا خَلاَ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ الْحَسَنَاءِ، فَيَدَعُهَا، وَلاَ يَدَعُهَا اِلَّا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. (لهيب الشهوات: محمد الهبدان ٣٩)

ترجمہ: اگر انسان خوب صورت عورت کے ساتھ خلوت میں ہو، پھر صرف اللہ کے ڈر سے اسے چھوڑ دے اور حرام کاری نہ کرے، تو یہ اس کے ایمان کی صداقت کی نمایاں دلیل ہے۔

یہ عفت مآبی کے چند نمایاں ثمرات واثرات ہیں، ورنہ ان کے علاوہ بے شمار ثمرات ونتائج اللہ نے اس عمل پر رکھے ہیں، ایک مفکر کے بقول:

''آبرو کی حفاظت، جاہ ووقار کی حفاظت، مال کی حفاظت، مقام محبوبیت، جسمانی راحت، قلبی قوت، خوش دلی، دلی اطمینان، انشراح صدر، بے فکری، سکون، نورانیت قلب، ہر مشکل سے نجات، رزق کی فراوانی، خلق خدا کی طرف سے تعریف وتوصیف، دعا کی توفیق،

حلاوتِ ایمانی، لذتِ عبادت، ایمانی رعب وجلال، قبولیت دعا، وحشت کا خاتمہ، فرشتوں کا قرب، شیاطین جن وانس سے بعد، موت سے بے خوفی؛ بلکہ لقائے الٰہی کا شوق اور زیارتِ الٰہی کی تڑپ، عقل، فہم، فراست، معرفت الٰہی، محبت ومحبوبیت الٰہی، ایمان، یقین، توجہ الی اللہ، خوفِ خدا اور انابت ورجوع الی اللہ کی کیفیات میں اضافہ، دنیا سے اعراض اور فکر آخرت .... یہ سب وہ انعامات اور ثمرات ہیں جو من جانب اللہ عفت مآبی اور پرہیزگاری کی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں''۔ (العفۃ ومنہج الاستعفاف مختصراً ۱۰۲)

حاصل یہ ہے کہ حیا اور پاک دامنی کا عمل من جانب اللہ ہر نوع کے خیر کا ضامن وباعث، اور ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھنے والا عمل ہے، اور جس بندے کا دامنِ مراد اس عمل سے آراستہ ہوجائے اس کی سعادت اور خوش بختی کا کیا ٹھکانہ ہوسکتا ہے؟

تحفظِ عفت کی اہمیت واقعۂ افک کے تناظر میں

انسانی عفت وعصمت کی مثال انتہائی نازک آبگینے کی سی ہے، جو ذراسی بے احتیاطی، اور بسا اوقات دوست نما دشمنوں کی ہوا خیزی سے چور چور ہونے لگتا ہے، ذراسی ٹھیس بھی اس آبگینے کو ریزہ ریزہ کرڈالتی ہے، اور جب تک اس کی چوطرفہ حفاظت، حصار بندی اور فکر نہیں کی جاتی ہے، اس کا تحفظ اور تقدس باقی نہیں رہتا۔

اسلام انسانی سماج کو طیب اور پاکیزہ سماج بنانا چاہتا ہے، مگر نظام فطرت یہ ہے کہ معاشرہ کتنا ہی پاکیزہ اور اچھا ہوجائے، برائیاں جڑ سے معدوم نہیں ہوتیں، وہ دبی رہتی ہیں، اور ذراسی تحریک اس دبی ہوئی چنگاری کو آن ہی آن میں شعلہ بناڈالتی ہے، اللہ کی سنت کے مطابق کوئی سماج خبیث افراد سے خالی نہیں رہتا، جو ہر موقعے سے فائدہ اٹھانے اور برائیوں اور بالخصوص بدگمانیوں کو پھیلانے اور ہوا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، پھر ان کے اثرات سے بسا اوقات سلیم الطبع اور شریف النفس افراد بھی متأثر ہوجاتے ہیں، اسی لئے شریعت نے ہر ایک کو اور بطور خاص عورتوں کو جابجا بے حد احتیاط کے ساتھ تحفظ عفت وعصمت کی تاکید وتلقین فرمائی ہے۔

قرآنِ کریم میں سورۃ النور کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں اتہام والزام وافتراء کے اس طوفان کا ذکر کیا گیا ہے جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خلاف مدینۃ المنورہ کے پاکیزہ سماج میں پنپ رہے خبیث الفطرت منافقین نے برپا کرکے ناموسِ رسالت کو مطعون اور داغ دار کرنے کی مذموم ومسموم کوشش کی تھی۔

اسلام کے بد باطن دشمن، حضور اکرم ﷺ کے حرم کو نشانہ بنانا چاہ رہے تھے، اور بقول نعیم صدیقی:

''اسلامی تحریک کے قائد اعلیٰ کے حرم کو نشانہ بنایا گیا جو ساری امت اور ساری انسانیت کے لئے معاشرتی و اخلاقی لحاظ سے مرکزی نمونہ ٹھہرایا گیا تھا، اسی حرم کے گرد نئے اسلامی معاشرت کا چھتہ تیار ہو رہا تھا، اور اس چھتے کو برباد کرنے کے لئے کارگرترین وار وہی ہوسکتا تھا جو اس کے مرکز پر کیا جائے، منفی تخریبی طاقت نے یہ آخری وار بھی کر ڈالا، اس مخالفانہ وار کی دردناک داستان واقعۂ افک کے عنوان سے قرآن، سیرت اور تاریخ کے دفتروں میں عبرت اندوزی کے لئے محفوظ ہے''۔ (محسن انسانیت ۳۰۶)

یہ واقعہ ٦ ھ کا ہے، رسول اکرم ﷺ غزوۂ بنی المصطلق سے مدینہ واپس آ رہے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساتھ ہیں، راستے میں کسی منزل پر حضرت عائشہ قضاء حاجت کے لئے ہودج سے باہر ویرانے کی طرف جاتی ہیں، واپس آتی ہیں تو قافلہ جاچکا ہوتا ہے، چوں کہ آپ ہلکے بدن کی ہیں، اور ہودج پر پردہ پڑا ہوا ہے، اس لئے کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ آپ ہودج میں نہیں ہیں، حضرت عائشہ پریشان ہوکر چادر لپیٹ کر اسی مقام پر لیٹ جاتی ہیں؛ تاکہ تلاش کرنے والے کو آنے پر دقت نہ ہو۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ جو قافلے سے پیچھے چلنے پر اور بھولے بھٹکے لوگوں کی خبر گیری پر مامور ہیں، آتے ہیں، قریب پہنچ کر ام المؤمنین کو پاتے ہیں اور حیرت واستعجاب سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں، اپنا اونٹ بٹھا دیتے ہیں، ام المؤمنین سوار ہو جاتی ہیں، حضرت صفوان پیدل اونٹ کی نکیل تھامے چلتے ہیں، بالآخر قافلے سے آ ملتے ہیں، بس کینہ پرور منافقوں کو موقع مل جاتا ہے اور وہ اسے افسانہ بنا ڈالتے ہیں، اور مدینے کی پر سکون فضا میں ناموسِ رسول ﷺ کے خلاف افتراء والزام کا طوفان کھڑا کر دیتے ہیں، چند مسلمان بھی ان کے جھانسے میں آ کر وہی باتیں دہراتے ہیں، پورا مسلم معاشرہ ناقابل بیان اذیت میں

مبتلا ہے، بالآخر قرآنِ کریم کی صریح اور دوٹوک آیات کے ذریعہ ام المؤمنین کی براءت اور ریشہ دوانی میں مصروف دشمنوں کی سازش کا مکمل بیان نازل ہوتا ہے، یہ پوری داستانِ دل خراش خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زبانی بھی بیان کی ہے، اور صحیح بخاری سمیت متعدد کتب احادیث میں یہ آپ بیتی مذکور ہے، جس کا ہر ہر لفظ اور جملہ ہر تصنع اور بناوٹ سے دور اور سچے کرب والم کے برجستہ اور بے ساختہ اظہار پر مشتمل ہے، اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک بے گناہ کا قصۂ درد اور داستانِ الم ہے۔

لمحۂ فکر یہ ہے کہ یہ بے بنیاد الزام جس مقدس خاتون پر لگایا گیا تھا وہ کوئی عام اور گم نام خاتون نہیں؛ بلکہ معاشرے کی معروف وممتاز خاتون تھیں، جن کی زندگی عفت کی شاہ کار اور حیا کی آئینہ دار تھی، جن کے بارے میں روز وشب کی رفیق خادمہ نے، سوکنوں نے، اپنوں اور بے گانوں نے خیر کے کلمے کے سوا کچھ نہ کہا، جب اتنی مقدس خاتون اور حرم رسول کے خلاف یہ طوفانِ شر برپا کیا جاسکتا ہے تو پھر مسلم سماج کی عام خواتین کس شمار وقطار میں ہیں؟ کیا یہ طوفان ہر مسلم خاتون کے لئے درس عبرت نہیں ہے کہ انہیں کس قدر احتیاط کی اور کس درجہ پھونک پھونک کر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے؟

واقعۂ افک اور اس کے پس منظر میں نازل ہونے والی آیات امت کی ان پارسا خواتین کے لئے صبر وتسکین کا بہت بڑا سہارا ہیں جن پر شر پسندوں کی طرف سے تہمتیں عائد کی جاتی ہیں۔

ان آیات سے یہ بھی واضح ہورہا ہے کہ اسلامی سماج میں ہر مرد وعورت کا یہ مسلم حق ہے کہ معاشرے کے دیگر افراد ان کے بارے میں حسن ظن رکھیں، اور حسن ظن کو مجروح کرنے والی کوئی خبر یا بات نہ تو تحقیق کے بغیر قبول کی جائے اور نہ تحقیق سے پہلے غیر جانب داری سے کام لیا جائے؛ بلکہ اپنے بھائیوں اور بہنوں کی مدافعت کی جائے، اور دوسروں کی آبرو کی حفاظت کا جو فرض از روئے شرع سب پر عائد کیا گیا ہے، اس کی بجا آوری کی جائے،

یہ اسلامی سماج کا اخلاقی قانون ہے، جس کی دھجیاں کھلم کھلا ہمارے اس دور میں بکھیری جارہی ہیں، اورسوءظن، بہتان طرازی اوراتہام وافتراء پردازی کوکمال باور کیا جارہا ہے۔

اسی سلسلۂ بیان کے آخر میں یہ اصول بھی واضح کردیا گیا ہے کہ پاک باز عورتیں پاک باز مردوں کے لائق ہیں، اورگندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہیں، یہ ایک اصولی حقیقت ہے کہ خبیثوں کا جوڑ خبیثوں ہی سے لگتا ہے اور پاکیزہ لوگ پاکیزہ لوگوں ہی سے فطری مناسبت رکھتے ہیں۔

واقعۂ افک کا بہت نمایاں پیغام ہماری مسلم خواتین کے نام یہی ہے کہ وہ بے انتہا احساسِ ذمہ داری کے ساتھ زندگی کے میدان میں قدم رکھیں، اوران کی ہر ہر نقل وحرکت، تمام رفتار وگفتار اورسیرت وکردارسب کچھ حکمت واحتیاط کے تمام گوشوں کی رعایت کے ساتھ ایمانی قالب میں ڈھلے ہوئے ہوں، وہ ہمہ وقت ''اپنی حفاظت آپ'' کے اصول کوپیش نظر رکھتے ہوئے سماج کے بدباطن بدکردارافراد سے اوران کی بدنیتی اورسازشی ذہنیت سے ہوشیار وخبردار رہیں، اور ہرآن یہ استحضار رکھیں کہ مدنی معاشرے میں منافقین کے زہریلے گروہ نے زرخالص سے زیادہ خالص، آب دار وپاک باز خاتونِ جنت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف بات کا بتنگڑ بناڈالا تھا، اس لئے کسی بھی بات کومعمولی کہہ کرٹالانہیں جاسکتا، ہمارے سماج میں کسی کے لئے بالخصوص خواتین کے لئے نہ توکسی موڑ پر بے احتیاطی کی گنجائش ہے اور نہ ہی بدباطن مفسدین کوگوارا کرنے کی گنجائش ہے، اپنی احتیاط کا اہتمام بھی ضروری ہے، اورسماج میں فساد پھیلانے والوں کے استیصال اورعلاج کی بھی ضرورت ہے، ان دونوں چیزوں کے بغیرسماج پاکیزہ نہیں رہ سکتا۔

بدنظری کے نقصانات اور غضِ بصر کے فوائد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلٰی ابْنِ اٰدَمَ حَظَّہٗ مِنَ الزِّنَا، اَدْرَکَ ذٰلِکَ لَامَحَالَۃَ، فَزِنَا الْعَیْنِ اَلنَّظَرُ. (صحیح بخاری: کتاب الاستیذان، باب زنا الجوارح: ۶۲۴۳)

ترجمہ: اللہ عزوجل نے فرزند آدم کے لئے زنا میں اس کا حصہ متعین فرمادیا ہے، جو اسے مل کر رہے گا، چناں چہ آنکھ کا زنا بدنظری ہے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ انسان کے قلب ونفس کا سب سے بڑا چوراس کی نگاہ ہے، نگاہ کی پاکیزگی انسان کے تقویٰ کی بنیاد ہے، اور بدنگاہی اکثر فواحش کی بنیاد ہے، انسان کی آنکھیں (جنہیں حدیث قدسی میں اللہ نے "کریمتین" یعنی بہت پیاری چیز قرار دیا ہے) جب بے قابو اور بے لگام ہوتی ہیں، تو ان کا قہر فحاشی، بدکاری، عریانیت اور فتنوں کے روپ میں ظاہر ہوتا ہے، اسی لئے قرآن وحدیث میں بے حیائی اور بدکاری کے سد باب اور قلع قمع کی خاطر بدنظری سے بچنے اور نگاہ کی حفاظت کا تاکیدی حکم جابجا ملتا ہے، اور یہ صراحت ملتی ہے کہ نگاہ کی حفاظت پاکیزگی اور عفت کی ضامن ہے، جب کہ بدنگاہی بدکاری کا سب سے قوی ذریعہ ہے۔

زنا کے اسباب ومحرکات اور عوامل وبواعث میں بدنظری سب سے نمایاں عنصر ہے، اسی لئے اسے "برید الزنا" زنا کا داعی اور "رائد الفجور" بدکرداری کا قاصد قرار دیا گیا ہے۔ عربی شاعر کے بقول:

کُلُّ الْحَوَادِثِ مَبْدَاھَا مِنَ النَّظَرِ ☆ وَمُعْظَمُ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغَرِ الشَّرَرِ

كَمْ نَظْرَةٍ فَتَكَتْ فِيْ قَلْبِ صَاحِبِهَا ☆ فَتْكَ السِّهَامِ بِلاَ قَوْسٍ وَلاَ وَتَرِ
وَالْمَرْءُ مَا دَامَ ذَا عَيْنٍ يُقَلِّبُهَا ☆ فِيْ أَعْيُنِ الْغِيْدِ مَوْقُوْفٌ عَلَى الْخَطَرِ
يَسُرُّ مُقْلَتَهُ مَا ضَرَّ مُهْجَتَهُ ☆ لاَ مَرْحَباً بِسُرُوْرٍ عَادَ بِالضَّرَرِ

ترجمہ: تمام حادثات اور گناہوں کا آغاز نگاہ سے ہوتا ہے، اکثر آگ چھوٹی سی چنگاری کے ذریعہ مشتعل ہوتی ہے (اسی طرح عموماً زنا اور فحاشی کے سنگین جرائم بدنگاہی کی دین ہوتے ہیں) کتنی نگاہیں انسان کے دل پر تیر کی طرح وار کرتی اور اسے اپنا مقتول واسیر بنالیتی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ انسان جب تک دنیا کی حسین عورتوں پر اپنی نگاہیں جمائے رکھے گا وہ خطرات کی زد میں رہے گا، بدنظری سے اس کی آنکھ کو چاہے جولذت وفرحت مل جائے مگر اس کی روح وباطن کو بے حد نقصان پہنچتا ہے، اور جس مسرت کا انجام مضرت ہو اس سے زیادہ نامبارک اور منحوس چیز کیا ہوسکتی ہے؟

نگاہ کی بے احتیاطی انسان کے قلب کو آلودہ کردیتی ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْعَيْنَ لِلْقَلْبِ رَائِدٌ
فَمَا تَأْلَفُ الْعَيْنَانِ فَالْقَلْبُ آلِفُ

ترجمہ: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آنکھ دل کی قاصد ہے، جس پر آنکھ جم جاتی ہے دل بھی اسی سے لگ جاتا ہے۔

اسی لئے قرآنِ کریم میں بہت صریح حکم ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ، ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ، اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ. وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ. (النور: ۳۰-۳۱)

ترجمہ: آپ ایمان والوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور

اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، ان کی پاکیزگی اِسی میں ہے، بلاشبہ اللہ ان کے اعمال سے باخبر ہیں، اور آپ ایمان والی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

ان آیات میں بڑی وضاحت اور تاکید کے ساتھ مردوں اور عورتوں کو الگ الگ نام بہ نام نگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور اسے پاکیزگی اور تقویٰ کی بنیاد قرار دیا گیا ہے، قرآن چوں کہ انسانی فطرت کو سامنے رکھ کر اپنی ہدایات دیتا ہے، اس لئے قرآن صرف زنا اور بدکاری کے گناہ سے روکنے پر بس نہیں کرتا؛ بلکہ ان تمام ذرائع اور وسائل پر بندش لگاتا ہے جو زنا کی سیڑھی اور مقدمہ ہوں، اسی لئے قرآن بدنگاہی کو شہوت اور بدکاری کا سب سے مضبوط ذریعہ قرار دیتا ہے، اور سختی سے اس پر روک لگاتا ہے، نگاہ کی حفاظت کا حکم شرم گاہ کی حفاظت سے پہلے اسی لئے ہے کہ نگاہ کی حفاظت کا نتیجہ شرم گاہ کی حفاظت ہے، بدنگاہی کے ساتھ عفت وعصمت کا تحفظ بے حد دشوار عمل ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک کسی اجنبی عورت پر نگاہ پڑ جانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فوراً نگاہ ہٹانے کا حکم دیا۔ (مسلم شریف ۲۱۵۹)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّ لَکَ الْأُولٰى، وَلَيْسَتْ لَکَ الْاٰخِرَةَ. (ابوداؤد شریف ۲۱۴۹)

ترجمہ: اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو، پہلی نظر تو معاف ہے مگر دوسری نہیں۔

مختلف احادیث میں یہ وضاحت آئی ہے کہ راستے کے متعدد حقوق ہیں، جن میں نگاہ کی حفاظت بنیادی حق ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے:

اَلْعُیُوْنُ مَصَایِدُ الشَّیْطَانِ.

ترجمہ: آنکھیں شیطان کی کمین گاہیں ہیں۔

نگاہ کی حفاظت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک بار رسول اکرم ﷺ کے پاس حضرت میمونہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیٹھی ہوئی تھیں، اسی دوران حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، حضور ﷺ نے پردہ کرنے کا حکم دیا، انہوں نے کہا کہ یہ تو نابینا ہیں، ان سے پردے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

أَ فَعَمْیَا وَانِ انْتُمَا، أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ. (ترمذی شریف)

ترجمہ: کیا تم نابینا ہو، کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

اَلنَّظْرَۃُ سَھْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِھَامِ اِبْلِیْسَ، مَنْ تَرَکَھَا مِنْ مَخَافَتِیْ أَبْدَلْتُهٗ اِیْمَاناً یَجِدُ حَلاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ. (الترغیب والترھیب ۳/۲۳)

ترجمہ: نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے جو اسے اللہ کے ڈر سے چھوڑ دے تو اللہ اسے اس کے بدلے میں ایسی ایمانی حلاوت عطا فرمائے گا جو وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

مزید ارشاد ہے:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَنْظُرُ اِلیٰ مَحَاسِنِ اِمْرَأَۃٍ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ثُمَّ یَغُضُّ بَصَرَہٗ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰہُ عِبَادَۃً یَجِدُ حَلاوَتَھَا. (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ مسند احمد)

ترجمہ: کوئی مسلمان پہلی بار کسی عورت کے حسن کو دیکھے پھر اپنی نگاہ نیچی کرلے تو اللہ اس کو عبادت کی لذت اور حلاوت عطا فرما دیتا ہے۔

احادیث کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو بدنظری کے نقصانات اور نگاہ کی حفاظت کے

فوائد کی ایک فہرست سامنے آتی ہے۔ امام ابن القیمؒ نے نگاہ کی حفاظت کے فوائد پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) نگاہ کی حفاظت اللہ کے حکم کی اطاعت ہے، جو انسان کی دنیوی واخروی فلاح وصلاح کی بنیاد ہے۔

(۲) اس میں ابلیسی اور شیطانی اثرات سے دل کی حفاظت ہے۔

(۳) اس سے دل اللہ سے مانوس ہوتا ہے اور جمعیت خاطر کی دولت ملتی ہے۔

(۴) اس سے دل میں نورانیت آتی ہے اور ظلمت دور ہو جاتی ہے۔

(۵) اس کے ذریعہ بندۂ مؤمن کو حق و باطل میں امتیاز کرنے والی فراست عطا ہوتی ہے، شیخ شجاع کرمانی کے بقول: ''جو اپنے ظاہر کو اتباع سنت سے اور باطن کو ذکر اللہ سے آباد رکھے اور اپنی نگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے آپ کو شبہات سے بچائے رکھے اور حلال غذا کا اہتمام کرے تو ایسے آدمی کو فراست ایمانی نصیب ہوتی ہے''۔

(۶) اس سے دل میں ایمانی قوت اور ثابت قدمی پیدا ہوتی ہے۔

(۷) ایمانی حلاوت ولذت عطا ہوتی ہے۔

(۸) زندگی میں تقویٰ اور پاکیزگی آتی ہے۔

اس کے بالمقابل بدنظری کے نقصانات زنا و بدکاری، فسق و فجور، فتنہ وفساد، اضطراب و بے سکونی، توفیق عمل سے محرومی، قوتِ حافظہ کی کمزوری، بے برکتی، ذلت ورسوائی، چہرے کی بے نوری اور نحوست کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ خدا کے خوف سے رونے والی آنکھ، خدا کی راہ میں جاگتی رہنے والی آنکھ، گناہوں سے اور اللہ کی حرام کردہ چیزیں دیکھنے سے بچنے والی آنکھ کے سوا قیامت میں ہر آنکھ روئے گی۔ (الترغیب والترہیب ۳۴/۳)

بدنظری سے حفاظت ہر مسلمان پر فرض عین ہے، اور اس کی تدبیر فکر آخرت، نکاح،

بدنظری کے مواقع خصوصاً بازاروں سے حتی الامکان بچاؤ اور عذابِ الٰہی کا خوف واستحضار ہے، اسی لئے علماء نے لکھا ہے:

اَلصَّبْرُ عَلَی غَضِّ الْبَصَرِ اَیْسَرُ مِنَ الصَّبْرِ عَلَی اَلَمِ مَا بَعْدَہٗ.

ترجمہ: نگاہ کی حفاظت کا اہتمام اور اس راہ میں مجاہدہ بدنگاہی کے نتائج بد بھگتنے سے کہیں زیادہ آسان ہے۔

متعدد اہل اللہ کے بقول ہر نماز کے بعد: اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِکَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ. (خدایا میرے دل کو اپنے سوا سے پاک کردیجئے اور میرے دل کو اپنی معرفت کے نور سے روشن کردیجئے) کی دعا سات بار پڑھنے کا معمول بدنگاہی سے حفاظت کا مجرب نسخہ ہے۔ (ملاحظہ ہو: نگاہ کی حفاظت، افادات: حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ، مرتبہ: مفتی محمد زید صاحب)

غض بصر (نگاہ کی حفاظت) کے اہتمام کا ایک عجیب وغریب محیر العقول مظہر صحابہ کا یہ واقعہ ہے:

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، اور بڑے درجے کے صحابہ میں سے ہیں، اور شام کے فاتح ہیں، اس لئے کہ شام کے بہت سے علاقوں کی فتح کا سہرا اللہ تعالیٰ نے ان کے سر رکھا، بعد میں وہ شام کے گورنر رہے۔ ان کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے غیر مسلموں کے قلعے پر حملہ کیا، اور اس قلعہ کا محاصرہ کرلیا، محاصرہ لمبا ہوگیا اور قلعہ فتح نہیں ہورہا تھا، یہاں تک کہ جب قلعہ کے لوگوں نے دیکھا کہ مسلمان بڑی ثابت قدمی سے محاصرہ کئے ہوئے ہیں، تو انہوں نے ایک سازش تیار کی، وہ یہ کہ ہم مسلمانوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم قلعہ کا دروازہ آپ کے لئے کھول رہے ہیں، آپ اپنی فوج کو لے کر شہر میں داخل ہوجائیں، اور یہ سازش کی کہ شہر کا دروازہ جس طرف کھلتا تھا اس طرف بہت لمبا بازار تھا، جس کے دونوں طرف دکانیں تھیں، اور وہ

بازار شاہی محل پر جا کر ختم ہوتا تھا، ان لوگوں نے بازار کے دونوں طرف عورتوں کو مزین کر کے اور آراستہ کر کے ہر دکان پر ایک ایک عورت کو بٹھا دیا، اور ان عورتوں کو یہ تاکید کر دی کہ اگر یہ مجاہدین داخل ہونے کے بعد تمہیں چھیڑنا چاہیں اور تمہارے ساتھ کوئی معاملہ کرنا چاہیں تو تم انکار مت کرنا، رکاوٹ مت ڈالنا، ان کے پیش نظر یہ تھا کہ یہ لوگ حجاز کے رہنے والے ہیں، مہینوں سے اپنے گھروں سے دور ہیں، جب اندر داخل ہونے کے بعد ان کو اچانک خوب صورت اور آراستہ عورتیں نظر آئیں گی تو یہ لوگ ان کی طرف مائل ہوں گے، اور جب یہ ان کے ساتھ مشغول ہوں گے اس وقت ہم پیچھے سے ان پر حملہ کر دیں گے۔

منصوبہ بنا کر قلعے کے والی نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام بھیجا کہ ہم ہار مان گئے ہیں اور اب ہم قلعے کا دروازہ آپ کے لئے کھول رہے ہیں، آپ اپنی فوج کو لے کر قلعے کے اندر داخل ہو جائیں، جب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام ملا، جب اللہ تعالیٰ ایمان عطا فرماتے ہیں تو فراست ایمانی بھی عطا فرماتے ہیں۔ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ.

ترجمہ: مومن کی فراست سے بچو؛ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

جب یہ پیغام ملا تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا ماتھا ٹھنک گیا کہ اب تک یہ لوگ مقابلے کے لئے تیار تھے اور دروازہ نہیں کھول رہے تھے، اور اب اچانک یہ کیا بات ہوئی کہ انہوں نے دروازہ کھولنے کی پیش کش کر دی اور فوجوں کو داخل ہونے کی اجازت دے دی، اس میں ضرور کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔

چناں چہ آپ نے سارے لشکر کو جمع کیا اور ان کے سامنے خطبہ دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دشمن نے ہتھیار ڈال دئے ہیں، اور وہ ہمیں داخل ہونے کی دعوت دے رہا ہے، آپ لوگ بے شک داخل ہوں؛ لیکن میں آپ کے سامنے قرآنِ کریم کی ایک آیت

پڑھتا ہوں، آپ اس آیت کو پڑھتے ہوئے اور اس آیت پر عمل کرتے ہوئے داخل ہوں، اس وقت آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ. (النور: ۳۰)

ترجمہ: مؤمنوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے پاکیزگی کا راستہ ہے۔

چناں چہ لشکر قلعے کے اندر اس شان سے داخل ہوا کہ ان کی نگاہیں نیچی تھیں اور اسی حالت میں پورے بازار سے گزر گئے اور شاہی محل تک پہنچ گئے اور کسی نے دائیں بائیں آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا کہ کیا فتنہ ان دکانوں میں ان کا انتظار کر رہا ہے۔

جب شہر والوں نے یہ منظر دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ یہ کونسی مخلوق ہے اس لئے کہ کوئی فوج فاتح بن کر کسی شہر میں داخل ہوتی ہے تو سینہ تان کر داخل ہوتی ہے، آزادی کے ماحول میں داخل ہوتی ہے اور لوٹ مار کرتی ہے اور عصمتیں لوٹتی ہے؛ لیکن یہ عجیب وغریب لشکر اس شان سے داخل ہوا کہ چوں کہ ان کے امیر نے کہہ دیا تھا کہ نگاہیں نیچی رکھنا تو سب کی نگاہیں نیچی تھیں اور اس حالت میں پورا لشکر اس بازار کو پار کر گیا اور شہر کے بے شمار لوگ صرف یہ منظر دیکھ کر مسلمان ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی توفیق عطا فرمادی۔

(ملاحظہ ہو''اصلاحی خطبات''از: حضرت مولانا محمد تقی عثمانی ۱۵/۱۴۱-۱۴۳)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا کردار بھی ملاحظہ ہو:

خارجہ بن مصعبؒ فرماتے ہیں کہ میں حج کو جانے لگا تو اپنی باندی امام ابوحنیفہؒ کے پاس چھوڑ گیا، مکہ مکرمہ میں تقریباً چار مہینہ رہا، واپس آیا تو میں نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ آپ نے اس باندی کی خدمت گذاری اور اخلاق کو کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا: جس نے قرآنِ پاک پڑھا اور وہ لوگوں کے دین کی حفاظت میں لگ گیا، حلال وحرام بتلانے لگا وہ

اس بات کا محتاج ہے کہ اپنے آپ کو فتنہ سے بچائے، خدا کی قسم میں نے تمہاری باندی کو جب سے تم چھوڑ کر گئے ہو اس وقت سے لے کر اب تک نہیں دیکھا۔ (شرعاً اجنبیہ باندی سے پردہ نہیں ہے، دیکھنا جائز ہے) (دیکھئے ہدایہ ۴/۴۹۲ باب الکراہیۃ)

خارجہ بن مصعبؒ کہتے ہیں کہ میں نے باندی سے امام صاحبؒ اور ان کے گھریلو اشغال کے بارے میں پوچھا تو وہ بولی کہ امام صاحب جیسا انسان تو میں نے دیکھا نہ سنا، میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے رات میں یا دن میں غسل جنابت کیا ہو، آپ جمعہ کے دن گھر سے نکلتے تھے اور فجر کی نماز پڑھ کر گھر چلے آتے تھے، اور اس دن چاشت کی نماز بہت مختصر پڑھتے تھے؛ کیوں کہ جمعہ کے دن بہت سویرے جامع مسجد جانے کا معمول تھا، چناں چہ آپ جمعہ کا غسل فرماتے، خوشبو لگاتے اور نماز جمعہ کے لئے تشریف لے جاتے۔ میں نے دن میں آپ کو کبھی بے روزہ نہیں دیکھا، آپ رات کے آخری حصہ میں کھانا کھاتے پھر تھوڑی دیر آرام فرماتے پھر فجر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ لکھتے ہیں:

''امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ (لڑکپن میں) نہایت حسین وجمیل تھے، امام صاحبؒ نے ایک بار انہیں دیکھا تھا، پھر کبھی نظر اٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھا، جب انہیں سبق پڑھاتے تھے تو ستون کے پیچھے بٹھا لیتے تھے؛ تاکہ دورانِ سبق ان پر نظر نہ پڑے''۔

(جواہر پارے ۲/۲۳۳-۲۳۴، از: مولانا نعیم الدین بحوالہ عقود الجمان وتذکرۃ الاولیاء ۱/۱۸۸)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

''میں نے آکسفورڈ میں (جو انگلستان کا بہت بڑا علمی وتعلیمی مرکز ہے) تقریر کی، وہاں کے لوگوں کے سامنے ہندوستان کا ایک واقعہ بیان کیا کہ جب ہندوستان کے مجاہدین نے پشاور فتح کیا اور اس میں کئی ہفتے ممکن ہے کئی مہینے گذر گئے، وہاں ایک دن ایک پٹھان نے ایک ہندوستانی کا ہاتھ پکڑا (اودھ کا یا کہیں کا رہنے والا ہوگا) اور کہنے لگا: میاں ایک بات پوچھتا ہوں صحیح صحیح جواب دینا، کیا تم ہندوستانیوں کی دور کی نظر کچھ خراب ہوتی ہے،

کمزور ہوتی ہے، دور کی چیز تم دیکھ نہیں سکتے ......؟ اس نے کہا نہیں، ہم خوب دیکھتے ہیں، کہا: نہیں! کوئی بات ہے ضرور، ہندوستانیوں کی دور کی نظر کمزور ہے، اس ہندوستانی نے کہا یہ تو آپ بتلایئے کہ یہ پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ یہ بات تو ہر ایک پوچھتا نہیں، یہ کوئی ایسی پوچھنے والی بات بھی نہیں ہے، آپ پوچھ کیوں رہے ہیں؟ ہم بھی اتنا ہی دیکھتے ہیں جتنا آپ دیکھتے ہیں، مگر آپ پوچھ کیوں رہے ہیں؟

پٹھان نے کہا: پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ تم لوگ مہینوں سے گھر سے نکلے ہوئے ہو، اپنے گھر بار کو، بیوی بچوں کو چھوڑے ہوئے ہو، اور تندرست ہو، ماشاء اللہ شکیل ہو، ہم نے تم میں سے کسی کو کسی نامحرم عورت کو دور سے دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا، تمہاری نگاہیں ہمیشہ نیچی رہتی ہیں، ایک آدمی کا معاملہ ہو تو آسان ہے، سارے کے سارے کیوں نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے عورتوں کو اور لڑکیوں کو؟ لوگ جانتے ہیں کہ پشاور میں صوبہ سرحد میں خوبصورتی زیادہ ہے یعنی وہاں کچھ ایسی کشش بھی ہے کہ آدمی دیکھے اور اس کے اندر اس کا خیال پیدا ہو، شوق پیدا ہو، تو ہم نے سوچا کہ دو چار زاہد ہو سکتے ہیں، عابد ہو سکتے ہیں، بڑے محتاط متقی ہو سکتے ہیں؛ لیکن فوج میں تو لوگ عام طور پر زاہد نہیں ہوتے، جوان ہوتے ہیں، ہٹے کٹے ہوتے ہیں، ہٹے کٹے لوگ پھر اپنے گھر سے دور، کوئی اپنی بیوی سے دور دو برس سے ملا نہیں، کوئی چار برس سے ملا نہیں، کوئی چھ مہینے سے نہیں ملا، اور جوان بھی ہیں، کبھی تو یہ نظر اٹھا کر دیکھتے کہ یہاں کی عورتیں کیسی ہوتی ہیں، دیکھنے ہی سے کچھ اپنی تسکین کر لیتے، لطف لیتے تو ہم سمجھے کہ یہ کوئی تقویٰ اور زہد کی بات نہیں؛ بلکہ ان کی دور کی نظر نہیں۔

ہندوستانی نے جواب دیا کہ نہیں! الحمد للہ ہماری دور کی نظر خوب کام کرتی ہے، ہم دور کی چیز صاف دیکھتے ہیں؛ لیکن یہ ہمارے امام کی تربیت کا نتیجہ ہے، قرآنِ کریم کی آیت پر عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ.

ترجمہ: اہل ایمان سے کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، عفت وطہارت کے ساتھ رہیں۔

سننے والوں کو بڑا تعجب ہوا، ہم نے وہاں ہندوستان کے لوگوں سے کہا کہ آپ یہ نمونہ دکھائیں، لوگوں کو یہ شوق پیدا ہو کہ یہ چیز کہاں سے آئی، یہ لوگ گھر چھوڑے ہوئے اتنے دنوں سے یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، کوئی بی اے میں پڑھ رہا ہے، کوئی بی ایس سی میں پڑھ رہا ہے، کوئی ایم ایس سی میں پڑھ رہا ہے، کسی کو چار برس ہوئے، کسی کو چھ برس ہوئے، اور یہاں بہت خرچ ہوتا ہے ہندوستان جانے میں اور ان میں سے اکثر کی شادی نہیں ہوئی، اور یہاں کی لیڈیز اپنی خوبصورتی میں مشہور ہیں، ساری دنیا میں اور خود ہندوستان میں لوگ بڑی للچاتی ہوئی بڑے شوق کی نگاہوں سے ان کو دیکھتے تھے، یہاں کیوں نہیں دیکھتے؟ ان کے اندر یہ سوال پیدا ہو، اور پھر وہ سمجھیں کہ یہ اسلام کا فیض ہے، یہ اسلام کی تربیت کا فیض ہے''۔ (ملاحظہ ہو: خطباتِ علی میاںؒ ۱/۱۴۲-۱۴۳)

احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِضْـمَـنُـوْا لِـیْ سِتـاًّ اَضْـمَنْ لَکُمُ الْجَنَّۃَ: اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ، وَاَوْفُوْا اِذَا وَعدتُّمْ، وَاَدُّوْا اِذَا اؤْتُمِنتُمْ، وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُمْ، وَغُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ، وَکُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ. (مسند احمد ۵/۳۲۳)

ترجمہ: تم مجھے چھ باتوں کی ضمانت دو میں تمہارے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں، جب بولو سچ بولو، جب وعدہ کرو وفا کرو، جب امانت رکھوائی جائے ادا کرو، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو، اپنی نگاہیں پست رکھو، اپنے ہاتھ دوسروں کی ایذا رسانی سے روکے رکھو۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر دس ذی الحجہ کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھایا، حضرت فضل رضی اللہ عنہ خوب صورت جوان تھے، خثعم کی ایک خاتون آپ ﷺ سے کچھ دریافت کرنے آئیں، ان کے حسن و جمال کو دیکھ کر حضرت فضل رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور انہیں دیکھنے لگے، آپ ﷺ نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کا چہرہ دوسری طرف موڑ دیا؛ تا کہ وہ اپنی نگاہ محفوظ رکھیں۔ (مسلم، کتاب الحج حدیث:۱۳۳۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

حِفْظُ الْبَصَرِ اَشَدُّ مِنْ حِفْظِ اللِّسَانِ، وَمَا مِنْ نَظْرَةٍ اِلَّا وِلِلشَّيْطَانِ فِيْهَا مَطْمَعٌ. (الترغيب والترهيب: ٣٦/٣)

ترجمہ: نگاہ کی حفاظت، زبان کی حفاظت کے مقابلہ میں بے حد مشکل ہے، ہر نگاہ کے ساتھ شیطانی ہوس وطمع ضرور لگی رہتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

اِذَا مَرَّتْ بِكَ اِمْرَأَةٌ فَغَمِّضْ عَيْنَيْكَ حَتّٰى تُجَاوِزَكَ.

(الورع لابن ابی الدنیا ٦٦)

ترجمہ: جب تمہارے پاس سے کوئی عورت گذرے تو اپنی نگاہیں نیچی کرلو؛ تا آں کہ وہ گذر جائے۔

حضرت حسن بصریؒ سے کہا گیا کہ عجمی عورتیں اپنے سینے اور سر کے بال کھلے رکھتی ہیں، انہوں نے فرمایا کہ پھر ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اپنی نگاہیں بچا کے رکھیں اور قرآنی حکم پر عمل کریں۔ (اضواء البیان للشنقیطی ۱۹۰/۶)

حضرت وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم حضرت سفیان ثوریؒ کے ہمراہ عید کے دن نماز کو نکلے تو فرمایا: آج سب سے اولین اور اہم کام نگاہوں کی حفاظت ہے۔ (الورع ۶۳)

ایک بزرگ کا فرمان ہے:

مَنْ عَمَّرَ ظَاهِرَهُ بِاتِّبَاعِ السُّنَّةِ، وَبَاطِنَهُ بِدَوَامِ الْمُرَاقَبَةِ، وَغَضَّ بَصَرَهُ، وَكَفَّ نَفْسَهُ عَنِ الشَّهَوَاتِ، وَاَكَلَ الْحَلَالَ لَمْ تُخْطِئْ لَهُ فِرَاسَةٌ، وَاَوْرَثَهُ اللّٰهُ نُوْراً فِيْ بَصِيْرَتِهٖ. (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ٤٢٥/١٥)

ترجمہ: جو شخص اپنے ظاہر کو اتباع سنت سے اور باطن کو ہمہ وقت مراقبہ سے آباد کرے، اپنی نگاہوں کی حفاظت کرے، اپنے کو شہوتوں سے بچائے، حلال

روزی کھائے، اس کی ایمانی فراست کبھی خطا نہیں کرسکتی اور اللہ اسے نورِ بصیرت سے نوازے گا۔

مرشدی حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے ایک وعظ میں ارشاد فرمایا:

''نامحرم عورتوں کو مت دیکھو، ان کی ایک تاثیر حدیث پاک میں بیان ہوئی، اس لئے بہادر مت بنو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں آدھی عقل کی ہیں، مگر بڑے بڑے عقل والوں کی عقل اڑا دیتی ہیں، پس اگر ان کو دیکھو گے تو فاقد العقل، محروم العقل، غائب العقل ہو جاؤ گے، یعنی عقل غائب ہو جائے گی، پاگل کی طرح ہو جاؤ گے، نشہ اسی لئے حرام ہے؛ کیوں کہ نشہ میں عقل سلامت نہیں رہتی، ماں بہن کی تمیز نہیں رہتی، شراب عقل غائب کر دیتی ہے؛ اس لئے حرام ہے، ایسے ہی حسینوں کو دیکھنے سے عقل غائب ہو جاتی ہے، اس لئے بدنظری حرام ہے''۔ (پردیس میں تذکرۂ وطن ۲۸۵)

اولیاء اللہ نے وضاحت کی ہے کہ بدنگاہی سے اہتمام کرکے بار بار بچنے میں نفس کو بار بار تکلیف ہوتی ہے، اس کی وجہ سے روح میں بار بار نور پیدا ہوتا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بقول:

''خدا کی راہ میں جب جسم کو تکلیف ہوتی ہے تو دل میں نور بنتا ہے''۔

(روح کی بیماریاں ۷۲)

اکابر نے یہ تنبیہ بھی کی ہے کہ بدنگاہی سے بچتے وقت بعض لوگ نگاہ تو نیچی کر لیتے ہیں، مگر دل میں تصور سے لطف لیتے ہیں؛ اس لئے نگاہ چشمی کی حفاظت کے ساتھ نگاہِ قلبی کی بھی حفاظت کا اہتمام ہونا چاہیئے۔ (ایضاً ۸۹)

حاصل یہ ہے کہ نگاہ کی حفاظت ہر صاحب ایمان سے ایمان کا بنیادی مطالبہ ہے۔

○●○

نگاہ کی حفاظت اور ہماری ذمہ داری

بدنگاہی ابلیس کے ان زہر آلود تیروں اور مہلک ہتھیاروں میں سے ہے جو انسان کو بے راہ رو اور شہوت پرست بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، ہمارے موجودہ دور میں صورتِ حال یہ ہے کہ دلوں سے اللہ کا خوف رخصت ہو جاتا ہے، حرام کاری کی جرأت اور جسارت لوگوں میں بڑھ چکی ہے، پاکیزہ کرداری جوہر نایاب ہے، بے حیائی اور بدکرداری کا چلن ہے، پورے معاشرے اور ماحول میں ہر چہار جانب بے حجابی اور عریانیت اس طرح عام ہے کہ شرافت وحیا کی قدریں پامال ہو چکی ہیں، ان ابتر حالات میں انسان اپنے ایمان اور عفت کی حفاظت بڑے مجاہدے اور راسخ عزم کے بعد ہی کرسکتا ہے، بطور خاص صاحب ایمان اگر اپنی نگاہوں کی حفاظت کرلے تو اس میں انشاء اللہ ضمانت ہے کہ وہ اپنے ایمان اور کردار کے تحفظ میں کامیابی حاصل کرلے گا، نگاہ کی حفاظت کا عمل صبر آزما، ضبط طلب اور پر مشقت ضرور ہے، مگر اس کے برکات اور نتائجِ خیر بے حد و نہایت بھی ہیں۔

(۱) دنیا وآخرت کی سعادتوں اور کامیابیوں کا حصول اسی وقت ہوتا ہے جب انسان ایمانی حلاوت، مجاہدات کی لذت، صبر وضبط کی قوت اور شہوت انگیز اسباب پر فتح حاصل کرلیتا ہے۔ بقول شاعر:

لَیْسَ الشُّجَاعُ الَّذِیْ یَحْمِیْ مَطِیَّتَهٗ ☆ یَوْمَ النِّزَالِ وَنَارُ الْحَرْبِ تَشْتَعِلٗ

لٰکِنْ فَتیً غَضَّ طَرْفاً أَوْثَنیٰ بَصراً ☆ عَنِ الْحَرَامِ فَذَاکَ الْفَارِسُ الْبَطَلٗ

ترجمہ: بہادر وہ نہیں ہے جو عین معرکہ آرائی کے وقت آتش جنگ مشتعل ہونے کے دوران اپنی سواری کی حفاظت کرلے جائے؛ بلکہ حقیقی بہادر، شہ سوار اور مجاہد وہ جوان ہے جو حرام

سے اپنی نگاہ کی حفاظت کر لے جائے، اور بدنگاہی میں مبتلا ہونے سے اپنے کو بچالے جائے۔

قرآنِ کریم میں: ﴿وَخُلِقَ الإِنسَانُ ضَعِيفًا﴾ (انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے) کے ذریعہ انسان کے ضعف و عجز کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت سفیانِ ثوریؒ کے بقول انسان کی کمزوری کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ کوئی خاتون مرد کے پاس سے گذرے اور مرد اپنی نگاہ اور جذبات کی حفاظت نہ کر سکے، شہوانیت اس پر غالب آ جائے اور وہ بدنگاہی میں مبتلا ہو جائے۔ (ذم الهویٰ لابن الجوزی ۷۸)

لیکن صاحب ایمان اگر ایمانی لحاظ سے صاحب استقامت بن جائے تو اس کے لئے بدنگاہی اور شہوانیت سے نجات مشکل نہیں رہتی، اسی لئے احادیث میں قوی مؤمن کو کمزور مؤمن سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ (مسلم شریف)

(۲) فراست ایمانی ایک بے بہا نعمت خداوندی ہے، خیر و شر، حق و باطل، مناسب و نامناسب کے درمیان امتیاز کا عمل ایمانی فراست ہی کے ذریعہ انجام پاتا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ یہ دولت نگاہ کی حفاظت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ علامہ ابن شجاع کرمانیؒ کا فرمان ہے:

> ''جو مسلمان اپنے ظاہر میں سنتوں کا متبع اور اپنے باطن سے اللہ کو ہمہ وقت یاد رکھنے والا ہو، جو اپنی نگاہ حرام سے بچاتا رہے اور اپنے آپ کو شہوانیت سے محفوظ رکھے اور اکل حلال کا اہتمام کرے، اس کو ایمانی فراست کی وہ دولت مل جاتی ہے جو اس کو خطاؤں سے بچاتی رہتی ہے''۔ (اغاثۃ اللہفان لابن القیم ۵۹)

امام ابن القیمؒ نے حفاظت نگاہ کے نتیجے میں فراست کی نعمت ملنے کی حکمت پر اس طرح روشنی ڈالی ہے:

> ''اس کا راز یہ ہے کہ اللہ کی سنت کے مطابق بدلہ عمل کی جنس سے ملتا ہے، اب جو بندہ اپنی نگاہ محرمات سے بچاتا ہے، اللہ اس کو اسی جنس سے بہترین جزا عطا فرماتے ہیں، چوں کہ اس نے اپنی بصارت کا نور حرام سے بچا کر رکھا ہے، اس لئے اللہ اس کو بصیرت کا نور عطا کرتے ہیں، چناں چہ اس کا دل آئینہ کی طرح شفاف کر دیا جاتا ہے، اور اس کی بصیرتِ

قلبی اور فراست ایمانی اُسے گناہوں کی غلاظتوں اور خطرات سے آگاہ وباخبر کرتی اور معصیت کی وادیوں سے محفوظ رکھتی ہے''۔ (اغاثۃ اللہفان ۶۰)

ہماری تاریخ میں اس کی سب سے نمایاں مثال ذوالنورین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت گرامی ہے، جماعت صحابہ میں عفت وحیا کے لحاظ سے ان کا مقام سب سے بلند ہے، ان کی حیا، نگاہ کی حفاظت، پاکیزہ کرداری اور عفت مآبی کی وجہ سے اللہ نے ان کو بصیرتِ باطن اور فراست ایمانی کی وہ نعمت بخشی تھی، جو بے نظیر وبے مثال تھی۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک بار ان کی خدمت میں ایک صاحب آئے، حضرت عثمانؓ کی فراست نے انہیں باخبر کردیا کہ یہ صاحب بدنگاہی کے مریض ہیں، آپ نے فرمایا: ''میرے پاس تم میں سے کوئی آتا ہے جب کہ اس کی آنکھیں اس کے زنا کی شہادت دیتی ہیں''، اس پر وہ صاحب بولے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی کا سلسلہ جاری ہے؟ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: نہیں، یہ وحی نہیں، سچی فراست ہے۔ (الطرق الحکمیۃ لابن القیم ۴۳)

(۳) ہمہ وقت بہکانے والے شیطان سے دل کی حفاظت کی جائے تبھی انسان پاکیزہ کردار رہ سکتا ہے، قلب انسانی کی مثال گھر کی سی ہے، اور نگاہ اس گھر کے دورازے کا حکم رکھتی ہے، چور گھر میں اسی وقت آتا ہے جب دروازہ کھلا ہوا رہے، اگر نگاہ آوارہ، آزاد اور بے لگام رہے گی تو دل کا گھر شیطانی اور شہوانی اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکے گا، ایمان کا نور اور تقویٰ کا جوہر دونوں ختم ہوجائے گا، اسی لئے احادیث میں نگاہ کی حفاظت پر بے حد زور دیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک پڑ جانے والی نگاہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِصْرِفْ بَصَرَکَ. (مسلم شریف)

ترجمہ: اپنی نگاہ کی بہرصورت حفاظت کرتے رہو۔

(۴) نگاہ کی حفاظت کا نقد فائدہ اطاعت الٰہی اور اتباعِ سنت کی برکات اور لذتوں

کے حصول کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، انسان کی فلاح کے نسخے انسان کے خالق سے زیادہ کون جان سکتا ہے؟ قرآنِ کریم میں حکم ہوا:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ، ذٰلِكَ اَزْكىٰ لَهُمْ، اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ. (النور: ۳۰)

ترجمہ: آپ اہل ایمان سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، اسی میں ان کی پاکیزگی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے اس آیت میں بے حد غور وفکر کیا، یہ آیت الفاظ کے لحاظ سے مختصر ضرور ہے؛ لیکن معانی اور معارف وحقائق کی ایک دنیا اس میں مخفی ہے، آیت کا پہلا ٹکڑا ''تادیب'' (ادب سکھانے) کے مضمون کو محیط ہے، جس میں پست نگاہی اور عفت مآبی کا واضح حکم ہے، دوسرا ٹکڑا ''تنبیہ'' (آگاہ وخبردار کرنے) کے معنی لئے ہوئے ہے، جس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ قلب کی پاکیزگی اور اطاعت کی برکت پست نگاہی اور عفت سے ہی وابستہ ہے۔ تیسرا ٹکڑا ''تہدید'' (دھمکانے اور ڈرانے) کا پہلو رکھتا ہے، جس میں اللہ انسانوں کو اپنے حکم کی تعمیل پر متوجہ کرنے کے لئے اپنی شان خبیری وعلیمی کا ذکر کرتا اور حکم عدولی سے ڈراتا ہے''۔

(ملاحظہ ہو: منہاج العابدین للغزالیؒ ۳۱)

(۵) بدنگاہی اور شہوانیت کی غلاظتوں سے لت پت اِس ماحول میں ہمارے لئے اپنے انہیں اسلاف کا کردار مشعل راہ، نمونۂ عمل اور اسوہ ہے، جنہوں نے اپنے نفس پر قابو یاب ہوکر تمام تر مجاہدات کے ساتھ اپنی نگاہوں کی حفاظت فرمائی، اور اس کے صلہ میں دنیوی اور اخروی تمام سعادتوں سے بہرہ ور ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر شاگرد حضرت ربیع بن خثیمؒ کے متعلق آتا ہے کہ اپنی نگاہ ہمہ وقت اس قدر پست رکھتے تھے کہ پاس سے گذرنے والی خواتین انہیں نابینا سمجھ کر چلی جاتی تھیں۔

حضرت حسان بن ابی سنانؒ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک بار عید کے موقع پر نماز سے فراغت کے بعد ان کے احباب نے یہ شکوہ کیا کہ اس بار عید میں خواتین کا مجمع بہت زیادہ تھا، یہ نامناسب معلوم ہوتا ہے، اس پر انہوں نے فرمایا کہ میری نگاہ تو آج کسی عورت پر نہیں پڑی، یہ ان کی غایت احتیاط اور عفت مآبی کی علامت تھی۔

مشہور زاہد حضرت داؤد بن عبد اللہ بصرہ آئے، اپنے ایک دوست کے گھر مقیم ہوئے، دوست کی بیوی ''زرقاء'' نامی بڑی حسین وجمیل خاتون تھی، دوست کسی ضرورت سے سفر پر جانے لگا، تو بیوی کو مہمان کا خاص خیال رکھنے کی تاکید کر گیا، کئی روز کے بعد واپس آیا، تو حضرت داؤد سے پوچھا: زرقاء نے آپ کا خیال رکھا؟ حضرت داؤد نے پوچھا: کون زرقاء؟ وہ بولا: میری بیوی، حضرت داؤد نے فرمایا: نہ میں نے اسے دیکھا، نہ جانتا ہوں، اس نے اپنی بیوی کو ڈانٹ ڈپٹ کی کہ تم نے مہمان کا خیال کیوں نہیں رکھا؟ بیوی بولی: وہ تو نابینا ہے، نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہی نہیں ہے۔ (ذم الہویٰ ۷۷)

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے نیند اور بیداری دونوں حالتوں میں کبھی اپنی بیوی کے سوا کسی کے قریب ہونا گوارا نہیں کیا، خواب میں بھی اگر کوئی خاتون نظر آتی ہے تو اسے حرام سمجھ کر نگاہ پست کر لیتا ہوں''۔ (الشکویٰ للثعالبی ۱۰۳)

حضرت عبید بن عمیر مکہ کے مشہور واعظ وخطیب اور تابعی جلیل ہیں، ان کے دور میں مکہ کی ایک انتہائی حسین وجمیل خاتون تھی، اُسے اپنے حسن پر بے حد ناز تھا، ایک بار اس نے اپنے شوہر سے کہا: ہے کوئی جو میرے حسن کا اسیر نہ ہو؟ شوہر بولا: ہاں، عبید بن عمیر تمہارے حسن کے کبھی اسیر نہیں ہوں گے، اس نے کہا: میں اپنا وار ان پر آزما کر دیکھوں؟ شوہر بولا: ٹھیک ہے، وہ خاتون مسئلہ پوچھنے کے بہانے سے مسجد حرام میں آتی ہے، اشارے سے حضرت عبید کو ایک کنارے لے جاتی ہے، اپنا چہرہ کھول دیتی ہے، حضرت عبید فرماتے ہیں:

خدا کی بندی: خدا سے ڈر، وہ عورت انہیں دعوتِ زنا دیتی ہے، حضرت عبید کہتے ہیں: پہلے تم میرے چند سوالوں کا جواب دے دو:

(۱) اگر ملک الموت تمہاری روح قبض کرنے آ جائے تو کیا اس وقت تم یہ پسند کرو گی کہ میں تم سے زنا کروں؟ وہ عورت بولی: نہیں۔

(۲) تمہیں قبر میں دفن کر دیا جائے، منکر نکیر سوال کر رہے ہوں، تو کیا تمہیں اس وقت زنا کا عمل گوارا ہو گا؟ وہ بولی: بالکل نہیں۔

(۳) میدانِ محشر ہو، نفسی نفسی کا عالم ہو، اعمال نامے ملنے والے ہوں، تمہیں پتہ نہ ہو کہ اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا یا بائیں میں، کیا اس وقت تم کو بدکاری اچھی لگے گی؟ وہ بولی: ہرگز نہیں۔

(۴) میدانِ محشر میں موقف حساب میں اللہ تم سے اعمال کا حساب لے رہا ہو، کیا اس وقت تم بدکاری کا موقع دے سکو گی؟ وہ بولی: خدا کی قسم، کبھی نہیں۔

وہ عورت اتنا سن کر رونے لگی اور تائب ہوگئی، اور پھر اس کی زندگی میں پاکیزہ انقلاب آ گیا۔ (ذم الھویٰ ۲۱۰-۲۱۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بدنگاہوں سے فرمایا کرتے تھے:

اے نگاہوں کو آزاد رکھنے والے! اگر تمہیں بدنگاہی کے جرم کی شناعت اور قباحت معلوم ہو جائے تو تم آنکھوں کی جگہ آگ کے انگارے رکھنا گوارا کر لو گے، مگر بدنگاہی گوارا نہ کرو گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ فرمانِ عالی بے حیائی کے ماحول میں جی رہے لوگوں کے لئے عبرتوں کا بہت بڑا سامان ہے، اور پیغام دے رہا ہے کہ نگاہ کی حفاظت کے بغیر نہ رحمت الٰہی کا مورد بنا جا سکتا ہے، اور نہ ایمان سلامت رکھا جا سکتا ہے، کاش! ہم اس پر غور کر سکیں اور انقلابِ حال کا عزم کر سکیں۔

○●○

نگاہ، فکر، زبان اور شرم گاہ کی حفاظت

اصل پاکیزگی ہے

زنا اور بدکاری انتہائی بدترین جرم ہے، اس کے مفاسد اور بدترین نتائج وعواقب پورے نظام عالم کو متأثر کرتے ہیں، قتل وغارت اور فساد وبگاڑ کی تمام شکلیں اس جرم کے نتیجے میں رونما ہوتی ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ قتل ناحق کے بعد سب سے بدترین گناہ زنا اور بدکاری کا گناہ ہے۔ (الجواب الکافی لابن القیم ۲۲۳)

اسی لئے قرآنِ کریم میں اللہ کے نیک بندوں کے امتیازی اوصاف میں شرک اور قتل ناحق سے بچنے کے معاً بعد زنا نہ کرنے کا ذکر آیا ہے، اور یہ صراحت آئی ہے کہ شرک وقتل وزنا وغیرہ جرائم کی سزا اللہ کا عذابِ شدید ہے۔ (ملاحظہ ہو: الفرقان ۶۸-۷۰)

اسی طرح قرآن میں یہ بھی وضاحت آئی ہے کہ شرم گاہ کی حفاظت نہ کرنا دنیا وآخرت کی فلاح سے محرومی، حد شرعی سے تجاوز اور قابل ملامت عمل ہے۔ (المؤمنون ۱-۷)

زنا اور بدکاری کا عمل بدنگاہی سے شروع ہوتا ہے، بدنگاہی قلب ونفس میں ہیجان انگیز شہوانی خیالات ابھارتی ہے، پھر انسان بدکاری کی راہ پر قدم رکھتا اور چل پڑتا ہے، انجام کار زنا میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے درست لکھا ہے:

مَنْ حَفِظَ هٰذِهِ الْاَرْبَعَةَ، أَحْرَزَ دِيْنَهٗ، اَللَّحَظَاتِ، وَالْخَطَرَاتِ، وَاللَّفَظَاتِ، وَالْخُطُوَاتِ، فَيَنْبَغِيْ لِلْعَبْدِ اَنْ يَكُوْنَ بَوَّابَ نَفْسِهٖ عَلٰى

هٰذِهِ الْاَبْوَابِ الْاَرْبَعَةِ، وَيُلازِمَ الرِّبَاطَ عَلٰى ثُغُوْرِهَا، فَمِنْهَا يَدْخُلُ عَلَيْهِ الْعَدُوُّ. (الجواب الكافی ۲۲۵)

ترجمہ: جو شخص اپنی نگاہ، خیالات، الفاظ اور قدم چاروں کی حفاظت کرلے، وہ اپنے دین کی حفاظت کرلیتا ہے، اس لئے انسان کو چاہئے کہ ان چاروں دروازوں کی نگہبانی کرے، ان سرحدوں کی لازمی حفاظت کرے، دشمن انہیں راستوں سے آتا ہے، اور مبتلائے گناہ کرتا ہے: اس لئے بے حد توجہ کی ضرورت ہے۔

اسرار شریعت کے ممتاز عالم امام ابن القیمؒ نے مذکورہ ارشاد کی روشنی میں (۱) نگاہ کا زنا (۲) فکر وخیال کا زنا (۳) زبان کا زنا (۴) قدم کا زنا (اصل زنا) کی تقسیم فرمائی ہے، اور تفصیل سے تحریر کیا ہے، ذیل میں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

نگاہ کا زنا

نگاہ شہوت کی قاصد اور پیغام بر ہوتی ہے، نگاہ کی حفاظت ہی شرم گاہ کی حفاظت کی ضامن ہے، نگاہ کی آزادی بالآخر ہلاکتوں اور معصیتوں میں مبتلا کر کے رکھتی ہے، احادیث میں بدنگاہی سے اجتناب اور نگاہ کی حفاظت کی جابجا صراحت اسی لئے آئی ہے، واقعہ یہ ہے کہ بدنگاہی دل میں برے خیالات پیدا کرتی ہے، برا خیال شہوانیت کے جذبات برانگیختہ کرتا ہے، جس کے نتیجے میں گناہ کا عزم راسخ پیدا ہوتا ہے، پھر اگر فضل الٰہی سے کوئی مضبوط مانع نہ ہو تو ارتکاب گناہ میں کوئی کسر باقی نہیں رہ جاتی۔

موجودہ معاشرے میں نگاہ کے زنا کے اسباب ومحرکات اس قدر عام ہو گئے ہیں کہ ضروریات زندگی تک محفوظ نہیں ہیں، نگاہ کی حفاظت کے ساتھ راستہ چلنا، بازار سے گذرنا، ضروری استعمال کی اشیاء خریدنا اور استعمال کرنا، ذرائع ابلاغ بالخصوص اخبارات کا مطالعہ کرنا بھی انتہائی دشوار ہوتا جارہا ہے، ایسے عالم میں کس قدر احتیاط اور ہوش مندی درکار ہے محتاج

بیان نہیں، اسی لئے حدیث میں وارد ہوا ہے:

كُتِبَ عَلىٰ ابْنِ اٰدَمَ نَصِيْبُهٗ مِنَ الزِّنَا، مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَامَحَالَةَ، اَلْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطىٰ، وَالْقَلْبُ يَهْوٰى وَيَتَمَنّٰى، وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهٗ. (مشکوٰۃ المصابیح: باب الایمان بالقدر، بحوالہ مسلم)

ترجمہ: فرزند آدم پر زنا میں سے اس کا حصہ لازم کردیا گیا ہے، جسے وہ یقیناً پاکر رہے گا، آنکھوں کا زنا (بری) نگاہ سے دیکھنا ہے، کانوں کا زنا (ناجائز چیز) سننا ہے، زبان کا زنا (بری) گفتگو ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پیر کا زنا قدم رکھنا ہے، دل خواہش وتمنا کرتا ہے، اور شرم گاہ اس تمنا کی (تکمیل کرکے) تصدیق اور (تکمیل نہ کرکے) تکذیب کرتی ہے۔

فکروخیال کا زنا

انسان کے افکاروخیالات شر اور خیر کا مبدأ اور بنیاد ہیں، ارادے، حوصلے، ہمتیں اور عزائم انہیں سے پیدا ہوتے ہیں، جو بندہ اپنے فکروخیال کو پاکیزہ رکھتا ہے وہ خواہش نفس کا غلام نہیں بنتا، جب کہ فکروخیال کی بے لگام آزادی اور آوارگی انسان کو بندۂ ہوا وہوس بنادیتی ہے، اور گناہ کی وادی میں غرق کرڈالتی ہے، دنیاوآخرت کے منافع کے حصول اور مضرات کے دفعیہ کے لئے ذہن ودماغ میں آنے والے افکاروخیالات تو درست ہوتے ہیں؛ لیکن شہوانیت اور معصیت کے افکاروخیالات پر بند لگانے کی کوشش ہر صاحب ایمان کا فرض ایمانی ہے، ورنہ خدانخواستہ یہ افکار اگر عملی روپ دھار لیتے ہیں تو دین ودنیا کا ناقابل تلافی خسارہ ہوتا ہے۔

اللہ نے انسان کو نفس امارہ اور نفس مطمئنہ دونوں سے مرکب بنایا ہے، یہ دونوں باہم برسر پیکار رہتے ہیں، شہوانی اور شیطانی قوتیں نفس امارہ کی معاون ہوکر گناہ کی راہ ہموار اور

گناہ کا عمل خوش منظر بنا کر پیش کرتی ہیں، جس کے فریب میں بالعموم انسان آجاتا ہے اور مبتلائے معصیت ہوجاتا ہے، جب کہ نفس مطمئنہ کی حمایت وتائید نورانی قوتوں کے ذریعہ ہوتی ہے، جو اطاعت وخیر کی تحریک کرتی ہیں اور گناہوں سے نفرت دلاتی ہیں، اہل اللہ کے نزدیک اصلاحِ قلب وعمل کی بنیاد افکار وخیالات کی حفاظت پر ہے۔

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بدنگاہی فکر وخیال کے زنا میں مبتلا کردیتی ہے، شہوانی خیالات اور جنسی ہیجانی جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں، تو عفت وعصمت کی تمام قدریں پامال کرڈالتے ہیں، اس لئے شریعت فکر ونظر کی حفاظت کا حکم دیتی ہے اور فکری آوارگی اور خیالی زنا سے اجتناب کی تلقین کرتی ہے۔

زبان کا زنا

انسان کی زبان عموماً بے لگام ہوکر انسان کو معاصی کے طوفان میں غرق کردیتی ہے۔

احادیث میں صراحت ہے کہ:

لاَ یَسْتَقِیْمُ اِیْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰی یَسْتَقِیْمَ قَلْبُهٗ، وَلَا یَسْتَقِیْمُ قَلْبُهٗ حَتّٰی یَسْتَقِیْمَ لِسَانُهٗ. (الجواب الکافی ۲۳۵)

ترجمہ: کسی بندے کا ایمان دل کی درستی کے بغیر درست نہیں ہوسکتا، اور دل کی درستی زبان کی درستی کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

زبان سے شہوانی گفتگو زبان کا زنا ہے، بدنگاہی کے نتیجے میں دل میں پیدا ہونے والے شہوانی خیالات وجذبات بسا اوقات شہوانی گفتگو میں مبتلا کردیتے ہیں، اور انسان نگاہ وقلب کے زنا کے ساتھ زبان کے زنا کا شکار ہوجاتا ہے، شریعت نے اسی لئے زبان کی احتیاط اور حفاظت کا تاکیدی حکم دیا ہے اور زبان وشرم گاہ کی حفاظت پر جنت کی ضمانت دی گئی ہے۔

قدم کا زنا

اس سے مراد عملی زنا ہے، شرم گاہ کی حفاظت نہ کرنا اور بدکاری کے صریح عمل میں مبتلا ہونا انتہائی سنگین جرم ہے، اور نگاہ ونظر، قلب وتصور، فکر وخیال اور زبان کی بے لگامی و بے احتیاطی انجام کار انسان کو زنا کے اس آخری اور سب سے خطرناک مرحلے تک پہنچادیتی ہے۔

اس لئے دین وعفت کی حفاظت کا تیر بہ ہدف اور فوری مؤثر و کارگر نسخہ یہی ہے کہ انسان بالترتیب:

(۱) نگاہ ونظر

(۲) فکر وخیال

(۳) الفاظ اور زبان

(۴) شرم گاہ

کی حفاظت کی فکر میں لگا رہے، اور کسی بھی مرحلہ پر نہ بدنگاہی کو گوارا کرے، نہ فکر وخیال کی آوارگی کو روا رکھے، نہ زبان کو بے مہار چھوڑے اور نہ شرم گاہ کو بدکاری اور زنا کی غلاظت سے آلودہ ہونے دے، اس اہتمام سے ہی انسان عفیف و پاک دامن ہوسکتا ہے اور اپنے دین کی حفاظت کرسکتا ہے۔

بابِ دوم

فحاشی اور زنا

فحاشی اور بدکاری کی ترویج کے مؤثر ذرائع اور اسلام کی ہدایات

قرآنِ کریم میں خدائے ذوالجلال نے بے حد صریح حکم دیا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً، وَسَآءَ سَبِيْلاً. (الاسراء: ۳۲)

ترجمہ: زنا کے قریب مت جاؤ، وہ بے حیائی کا کام اور بری راہ ہے۔

چوں کہ زنا تمام سماجی لعنتوں میں سب سے بڑی لعنت ہے اور بجائے خود بھی قبیح ہے اور بہ لحاظ دوسرے مفاسد کے بھی، افراد کی روحانی پاکیزگی اور اخلاقی طہارت کے بھی منافی ہے اور صالح تمدن و معاشرہ کی اجتماعی صالحیت کے بھی، روحانیت اور عبودیت کے چہرہ پر بھی ایک داغ، اور جسمانی، معاشرتی، معاشی مضرتوں اور خطروں کے اعتبار سے بھی قابل نفرت ہے۔ (تفسیر ماجدی ۳/۳۵)

اسی لئے اسلام نے منہیات کے باب میں سب سے پہلے زنا کا ذکر کیا ہے، اور ایسے الفاظ میں ممانعت فرمائی ہے جو صرف زنا نہیں؛ بلکہ اس کے تمام اسباب و دواعی، بواعث و محرکات اور وسائل و ذرائع؛ بلکہ زنا کی سمت لے جانے والے ہر شگاف اور چور دروازے کا سدِ باب کرتے ہیں۔ چناں چہ ''زنا نہ کرو'' کے حکم کے بجائے ''زنا کے قریب مت جاؤ'' کا حکم اس قدر جامع ہے کہ اس کے ذیل میں بے حیائی، عریانیت، فحاشی اور بے حجابی کے تمام

قولی، فعلی، تقریری وتحریری اور تصویری ولباسی مظاہرے آ جاتے ہیں، اور عریاں ونیم عریاں ملبوسات وتصاویر، فحش ونیم فحش شاعری، رقص وسرود، سنیما، ٹی وی سب پر بندش عائد ہو جاتی ہے، اور اسی عموم میں منع حمل، فیملی پلاننگ اور اسقاطِ حمل پر بھی روک لگ جاتی ہے، جس سے فطری طور پر زنا کے دروازے کھلتے اور حرام کاری پر جسارت ودیدہ دلیری افزوں ہوتی جاتی ہے۔

قرآن کی مذکورہ بالا آیت کریمہ میں حرمت زنا کی دو وجہیں بتائی گئی ہیں: (۱) زنا بے حیائی کا عمل ہے، اور بے حیائی ہر چیز سے محرومی کا ذریعہ ہے اور ایمان پر شب خون مارنے والی چیز ہے۔ (۲) زنا معاشرتی فساد کی تخم ریزی کرنے والا جرم ہے جو صالح معاشرے کی جڑ پر حملہ آور ہوتا ہے، اس سے تباہی اور عداوت کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں، اور حقوق العباد متأثر ہوتے ہیں، اسی لئے ایک دوسرے مقام پر آیا ہے:

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتاً، وَسَآءَ سَبِيلاً. (النساء: ۲۲)

ترجمہ: درحقیقت زنا بے حیائی کا فعل ہے، ناپسندیدہ اور برا چلن ہے۔

امام رازیؒ کے بقول اس آیت میں زنا کے قبح شرعی، قبح عقلی اور قبح عرفی تینوں کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔

خداوند قدوس چوں کہ اپنے بندوں پر بے حد شفیق ورحیم ہے، اس لئے جب اللہ کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس کے مقدمات ومبادی کی صراحت کر کے ان پر بھی روک لگاتا ہے؛ تاکہ بندے کے لئے حرام سے بچنا آسان رہے۔ ایک مفکر کے بقول:

''شریعت کسی برائی کو محض حرام کر دینے یا اسے جرم قرار دے کر اس کی سزا مقرر کر دینے پر اکتفا نہیں کرتی؛ بلکہ وہ ان اسباب کا بھی خاتمہ کر دینے کی فکر کرتی ہے جو کسی شخص کو اس برائی میں مبتلا ہونے پر اکساتے ہوں، یا اس کے لئے مواقع بہم پہنچاتے ہوں، یا اس پر مجبور کر دیتے ہوں، نیز شریعت جرم کے ساتھ اسبابِ جرم، محرکاتِ جرم اور وسائل وذرائع جرم پر بھی پابندیاں لگاتی ہے؛ تاکہ آدمی کو اصل جرم کی عین سرحد پر پہنچنے سے پہلے کافی فاصلے

ہی پر روک دیا جائے، وہ صرف محتسب ہی نہیں ہے؛ بلکہ ہم درد، مصلح اور مددگار بھی ہے، اس لئے وہ تمام تعلیمی، اخلاقی اور معاشرتی تدابیر اس غرض کے لئے استعمال کرتی ہے کہ لوگوں کو برائیوں سے بچنے میں مدد دی جائے"۔ (تفہیم ۳/۳۷۶)

ذیل میں ان ذرائع واسباب کا جائزہ لیا جائے گا جو زنا کی تحریک کرتے ہیں اور جن پر شریعت نے روک لگائی ہے:

بدنگاہی

بدنگاہی زنا کا اولین اور بھرپور داعی ومحرک گناہ ہے، قرآن وحدیث میں اس کی مذمت ومضرت کا خوب بیان آیا ہے، نکاح کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے مقاصد وفوائد میں غضِ بصر (نگاہ کی حفاظت) کو نمایاں مقام دیا گیا ہے، روایات میں آتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم ﷺ اپنے نوجوان عم زاد حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اونٹ پر سوار تھے، ایک نوجوان عورت نے اسی دوران آپ ﷺ سے کوئی مسئلہ پوچھا، حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی نگاہ اس عورت پر پڑ گئی، حضور اکرم ﷺ نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی گردن موڑ دی، پھر اس کی وجہ بتائی:

رَأَیْتُ شَاباً وَشَابَّةً فَلَمْ اٰمِنِ الشَّیْطَانَ عَلَیْهِمَا. (ترمذی شریف کتاب الحج باب ما جاء فی الوقوف بعرفات)

ترجمہ: میں نے نوجوان مرد وعورت کو دیکھا تو میں نے ان پر شیطان سے امن نہ پایا۔

یعنی خطرہ تھا کہ شیطان بدنگاہی پھر بدکاری میں مبتلا نہ کرادے، اس لئے میں نے فضل کا رخ موڑ دیا؛ تاکہ بدنظری نہ ہو۔

کسی عالم حکیم کا مشہور قول ہے:

مَنْ اَرْسَلَ طَرْفَهٗ اسْتَدْعیٰ حَتْفَهٗ.

ترجمہ: جو اپنی نگاہ کو آزاد و بے لگام رکھتا ہے وہ اپنی (روحانی) موت کو دعوت دیتا ہے۔

یعنی بدنگاہی قلب وروح کی موت کے مرادف ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ: ''میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال فرمایا: اَیُّ شَیْءٍ خَیْرٌ لِلْمَرْأَةِ؟ عورت کے لئے کیا چیز بہتر ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے، جواب نہیں دیا، پھر جب میں گھر میں گیا اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میں نے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: لَا یَرَیْنَ الرِّجَالَ وَلَا یَرَوْنَهُنَّ۔ یعنی عورتوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد ان کو دیکھیں۔ میں نے ان کا یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نقل کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: صَدَقَتْ اِنَّهَا بِضْعَةٌ مِنِّیْ۔ انہوں نے درست کہا، بے شک وہ میرا ایک جزء ہیں۔ (معارف القرآن ۷/۲۱۶)

چناں چہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی بعض ازواج کو حکم دیا کہ وہ نابینا صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی پردہ کریں؛ کیوں کہ ازواج تو نابینا نہیں ہیں، اور ان کے لئے کسی اجنبی مرد کا خواہ وہ نابینا ہو، دیکھنا درست نہیں ہے۔

عورتوں کی طرف سے زینت کا اظہار

قرآنِ کریم میں ازواجِ مطہرات کو براہِ راست اور تمام عورتوں کو بالواسطہ حکم دیا گیا ہے:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی۔ (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: اور سابق دورِ جاہلیت جیسی سج دھج دکھاتی نہ پھرو۔

اس آیت میں عورتوں کو ''تبرج'' سے منع کیا گیا ہے، جس کی حقیقت اپنے چہرے اور جسم کے حسن کی نمائش، اپنے لباس اور زیور کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ اور اپنی چال ڈھال سے اپنے کو دوسروں کے سامنے نمایاں کرنا ہے۔ امام ابوعبیدہ کے بقول:

اِخْرَاجُ الْمَرْأَةِ مِنْ مَحَاسِنِهَا مَا تَسْتَدْعِي بِهٖ شَهْوَةَ الرِّجَالِ.

عورت کا اپنے جسم ولباس کے حسن کو اس طرح نمایاں کرنا جس سے مرد اس کی طرف راغب ہوں، یہ تبرج ہے۔

اسلام نے عورتوں کو پابند کر دیا ہے کہ وہ اپنے حسن کی نمائش نہ کریں، اسلام سے قبل جاہلیت کے دور میں عورتیں اپنے حسن کی نمائش وآرائش کی جس طرح عادی تھیں، اس پر اسلام نے قدغن لگا دی ہے، اور واضح کر دیا ہے کہ بن ٹھن کر نکلنا، چہرہ اور جسم کے حسن کو ظاہر کرنا، چست وعریاں لباس سے اپنے کو نمایاں کرنا، جاہلیت کا طریقہ ہے جسے اسلام قطعاً گوارا نہیں کرتا۔

اجنبی مردوں کے سامنے بے پردہ آنا، اپنے محاسن ومفاتنِ جسم ولباس کی نمائش، اپنی زینت کا اظہار زنا اور بدکاری کی دعوت دینا ہے، شہوت کی دبی ہوئی چنگاری اسی سے شعلہ بن کر ابھرتی ہے، پست نگاہیں اسی سے اٹھتی اور مرتکب زنا ہوتی ہیں، دل کے نہاں خانوں میں دبے جذبات اسی سے ابھرتے ہیں، جرم کی راہ اسی سے آسان ہوتی ہے، اور پھر یہ سب چیزیں زنا اور بدکاری کے مبغوض عمل پر منتج ہوتی ہیں۔

قرآن میں وارد ہوا ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ. (النور: ۳۱)

ترجمہ: عورتیں زمین پر پیر زور سے نہ رکھیں؛ تا کہ ان کا مخفی زیور دوسروں کو معلوم نہ ہو اور اس کی جھنکار دوسروں کو سنائی نہ دے۔

اس طرح اظہار زینت کی ہر شکل سے روک دیا گیا ہے۔ احادیث میں اہل جہنم کے تذکرہ میں آیا ہے:

نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلَاتٌ مُمِيْلَاتٌ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا. (مسلم شریف)

ترجمہ: وہ عورتیں جو لباس میں ہوں مگر لباس کے باریک اور چست ہونے کی وجہ سے ان کا جسم جھلکتا نظر آتا ہو اور مفاتن جسم نمایاں ہوتے ہوں وہ برہنہ عورتیں ہیں، اسی طرح دوسروں پر ریجھنے اور دوسروں کو رِجھانے والی عورتیں ہیں، یہ سب جنت میں داخل نہ ہوسکیں گی؛ بلکہ ان کو جنت کی ہوا اور خوشبو تک نصیب نہ ہوگی۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اپنے اہل وعیال کے سوا دوسرے لوگوں میں بن سنور کر جانا بہت برا ہے، اور اس کی سزا روزِ قیامت کی نہ ختم ہونے والی ظلمت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/ ۴۸۷)

تبرج کی حرمت کا حکم پورے سماج کو زنا اور بدکاری کے تعفن سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آزادانہ ماحول میں جہاں عورت کو بے حجابانہ نکلنے اور اپنے حسن کی علانیہ نمائش میں کوئی باک نہ ہو، زنا اور فحاشی کے واقعات عام ہوجاتے ہیں، بہت سے نوجوانوں کا موجودہ تہذیبِ عریانیت میں شادی سے انکار اور اسے بوجھ اور طوق سمجھنے کا مزاج اسی تبرج کی دین ہے، انہیں اپنی شہوت رانی کے ناجائز مواقع اسی عریانیت کی بدولت ملتے ہیں، جو انہیں شادی کے بندھن میں بندھنے سے روکتے ہیں۔ قرآن نے جاہلیت اولیٰ کے تبرج کا ذکر کیا ہے، تہذیب حاضر کی عریانیت وفحاشی اور یورپ سے امنڈنے والا سیلابِ برہنگی وبدکاری اُسی جاہلیت کی اور زیادہ بگڑی ہوئی اور لعنت زدہ متعفن شکل ہے، جس نے انسان کو جنسی ہوس ناکی میں بندر سے بھی بدتر بنادیا ہے، اسلام نے یورپ کو عفت، عدل، سلامتی، حق اور مساوات ومواسات کا تحفہ دیا تھا، جس کے جواب میں یورپ نے فحاشی اور عریانیت، شراب وقمار اور بے حجابی وتبرج کا تحفہ دیا ہے، اُنہیں ہمارا تحفہ راس نہ آیا، پر ہماری بدبختی اور کورفہمی ہے کہ ہم نے ان کا تحفہ اپنی عزت سمجھ کر قبول کیا، جس کا شاہد ہمارا پورا سماج ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

فرنگیوں کو عطا خاکِ سوریا نے کیا ☆ نبیٔ عفت وغم خواری وکم آزاری

صلہ فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لئے ☆ مئے و قمار و ہجوم زنانِ بازاری

مردوں اور عورتوں کا باہمی اختلاط

مردوں کا غیر محرم عورتوں سے میل جول اور عورتوں کا غیر محرم مردوں سے میل جول زنا اور بدکاری کا بہت مؤثر اور کارگر حربہ اور ذریعہ ہے، اسلام اس اختلاط پر سخت بندش لگاتا ہے اور اسے معاشرتی اقدار، انسانی کرامت اور اخلاقی فضیلت سب کے لئے زہر قاتل قرار دیتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ، وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ، فَاتَّقُوْا الدُّنْیَا وَاتَّقُوْا النِّسَاءَ، فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَۃِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانَتْ فِی النِّسَاءِ. (مسلم: کتاب الرقاق، باب اکثر اھل الجنة الفقراء)

بلاشبہ یہ دنیا بے حد سرسبز وشاداب، شیریں اور دل فریب ہے، اللہ نے تم کو دنیا میں اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے؛ تاکہ دیکھے کہ تم کیسا عمل کرتے ہو؟ تو دنیا سے اور عورتوں سے بچتے رہو، بنی اسرائیل میں فتنہ کا آغاز عورتوں سے ہوا تھا۔

حدیث میں وارد ہوا ہے:

مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَۃً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ.

(مسلم: باب اکثر اھل الجنة الفقراء الخ)

ترجمہ: میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔

مرد وعورت کے اختلاط میں بدنگاہی، ناجائز خلوت، بے پردگی اور شہوت رانی کے تمام مفاسد اکٹھے ہو جاتے ہیں، اختلاط کے مفاسد سے بچانے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے عورتوں کے لئے تعلیم ونصیحت کا دن الگ مقرر کیا تھا، عورتوں کی گذرگاہ الگ کردی تھی اور

انہیں مردوں سے دور رہتے ہوئے راستے کے کنارے چلنے کا حکم فرمایا، عورتوں کے لئے مسجد میں داخل ہونے کا دروازہ الگ فرمادیا اور مردوں کا داخلہ اس سے روک دیا گیا، نمازوں میں عورتوں کی صفیں مردوں سے پیچھے اور بالکل الگ کردیں اور مردوں کے لئے پہلی صف کو بہترین اور پچھلی صف کو بدترین، جب کہ عورتوں کے لئے پچھلی صف کو بہترین اور اگلی صف کو بدترین قرار دیا، عورتوں کے لئے مسجد آنے کی اجازت دی، مگر یہ صراحت کردی کہ عورت کے لئے گھر میں اور گھر کے اندرون میں نماز ادا کرنا زیادہ باعث ثواب عمل ہے۔ نماز جنازہ میں شرکت سے عورتوں کو رک دیا گیا، حج جیسے اجتماعی فریضے میں عورتوں کو مردوں سے الگ اور محتاط رہنے کی تاکید کی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ طواف بیت اللہ جیسے اجتماعی عمل میں جہاں اختلاط سے بچنا از حد دشوار ہوتا ہے، حتی الامکان اختلاط سے بچتی اور مردوں سے الگ ہوکر طواف کرتی تھیں۔ (بخاری شریف)

ان احکام سے واضح ہوتا ہے کہ مرد وزن کا اختلاط اسلام کے مزاج اور روح کے سخت مغایر اور منافی ہے، اسلام جب اللہ کے گھر میں اختلاط کو روا نہیں رکھتا تو یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ مسجد کے باہر گھروں، کالجوں، بازاروں اور دفتروں میں یہ اختلاط گوارا کیا جاسکے؟

اسلام نے مرد و عورت کا دائرۂ کار، حدودِ عمل اسی لئے الگ رکھے ہیں؛ تاکہ اختلاط کی لعنت سے مرد و عورت محفوظ رہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

نَهىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَـمْشِيَ الرَّجُلُ بَيْنَ الْمَرْأَتَيْنِ. (ابوداؤد شریف: کتاب الادب، باب مشی النساء فی الطریق)

ترجمہ: آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی مرد دو عورتوں کے درمیان چلے۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے مرد وزن کا اختلاط دیکھ کر عورتوں سے فرمایا:

اِسْتَأْخِرْنَ، فَاِنَّهٗ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيْقِ. (ایضاً)

ترجمہ: پیچھے ہو جاؤ، اس لئے کہ بیچ راہ پر قبضہ کرنے کا تمہارا کوئی حق نہیں ہے، تمہیں راستے کے کنارے کنارے چلنا چاہئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اَلاَ تَسْتَحْيُوْنَ فَاِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّ نِسَاءَ كُمْ يَخْرُجْنَ فِي الْاَسْوَاقِ يُزَاحِمْنَ الْعُلُوْجَ. (مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۱۸)

کیا تم کو شرم نہیں آتی؟ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہاری عورتیں بازاروں میں جاتی ہیں، اور وہاں کفار سے ان کا اختلاط ہوتا ہے۔

اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رائج مخلوط تعلیم عفت وعصمت اور غیرت وحمیت کی بنیادوں پر تیشہ چلاتی جارہی ہے، اور اس کے نتیجے میں جو مفاسد اخلاقی اور اجتماعی زندگی میں رونما ہو رہے ہیں، ان کا اعتراف غیر مسلم ماہرین تعلیم بھی کرتے ہیں۔

ایک یورپین تجزیہ نگار نے لکھا ہے کہ:

''مخلوط طریقۂ تعلیم میں اگرچہ دعویٰ کتنا بھی کیا جائے، ان جذباتی دقتوں کا ازالہ نہیں ہوتا جو نوجوانوں میں صنفی شعور کے آغاز سے پیدا ہو جاتی ہیں، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین روزمرہ کے اختلاط کے نتیجہ کے طور پر نہ صرف جذباتی تعلقات پیدا ہوتے ہیں؛ بلکہ مطالعہ اور ضبط زندگی کے لئے اور بھی زیادہ تباہ کن بات یہ ہے کہ بعض اوقات شاگرد استاذوں سے جذباتی وابستگی پیدا کر لیتے ہیں''۔ (اسلام کا نظام عفت وعصمت، از مولانا ظفیر الدین مفتاحی ۲۱۰)

مخلوط تعلیم میں سب سے پہلے غیر محرم سے بے تکلفی کا ماحول پیدا ہوتا ہے، پھر فیشن پرستی اور جنسی بے راہ روی کا ناقابل بیان سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اسی لئے اسلام نے اس پر قدغن لگائی ہے اور مرد وزن کے ناجائز اختلاط کی ہر صورت اور موقع پر روک لگا دی ہے۔

عورتوں کا بے محرم تنہا سفر

عورت کا اکیلے کسی محرم کے بغیر سفر خواہی، نہ خواہی بدکاری اور زنا کی راہ پر لے جاتا

ہے، شیطان اپنی وسوسہ کاری اورفریب کاری کے ذریعہ عورت کو بدکاری پر آمادہ کرتا ہے، یاشہوت پرست مرد عورت کوتنہا پاکراس کا جنسی استحصال کرتے اوراس کے آبگینۂ عفت کو پارہ پارہ کرڈالتے ہیں؛اسی لئے اسلام نے عورت کے تنہا سفر کوخواہ وہ حج کا ہی سفر کیوں نہ ہو، حرام قرار دیا ہے۔حضوراکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا یَحِلُّ لِاِمْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ مَسِیْرَةَ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ وَلَیْسَ مَعَهَا ذُوْ حُرْمَةٍ مِنْهَا. (بخاری شریف: باب فی کم تقصر الصلاۃ)

ترجمہ: اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے بغیر محرم کے ایک دن رات کا سفر جائز نہیں ہے۔

مزید ارشاد ہے:

لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ. (بخاری شریف)

ترجمہ: عورت بغیر محرم کے ہرگز سفر نہ کرے۔

احادیث میں مطلق سفر، ایک دن کا سفر، دو دن کا سفر، تین دن کا سفر سب مذکور ہے، اور بغیر محرم کے منع کردیا گیا ہے۔

یہ بھی مروی ہے کہ ایک آدمی نے جہاد میں جانے کے لئے نام لکھوالیا تھا مگر اس کی بیوی حج کے سفر پر جانے لگی،آپ نے فرمایا کہ تم جہاد کے بجائے اپنی بیوی کے ساتھ حج میں جاؤ۔ (بخاری شریف کتاب الجہاد)

رشید رضا مصری نے لکھا ہے کہ:

''موجودہ حالات میں دورانِ سفر جو واقعات پیش آتے ہیں، اور مرد وزن کے اجتماع واختلاط کے جو اثرات وعواقب ہوتے ہیں،سواریوں اور ہوٹلوں میں جو معاملات سامنے آتے ہیں، ان کے پیش نظر بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ اسلام نے عورت کوتنہا سفر کرنے سے رکنے کا جوحکم دیا ہے اور جس شدت کے ساتھ اس پر بندش لگائی ہے وہ کتنی حکیمانہ اور معقول ہے''۔(حقوق النساء فی الاسلام۱۸۱)

اجنبی مردوں یا عورتوں کے ساتھ خلوت

عورت کے لئے اجنبی مردوں کے ساتھ اور مردوں کے لئے اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت بدکاری اور فحاشی کا قوی ترین ذریعہ ہے، عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے اس خلوت سے بچاؤ بے حد ضروری ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

لَا يَخْلُوَنَّ أَحَدٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ. (متفق علیه)

ترجمہ: کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے، الا یہ کہ اس کی قریبی رشتہ دار ہو۔

دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُوْ رَحِمٍ مِنْهَا، فَاِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ. (مسند احمد)

ترجمہ: جو شخص اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہو، وہ ہرگز کسی ایسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ جائے جس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو، اجنبی مرد وعورت جب خلوت میں ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

امام شوکانی لکھتے ہیں:

''اجنبی عورت کے ساتھ خلوت بالا جماع حرام ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس خلوت میں شیطان کو اپنا جال بچھانے، گناہ پر ابھارنے اور اپنے دام میں پھانسنے کا خوب موقع ملتا ہے، ہاں اگر عورت کے ساتھ محرم ہو تو یہ بات نہیں ہوتی، اور شیطان اپنا کام نہیں کر پاتا''۔ (نیل الاوطار ۶/ ۲۴۱)

اسلام نے بڑی صراحت کے ساتھ یہ حکم دیا ہے کہ عورت کے پاس شوہر کے سوا کوئی مرد خلوت میں نہ رہے، خواہ قریب ترین عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ.

ترجمہ: عورتوں کے پاس تنہائی میں نہ جاؤ۔

دیور اور جیٹھ کے بارے میں سوال کیا گیا، فرمایا:

اَلْحَمْوُ اَلْمَوْتُ. (بخاری کتاب النکاح باب لا یخلون رجل بامرأة)

ترجمہ: وہ تو موت ہے۔

یعنی شوہر کے قریبی رشتہ داروں سے دیگر مردوں کے مقابلہ میں زیادہ خطرہ ہوتا ہے اور ان سے بہت محتاط و ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

حافظ ابن حجر کے بقول:

''ان رشتے داروں کو دوسروں کے مقابلہ میں خلوت کے مواقع زیادہ ملتے ہیں، ان سے دوسروں کی بہ نسبت شر کی زیادہ توقع ہے، ان کا فتنہ اوروں سے بڑھا ہوتا ہے، ان پر اجنبیوں کی طرح روک ٹوک نہیں رہتی ہے؛ اس لئے ان سے بے حد محتاط رہنا ضروری ہے''۔ (فتح ۳۳۱/۹)

مشہور عرب مفکر شیخ محمد البہی نے لکھا ہے:

''شوہر کے قریبی رشتہ داروں کا بکثرت مسلسل عورت کے پاس آنا جانا اپنے پہلو میں بڑے خطرات کا حامل ہوتا ہے، شوہر سے قرابت کا تعلق ہونے کی وجہ سے ایسے لوگ دن ورات میں کسی بھی وقت، بر بنائے ضرورت یا بے ضرورت آتے رہتے ہیں، بسا اوقات شوہر نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی بے تکلفانہ آمد ورفت کو قرابت کے دباؤ میں مروت کی بنا پر گوارا اور انگیز کرتا ہے؛ لیکن یہ چیز کبھی کبھی بڑے ہولناک نتائج سامنے لاتی ہے، پھر قرابتی تعلقات بکھر جاتے ہیں، زوجین میں تفریق ہوجاتی ہے، باہم مخاصمت اور جھگڑے کا آغاز ہوجاتا ہے، اس لئے اس سلسلہ میں احتیاط روزِ اول سے ہونی چاہئے''۔ (الاسلام والمرأة المعاصرة ۱۸۱)

ایک حدیث میں فرمایا گیا:

لَا تَلِجُوْا عَلَى الْمُغِيْبَاتِ، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِىْ مِنْ اَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ. (ترمذی شریف: باب کراهية الدخول على المغيبات)

ترجمہ: شوہروں کی غیر موجودگی میں عورتوں کے پاس مت جایا کرو؛

کیوں کہ شیطان تم میں خون کی طرح گردش کررہا ہے، اور ہر آن تم کو مبتلائے گناہ کرنے کی سازش میں لگا ہوا ہے۔

اس طرح واضح کردیا گیا ہے کہ محارم کی عدم موجودگی میں عورتوں کے پاس آمد ورفت فتنے کا پیش خیمہ ہے اور شیطان کے داؤں اس طرح کامیاب ہوجاتے ہیں۔

ایک حدیث میں واضح فرمایا گیا ہے:

أَلا لا يَبِيْتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَأَةٍ ثَيِّبٍ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ نَاكِحاً اَوْ ذَا مَحْرَمٍ. (مسلم شريف، كتاب السلام، باب تحريم الخلوة بالاجنبية)

ترجمہ: سنو! ہرگز کوئی آدمی کسی شادی شدہ عورت کے پاس رات نہ گذارے، الا یہ کہ وہ اس کا شوہر ہو یا محرم ہو۔

اس حدیث میں شادی شدہ عورت کا ذکر ہے؛ اس لئے کہ عادۃً آمد ورفت ایسی عورت کے پاس زیادہ رہتی ہے جو شادی شدہ ہو، جب شادی شدہ عورت کے لئے یہ حکم ہے تو غیر شادی شدہ عورت کے لئے تو یہ حکم اور زیادہ اہمیت اور اولیت کے ساتھ ہوگا، عورت کے پاس رات گذارنا حرام کاری کا بہت قوی ذریعہ ہے؛ اس لئے اس پر سختی سے روک لگائی گئی ہے۔

عموماً منگنی کے مواقع پر منگیتر کے ساتھ خلوت کے مواقع خواہی نہ خواہی فراہم کئے جاتے ہیں، اور اس کے ذریعہ اتنے مفاسد سامنے آتے ہیں کہ ان کا احاطہ مشکل ہے، خاندان کے بڑے اپنے لڑکوں اور لڑکیوں پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے خلوت کا موقع فراہم کرتے ہیں، جب کہ اس کے نتیجہ میں زنا وبدکاری کا چلن ہوتا ہے اور بسا اوقات خاندانی تنازعوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔

اجنبی مرد وعورت کی خلوت میں ملاقات کی حالت میں شیطان جانبین کی شہوت ابھارنے کی کوشش کرتا ہے، دونوں کے دلوں میں برائی کا وسوسہ ڈالتا ہے، اس میں کامیابی نہ ملے تو کسی تیسرے کو بہکاتا ہے؛ تاکہ وہ ان دونوں کے تئیں بدگمان ہو اور اپنی بدگمانی ظاہر

کر کے رسوا کرے۔ ہمارے زمانہ میں عورتوں اور مردوں کی بے باکانہ و بے حجابانہ ملاقات نے زنا کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی غایت احتیاط کا عالم یہ تھا کہ ایک بار حالت اعتکاف میں رات کے وقت ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ سے ملاقات کے لئے مسجد آئیں، بات چیت کے بعد واپس آنے لگیں، گھر تک پہنچانے کے لئے حضور ﷺ بھی ساتھ اٹھے، اسی درمیان دو انصاری صحابہ گذرے اور آپ کو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ دیکھ کر اور جلدی چلنے لگے، آپ ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اطمینان سے جاؤ، یہ میرے ساتھ صفیہ ہیں، اس پر ان دونوں نے کہا: ''سبحان اللہ یا رسول اللہ کیا آپ کے متعلق بھی بدگمانی ہو سکتی ہے''؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنْ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَی الدَّمِ، وَاِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یَقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِکُمَا شَراً. (متفق علیہ)

ترجمہ: شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا پھرتا ہے، میں ڈرتا ہوں کہ وہ کہیں تم دونوں کے دل میں کوئی بری بات نہ ڈال دے۔

اہل علم کے بقول انسان انتہائی خدا ترس کیوں نہ ہو، اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اسے گناہ میں مبتلا ضرور کرتی ہے، اور بالآخر رسوا کر ڈالتی ہے، اسی لئے قرآن اور دین سکھانے کے مقصد سے بھی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا حرام ہے، اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنے کے اندر کتنی تباہ کاریاں چھپی ہوئی ہیں، اس کا اندازہ اس عبرت آموز واقعہ سے ہوتا ہے جو امام ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں وہب بن منبہ کے حوالہ سے لکھا ہے، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ زنا کے مضمرات کتنے خطرناک اور وحشت ناک ہیں، اور یہ کہ ابلیس اپنی دسیسہ کاریوں سے انسان کو کس طرح کھلونا بناتا ہے:

اِنَّ عَابِداً کَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَکَانَ مِنْ اَعْبَدِ اَهْلِ زَمَانِهٖ،

وَكَانَ فِيْ زَمَانِهٖ ثَلاثَةُ اِخْوَةٍ، لَهُمْ اُخْتٌ وَكَانَتْ بِكْراً لَيْسَ لَهُمْ اُخْتٌ غَيْرَهَا، فَخَرَجَ الْبَعْثُ عَلىٰ ثَلاثَتِهِمْ فَلَمْ يَدْرُوْا عِنْدَ مَنْ يَخْلُفُوْنَ اُخْتَهُمْ وَلَا مَنْ يَأْمَنُوْنَ عَلَيْهَا وَلَا عِنْدَ مَنْ يَضَعُوْنَهَا، قَالَ فَاجْمَعَ رَأْيُهُمْ عَلىٰ اَنْ يَخْلُفُوْهَا عِنْدَ عَابِدِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ، وَكَانَ ثِقَةً فِيْ اَنْفُسِهِمْ فَاتَوْهُ فَسَأَلُوْهُ اَنْ يَخْلُفُوْهَا عِنْدَهٗ الخ.

بنی اسرائیل میں ایک شخص اپنے وقت کا سب سے بڑا عابد وزاہد تھا، اسی زمانہ میں تین بھائی تھے، جن کے اکلوتی بہن تھی جو کنواری تھی، اتفاقاً تینوں بھائیوں کا نام جہاد میں لکھ لیا گیا، اب جہاد میں جانے سے ان کے لئے کوئی مفر نہیں تھا؛ لیکن ان کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ بہن کو کس کی حفاظت اور نگرانی میں رکھ کر جائیں، غور وخوض کے بعد یہ طے پایا کہ اس عابد وزاہد کے ذمہ کر جائیں، ان کی نظر میں اس سے زیادہ کوئی قابل اعتماد نہیں تھا۔ چناں چہ سب بھائی اس کے پاس آئے اور اس سے درخواست کی کہ ان کی واپسی تک اس لڑکی کو اپنے قریب اپنی نگرانی میں رکھے، اس نے انکار کیا اور کہا کہ میں تم سے اور تمہاری بہن سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں؛ لیکن بھائی لوگ پیچھے پڑ گئے، یہاں تک کہ اسے ماننا پڑا، اس نے کہا کہ میری خلوت گاہ سے متصل ایک چھوٹا سا مکان ہے، اس میں لڑکی کو رکھ دو، وہ لوگ اس مکان میں لڑکی کو چھوڑ کر روانہ ہو گئے، کچھ دنوں تک وہ لڑکی اس طرح رہی کہ وہ عابد اپنے خلوت خانہ سے کھانا لے کر اترتا اور دروازے سے باہر رکھ دیتا، پھر دروازہ بند کر لیتا اور اپنی عبادت گاہ پر چڑھ جاتا، وہاں سے اس لڑکی کو پکار کر کہتا، وہ گھر سے باہر نکلتی اور خلوت خانہ کے دروازے پر سے کھانا لے لیا کرتی۔

اب شیطان اس عابد کے پیچھے لگ گیا اور انتہائی پارسا اور لڑکی کا خیر خواہ بن کر عابد کے دل ودماغ میں اترا، اور اس کو یہ سمجھایا کہ دن میں لڑکی کا گھر سے

باہر نکل کر تمہارے دروازے تک آنا خطرے سے خالی نہیں ہے، ممکن ہے کہ اس کو کوئی دیکھے اور اس کے پیچھے پڑ جائے؛ لہٰذا ایسا کرو کہ کھانا اس کے دروازے تک پہنچا دیا کرو، یہ زحمت تمہارے لئے باعث اجر ہوگی، اب وہ عابد کھانا اس کے دروازے تک پہنچانے لگا، وہ کھانا رکھ دیتا تھا اور چلا آتا تھا، لڑکی سے بات نہیں کرتا تھا، کچھ دنوں تک یہی معمول رہا، پھر شیطان خیر خواہ بن کر آیا اور عابد سے کہا کہ اگر آپ کھانا اندر پہنچا دیا کریں تو زیادہ بہتر ہے، جب شیطان لگاتار یہی مشورہ دیتا رہا تو عابد نے کھانا اندر پہنچانا شروع کر دیا، پھر شیطان نے ترغیب دی کہ لڑکی تنہائی کی وجہ سے وحشت محسوس کرتی ہے؛ لہٰذا اگر تم اس سے باتیں کرلیا کرو تو اس کی وحشت دور ہو جائے گی؛ لہٰذا وہ عابد اپنی کوٹھری کی چھت پر چڑھ کر اس سے باتیں کرنے لگا، ابلیس نے پھر سمجھایا کہ اگر آپ نیچے اتر کر اس کے دروازے پر جا کر اس سے باتیں کریں تو یہ اس کے لئے مزید انسیت کا باعث ہوگا، کچھ دنوں کے بعد ابلیس نے کہا کہ اس طرح سے باتیں کرنے میں بے پردگی بھی ہوتی ہے اور بدنامی بھی؛ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ آپ لڑکی کے مکان کے اندر چلے جایا کریں اور وہیں باتیں کرلیا کریں۔

اب عابد صاحب اندر جانے لگے، دن بھر اس سے باتیں کرتے تھے، رات کو اپنے خلوت خانے میں آکر عبادت کرتے تھے، اب ابلیس اپنی کامیابی کی منزل سے قریب آ گیا، وہ عابد کی نظر میں لڑکی کا نقشہ جماتا رہا، یہاں تک کہ لڑکی اس کی نظروں میں کھب گئی، حتی کہ ایک دن باتیں کرتے کرتے عابد نے لڑکی کی ران پر ہاتھ مارا اور اس کا بوسہ لیا، ابلیس لڑکی کو عابد کی نظروں میں حسین بنا کر پیش کرتا رہا، آخر کار عابد ابتلاء میں آ گیا اور لڑکی سے منہ کالا کیا، یہی بدکاری روزانہ کا معمول بن گئی، حتی کہ لڑکی حاملہ ہوگئی، جب بچہ پیدا ہوا تو شیطان نے عابد کے

دماغ میں یہ اندیشہ پیدا کیا کہ جب لڑکی کے بھائی آئیں گے، تو ان کو کیا جواب دو گے؟ اس وقت وہ تم کو رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے؛ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس لڑکے کو ذبح کردو، اس سے تمہارے راز پر پردہ پڑ جائے گا، اور لڑکی بھی خاموش رہے گی؛ کیوں کہ اس میں اس کی بھی پردہ داری ہے، چناں چہ عابد نے لڑکے کو ذبح کر کے دفن کردیا، اس کے بعد پھر شیطان آیا اور عابد سے کہا کہ لڑکی کے بارے میں خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے، تمہارا کیا خیال ہے؟ جب بھائی آئیں گے تو یہ دکھیاری لڑکی اپنے دکھ کو چھپا سکے گی؟ جو کچھ تم نے اس کے ساتھ اور اس کے بیٹے کے ساتھ کیا ہے، ایک ایک کر کے اپنے بھائیوں کو بتائے گی؛ لہٰذا دور اندیشی یہی ہے کہ لڑکی کو بھی ذبح کر کے اس کے بیٹے کے ساتھ دفن کردو، اس نے لڑکی کو ذبح کر کے ایک ہی گڑھے میں ماں بیٹے کو دفن کردیا، اور مٹی برابر کر کے اوپر سے ایک بڑی چٹان رکھ دی، یہ عمل کر کے خانقاہ میں چلا گیا اور عبادت میں مصروف ہو گیا۔

کچھ دنوں کے بعد لڑکی کے بھائی جہاد سے واپس ہوئے، اور عابد کے پاس آکر اپنی بہن کا احوال دریافت کیا، تو وہ رونے لگا اور کہا کہ وہ اللہ کو پیاری ہوگئی، وہ بڑی صالحہ تھی، یہ دیکھو اس کی قبر ہے، وہ لوگ بہن کی قبر پر آکر رونے لگے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کی، کچھ دنوں تک وہیں قیام کیا پھر اپنے گھر آئے، جب رات ہوئی اور سب سو گئے تو شیطان خواب میں مسافر بن کر آیا، سب سے پہلے بڑے بھائی کو دکھائی دیا، اور اس سے بہن کا حال پوچھا، بھائی نے عابد سے جو سنا تھا وہی بتادیا اور یہ بھی بتایا کہ عابد نے اس کے لئے دعائے مغفرت کی، اور سب کو اس کی قبر کی جگہ دکھائی، شیطان نے کہا عابد جھوٹ بول رہا ہے۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اس نے تمہاری بہن کو حاملہ کیا پھر جب بچہ پیدا ہوا، تو

تمہارے ڈر سے ماں بیٹے دونوں کو ذبح کیا اور اس گڑھے میں دفن کر دیا جو اس مکان کے دروازے کے پیچھے دائیں جانب ہے، جس میں لڑکی رہتی تھی؛ لہٰذا چلو اور کھود کر دیکھ لو، پھر منجھلے بھائی کے خواب میں آیا اور یہی کہا، سب سے آخر میں چھوٹے بھائی کے پاس آیا اور یہی واقعہ بیان کیا، جب صبح ہوئی تو سب نے اپنا اپنا خواب بیان کیا، تینوں کو خواب کی یکسانیت پر انتہائی حیرت ہوئی، بڑے بھائی نے کہا یہ پریشاں خیالی ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے؛ لہٰذا اپنا اپنا کام کرو اور اس خواب کو یہیں ختم کر دو؛ لیکن چھوٹا بھائی ضد پر آ گیا اور اس نے کہا: ''وَاللّٰهِ لَا اَمْضِیْ حَتّٰی اٰتِیَ اِلٰی هٰذَا الْمَكَانِ فَاَنْظُرَ فِیْهِ'' ۔ واللہ میں کسی کام پر نہیں جا سکتا، جب تک کہ وہاں پہنچ کر تحقیق نہ کر لوں۔

چھوٹے کی ضد سب کو ماننی پڑی، تینوں بھائی روانہ ہو گئے، جب اس مکان پر پہنچے جہاں ان کی بہن رہتی تھی، تو اس کا دروازہ کھولا، پھر اندر داخل ہوئے اور اس جگہ کی شناخت کی جس کی نشان دہی خواب میں کی گئی تھی، جب وہ جگہ کھودی گئی تو دیکھا کہ ماں بیٹے کو ذبح کر کے دفن کر دیا گیا ہے۔ اب اس عابد سے پوچھ گچھ شروع ہوئی کہ ان مذبوحہ لاشوں کی حقیقت کیا ہے؟ ایسے واقعات میں پوچھ گچھ کے دوران جو سختی اور زدوکوب کی جاتی ہے وہ ظاہر ہے، ان سختیوں کی تاب نہ لا کر عابد کو اپنے جرم کا اعتراف کرنا پڑا، اب مقدمہ بادشاہ کے سامنے پیش ہوا، بادشاہ نے فیصلہ دیا کہ عابد کو خانقاہ سے لا کر تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے، جب اس کو تختۂ دار پر لٹکایا جانے لگا تو شیطان اس کے پاس آیا اور کہا کہ تم نے مجھ کو پہچانا؟ میں وہی ہوں جس نے تم کو اس لڑکی پر فریفتہ کیا تھا، یہاں تک کہ تم نے اس کو حاملہ کیا اور اس کو اور اس کے بیٹے کو ذبح کیا، اگر تم آج میرا کہا مان لو اور خدا کا انکار کر دو تو میں تم کو اس دار و رسن سے چھٹکارا دلا دوں، عابد نے فوراً شیطان کی

اطاعت کی اور خدا کا انکار کر دیا، جیسے ہی اس نے کفر کیا شیطان وہاں سے کھسک گیا، اور جلادوں نے عابد کو سولی دے دی۔

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ ایسے ہی مواقع کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ہے:

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ، فَلَمَا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِئٌ مِنْکَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ، فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا، وَذٰلِکَ جَزٰٓءُ الظَّالِمِیْنَ.

ترجمہ: جیسے قصہ شیطان کا جب انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر پھر جب اس نے کفر کر دیا تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے الگ ہوں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہان کا رب ہے، پھر دونوں کا انجام یہی ہے کہ دونوں ہمیشہ ہمیش دوزخ میں رہیں گے اور گنہگاروں کی یہی سزا ہے۔ (بحوالہ دیکھنا تقریر کی لذت ۲/۶-۱۷۱۸۰ مفتی شکیل احمد سیتا پوری)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر سجاح اور مسیلمہ کذاب کا واقعہ بھی ذکر کر دیا جائے کہ اس میں بھی ہم سب کے لئے بڑا سامانِ عبرت ہے:

سجاح بن حارث ہوازن کے قبیلہ بنی تمیم میں پیدا ہوئی، اس کی نشو ونما عرب کے شمال مشرق میں اس سرزمین پر ہوئی جو آج کل عراق کہلاتی ہے، اس کو دو دریاؤں (دجلہ اور فرات) کے درمیان ہونے کی وجہ سے الجزیرہ کہا جاتا ہے۔ سجاح مذہباً عیسائی اور نہایت فصیحہ وبلیغہ اور بلند حوصلہ عورت تھی، اسے تقریر و گویائی میں خوب مہارت حاصل تھی، جدت فہم، جودت طبع اور اصابت رائے میں اپنی مثال آپ تھی، اپنے زمانہ کی مشہور کاہنہ تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شباب اور دلربائی میں چاند کو شرماتی تھی۔

جب سید العرب والعجم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو سجاح نبوت اور وحی الٰہی کی دعوے دار بن بیٹھی، سب سے پہلے بنی تغلب نے اس کی نبوت کو تسلیم کیا، سجاح نے مسجع اور مقفا عبارتوں میں خطوط لکھ کر تمام قبائل عرب کو اپنے دین جدید کی دعوت دی،

بنی تمیم کا سردار مالک ابن ہبیرہ اس کے مکتوب کی فصاحت و بلاغت دیکھ کر اس کا گرویدہ ہوگیا، تھوڑے عرصے میں سجاح کے جھنڈے تلے ایک لشکر جرار جمع ہوگیا، سجاح نے سب سے پہلے بنی تمیم پر حملہ کیا، سخت گھمسان کا رن پڑا؛ لیکن بنی تمیم کے لوگوں نے اس سے مصالحت کر لی۔

سجاح نے اگلے روز ایک پر اثر عبارت تیار کی اور صبح کے وقت فوج کے سرداروں کو کہنے لگی کہ میں اب وحی الٰہی کی بنا پر یمامہ پر حملہ کرنا چاہتی ہوں۔ یمامہ وہ جگہ تھی جہاں مسیلمہ کذاب اپنی فوج کے ہمراہ موجود تھا، جب مسیلمہ کذاب کو سجاح کی آمد کی خبر ملی تو اس نے عیاری اور مکاری سے کام لیا، اپنے لوگوں کو قیمتی تحائف و ہدایا دے کر سجاح کے پاس پیغام بھیجا کہ پہلے عرب کے تمام شہر نصف ہمارے تھے اور نصف قریش کے تھے، چوں کہ قریش نے بدعہدی کی؛ لہٰذا وہ نصف تمہارے سپرد کرتا ہوں، یہ پیغام بھی دیا کہ مجھے آپ سے ملاقات کا شوق ہے اگر اجازت ہو تو حاضر ہو جاؤں، سجاح نے اسے ملاقات کی اجازت دے دی۔

مسیلمہ کذاب اپنے چالیس ہوشیار مکار فوجیوں کو لے کر سجاح کے پاس پہنچا اور بڑے پر تپاک طریقے سے ملا، اس نے سجاح کے حسن و جمال کو دیکھا تو فریفتہ ہوگیا، اسے یقین تھا کہ جنگ وجدل سے عورت ذات کو جیتنا مشکل ہے؛ البتہ عشق ومحبت کی کمند میں پھنسا کر رام کرنا آسان ہے۔ مسیلمہ کذاب نے سجاح کی تعریفوں کے پل باندھ دئے اور درخواست پیش کی کہ آپ میری دعوت قبول کر کے میرے خیمہ تک تشریف لے چلیں، وہاں ہم دونوں تنہائی میں ایک دوسرے سے ہم کلامی کریں گے اور اپنی اپنی نبوت کا تذکرہ درمیان میں لائیں گے۔ سجاح اپنی تعریفیں سن سن کر جوش مسرت میں پھولی نہیں سماتی تھی، اس نے حامی بھر لی اور یہ وعدہ بھی کر لیا کہ دونوں کے حامی خیمہ سے دور رہیں گے، کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ ہوگی، اس کامیابی پر مسیلمہ کذاب کی باچھیں کھل گئیں، اس نے واپس آ کر حکم دیا کہ ایک خوش نما اور پر تکلف خیمہ نصب کیا جائے، اس میں اعلیٰ قسم کے اسباب عیش ونشاط رکھے جائیں، زیب وزینت سے آراستہ کر کے انواع واقسام کے عطریات مہیا کئے جائیں

اور خیمہ کو بنا سجا کر حجلۂ عروسی بنا دیا جائے، جب سب تیاریاں مکمل ہوگئیں تو اس نے سجاح کو آنے کی دعوت دی، سجاح اگرچہ رشک قمر اور حسن و جمال کا پیکر تھی مگر اس ملاقات کے لئے وہ خوب بن سنور کر اور جو بن نکھار کر حسن و لطافت کے پھول برساتی اور معشوقانہ انداز میں خراماں خراماں چلتی ہوئی مسیلمہ کذاب کے خیمہ میں آ پہنچی۔ مسیلمہ اگرچہ عمر میں سجاح سے دوگنا تھا، مگر ڈیل ڈول کے اعتبار سے اچھا مضبوط تھا، اس نے سجاح کا مسکراہٹوں سے استقبال کیا، نہایت نرم و گداز ریشمی گدیلے پر بٹھایا اور میٹھی میٹھی چکنی چپڑی باتیں کرنے لگا۔

خوشبو کی لپٹوں نے سجاح کو مست و مسرور کر دیا تھا، مسیلمہ جانتا تھا کہ عورت جب خوشبو کی وجہ سے مست ہو جاتی ہے تو مرد کی طرف مائل ہو جاتی ہے، مسیلمہ نے سجاح سے کہا کہ اگر آپ پر حال ہی میں کوئی وحی نازل ہوئی ہو تو سنایئے۔ سجاح بولی کہ نہیں پہلے آپ سنائیں، مسیلمہ تو پہلے ہی شہوت بھری گفتگو کرنے کے لئے تیار بیٹھا تھا، اس نے سجاح کا رویہ معلوم کرنے کے لئے کہا کہ مجھ پر یہ وحی اتری ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ فَعَلَ بِالْحُمْلٰی، اَخْرَجَ مِنْھَا نَسَمَۃً تَسْعٰی بَیْنَ صَفَاقٍ وَحَشیٰ.

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارا رب حاملہ عورتوں سے کیا سلوک کرتا ہے، ان سے چلتے پھرتے جاندار نکالتا ہے، جو پردوں اور جھلیوں کے درمیان لپٹے ہوئے ہوتے ہیں۔

چوں کہ مسیلمہ کی وحی سجاح کی نفسانی خواہشات کے مطابق تھی، شباب کی امنگوں نے اسے گدگدانا شروع کر دیا، وہ غیر مرد کے ساتھ تنہائی میں بیٹھی تھی اور چاہتی تھی کہ شہوانی گفتگو جاری رہے؛ لہٰذا بولی اچھا کوئی اور وحی بھی سنایئے۔

جب مسیلمہ نے دیکھا کہ اس نازنین نے اتنی فحش گفتگو کو گوارا کر لیا ہے اور برا ماننے کے بجائے خوش ہوئی ہے، تو اس کا حوصلہ بڑھا، اس نے مست مست نگاہوں سے سجاح کی

طرف دیکھا، اس کے حسن و جمال کی خوب تعریف کی اور انتہائی فحش باتیں اپنی گستاخی سے وحی کے نام پر سنائیں۔

اس شرم ناک اور شہوت انگیز ابلیسی کلام کو سن کر سجاح کے اندر شہوت بیدار ہوگئی، اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے نظر آنے لگے، مسیلمہ بہت چالاک اور عیار تھا، عورت کی نفسیات جانتا تھا، کہنے لگا سنو! خدائے بزرگ و برتر نے نصف زمین مجھے دی اور نصف قریش کو دی، مگر قریش نے ناانصافی کی؛ لہٰذا میں نے قریش کا نصف حصہ تمہیں دے دیا ہے۔ میں بڑے خلوص سے مشورہ دیتا ہوں کہ اگر ہماری فوجیں مل جائیں تو ہم سارے عرب پر قبضہ کرلیں گے، تم عرب کی ملکہ کہلاؤ گی، تمہاری فوج کی دیکھ بھال کا کام میں کروں گا، ہم آپس میں نکاح کر لیتے ہیں، ہماری نبوت بھی خوب چمکے گی، سجاح پر مسیلمہ کا جادو چل چکا تھا وہ بولی مجھے آپ کا مشورہ قبول ہے۔

یہ سن کر مسیلمہ مسکرایا اور کہنے لگا: ہاں مجھے بھی ایسا ہی کرنے کا حکم ملا ہے، الغرض ''میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی'' کے مصداق دونوں نے بغیر کسی گواہ کے خود ہی نکاح کرلیا اور شب زفاف منانی شروع کردی، تنہائی میں غیر مرد کے ساتھ گفتگو کرنے کا منطقی انجام یہی ہوتا ہے۔

خیمے سے باہر دونوں مدعیانِ نبوت کے پیروکار یہ گمان کررہے تھے کہ خیمے کے اندر ہر مسئلہ پر بہت کچھ ردوقدح ہورہی ہوگی، بحث واختلاف کی محفل اپنے عروج پر ہوگی، لوگ انجام ملاقات معلوم کرنے کے لئے چشم براہ اور گوش برآواز بنے ہوئے تھے، جب کہ خیمہ کے اندر دولہا اور دلہن بساط عیش پر نوجوانی کے مزے لوٹ رہے تھے، شوق وصال کا یہ عالم تھا کہ تین دن تک خیمے سے باہر نہ نکلے، مسیلمہ نے جی بھر کر سجاح سے حظ نفسانی اٹھایا اور ارمان بھرے دل کی آرزوئیں پوری کیں۔

تین دن میں اپنی نبوت کو خاک میں ملا کر اور مسیلمہ کے ہاتھوں اپنی عزت لٹا کر شرمندگی میں ڈوبی ہوئی سجاح لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے چلتی ہوئی اپنے لشکر میں واپس آئی، اس کے سرداروں نے پوچھا کہ تین دن کی مجلس کا کیا نتیجہ نکلا، کہنے لگی کہ وہ بھی نبی برحق ہیں، میں نے اس کی نبوت کو تسلیم کرتے ہوئے اس سے نکاح کرلیا ہے، فوجیوں کے صبر وانتظار کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا، ایک نے پوچھا کہ گواہ کون تھا اور مہر کتنا تھا؟ سجاح نے شرمندگی سے آنکھیں نیچی کرلیں، نادم چہرہ اپنی بازی ہارنے کے وجہ سے زمین کی طرف جھک گیا، کہنے لگی کہ میں مسیلمہ سے حق مہر پوچھنا ہی بھول گئی۔ معتقدین نے مشورہ دیا کہ آپ اسی وقت دوبارہ جائیں اور اپنے مہر کا تصفیہ کریں، اس کے بغیر نکاح ٹھیک نہیں ہوتا۔ ان کے مجبور کرنے پر سجاح ندامت وشرمندگی کی زندہ تصویر بنی ہوئی واپس لوٹی، مسیلمہ نے خیمے کے دروازے بند کر لئے تھے، وہ اس بات پر گھبرایا ہوا تھا کہ کہیں سجاح کے پیروکار اسے اپنی توہین سمجھ کر اس کو قتل کرنے کے درپے نہ ہوں، جب مسیلمہ کو پتہ چلا کہ سجاح دروازے پر آئی ہے تو اس نے ایک سوراخ سے جھانک کر پوچھا کہ دوبارہ کیسے آنا ہوا؟ سجاح نے کہا کہ میں اپنا مہر پوچھنا بھول گئی تھی، مسیلمہ نے مسکرا کر کہا کہ محمد ﷺ معراج میں عرش بریں سے پانچ نمازیں لائے تھے، رب العزت نے مؤمنین کو سجاح کے مہر کے عوض فجر اور عشا کی نمازیں معاف کردیں۔ سجاح واپس آئی تو اس کے لشکر کے مرد حضرات کو شک پڑ گیا کہ دال میں کالا ہے، وہ سجاح جو لوگوں کے سامنے چہکتی تھی، اپنی لفاظی کے ذریعہ ان کے دل موہ لیتی تھی، جوش تقریر اور حسن تصویر سے دلوں کو رام کرلیتی تھی، اب سہمی گھبرائی اور شرمائی کیفیت سے دوچار تھی، زبان سے بے ربط الفاظ نکل رہے تھے۔ عورت جب اپنا جوہر عصمت لٹا بیٹھے تو اس کا یہی حال ہوتا ہے، وہ اپنی جیتی ہوئی بازی ہار چکی تھی، اس کی فوج کے لوگ بددل ہو کر گھروں کو واپس جانے لگے۔

اسی دوران حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کو لے کر یمامہ پہنچے، مسیلمہ قتل ہوا،

سجاح نے بھاگ کر جان بچائی اور جزیرہ میں جا کر مقیم ہوگئی، نبوت کے دعوے سے توبہ کی اور اسلام قبول کرلیا۔ قبیلہ بنی تغلب سے اس کا ننہالی رشتہ تھا، اس میں جا کر خاموشی کی زندگی گزارنے لگی، اس کے کہنے پر اس کی قوم نے اسلام قبول کرلیا تو وہ بصرہ منتقل ہوگئی اور نیکوکاری اور پرہیزگاری کو اپنا شعار بنالیا۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس کی وفات ہوئی۔ (حیا اور پاک دامنی ۱۷۷-۱۸۱ از: پیر ذوالفقار نقشبندی)

ان واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مرد وعورت کی خلوت کیا گل کھلاتی ہے اور عفت وعصمت کی ردا کس طرح اس سے تارتار ہوجاتی ہے؛ اسی لئے شریعت نے اس پر قدغن لگائی ہے۔ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کا ارشاد ہے کہ:

لَوُ اُئْتُمِنُتُ عَلٰی بَیْتِ مَالٍ لَکُنْتُ اَمِیْناً، وِلَا اٰمَنُ مِنُ نَفُسِیُ عَلیَ اَمَةٍ شَوُهَاءَ۔

ترجمہ: اگر مجھے بیت المال کا امین بنادیا جائے تو میں اسے قبول کرسکتا ہوں؛ لیکن ایک بدصورت باندی کی ذمہ داری میں نہیں لے سکتا، اس میں عفت کا تحفظ مشکل ہے۔

باشعور بچوں اور بچیوں کا ایک بستر پر سونا

باشعور بچوں اور بچیوں کا – خواہ وہ سگے بھائی بہن ہوں – ایک بستر پر سونا بدکاری اور بدچلنی کا محرک اور صنفی ہیجان کا باعث ہوتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد ہے:

مُرُوُا اَوُلَادَکُمُ بِالصَّلَاةِ وَهُمُ اَبْنَاءُ سَبْعٍ، وَاضْرِبُوُهُمُ عَلَیُهَا وَهُمُ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوُا بَیْنَهُمُ فِیُ الْمَضَاجِعِ. (ابوداؤد شریف ۱۱۵/۱)

ترجمہ: اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو، دس سال ہونے پر نہ پڑھیں تو مارو اور سزا دو، اور ان کے بستر اور خواب گاہیں الگ الگ کردو۔

والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی نگہداشت کریں اور کوئی ایسا موقع نہ دیں

جس میں ان کے صنفی رجحانات بیدار و مشتعل ہوں، باشعور ہونے کے بعد خصوصاً مراہقت کے مرحلہ میں اس احتیاط کی ضرورت بہت بڑھ جاتی ہے، فتنے کی پہلے سے پیش بندی ضروری ہے، باشعور بچوں کا بستر الگ نہ کرنا ان کے لئے فساد کا در کھولنا اور بدچلنی کی راہ ہموار کرنا ہے۔

علامہ ابن القیمؒ نے لکھا ہے:

''آپ ﷺ نے باشعور بچوں اور بچیوں کا بستر الگ رکھنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے، اور تاکید کی ہے کہ دونوں ایک بستر پر نہ سونے پائیں؛ اس لئے کہ بستر ایک ہو تو عموماً شیطان ناجائز تعلق قائم کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور پھر اس کا انجام بہت برا سامنے آتا ہے''۔

(اعلام الموقعین ۳/۱۵۰)

ایک عرب مصنف نے لکھا ہے:

''مرد و زن کے اختلاط کی مختلف صورتیں ہیں اور سب پر شرع نے بندش لگادی ہے:
(۱) باشعور بچوں اور بچیوں کا بستر ایک ہونا منع ہے۔ (۲) مردوں کے لئے خادمائیں متعین ہوں یہ بھی حرام ہے۔ (۳) منگیتر کے ساتھ خلوت میں ملاقات ممنوع ہے۔ (۴) عورت شوہر کی عدم موجودگی میں اس کے دوستوں یا دور کے اعزہ کا استقبال کرے اور ان کے ساتھ ہم نشینی کرے اس سے روکا گیا ہے۔ (۵) تعلیم گاہوں میں اختلاط ہو یہ بھی حرام ہے۔ (۶) ملازمت میں، تقریبات میں اور تفریح گاہوں میں بھی اختلاط ممنوع ہے''۔ (عودۃ الحجاب دکتور المقدم ۵۶)

حاصل یہ ہے کہ جس راہ سے بھی صنفی میلانات کے اشتعال کا امکان ہو اس پر اسلام نے بند لگایا ہے، اور اس طرح تحفظ عصمت وعفت کو ہدفِ اصلی قرار دیا ہے۔ غایت احتیاط یہ ہے کہ بلا ضرورت عورت کے لئے مرد ڈاکٹر سے رابطے پر بھی روک ہے، اور اگر لیڈی ڈاکٹر نہ ہو یا مجبوری ہو تو پردے کی تمام نزاکتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مرد ڈاکٹر سے رجوع کی اجازت ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ایک مرتبہ ایسا معاملہ پیش آیا، تو آپ ﷺ نے اپنی موجودگی میں حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ کو ان کا علاج کرنے کا حکم دیا، گویا مرد ڈاکٹر اور مریض خاتون کی ملاقات خلوت میں نہ ہونی چاہئے؛ بلکہ محرم کی موجودگی میں تشخیص

وعلاج کا کام انجام پانا چاہئے۔

ایک امریکی صحافی خاتون نے عرب مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ:

''عرب معاشرہ مکمل اور آئیڈیل معاشرہ ہے، اور اس کے لئے یہی زیبا ہے کہ اپنے اصول اور اقدار پر اپنے دین کی تعلیمات کے مطابق جما رہے، عرب نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو حجاب اور پردے میں رکھے، انہیں بے مہار وآزاد نہ چھوڑے، یورپ میں جو جنسی انارکی اور آوارگی رائج ہے اور حیا وحجاب کی جو دھجیاں بکھیری جارہی ہیں اور حرمت وناموس کو جس طرح روندا جارہا ہے، اور جیسی بے لگامی اور بے راہ روی ہے، اس سے اپنی نسل کی حفاظت کرے، اسلام کے احکام اور عفت وعصمت کے تحفظ کی تاکیدات سرتاسر انسانیت کے حق میں ہیں، ان سے دست بردار نہ ہو، بے حجابی سے حجاب کی طرف لوٹ آئے، بے حیائی کے بجائے حیا کو اپنا شعار بنالے، مخلوط سوسائٹی کا تصور ختم کردے، عورت کو چراغِ خانہ بنائے، اسے شمع محفل بنا کر رسوا نہ کرے، امریکی سماج اسی بے حیائی کی بنا پر لعنتوں کا سماج بن چکا ہے اور اخلاق واقدار سے تہی دامن ہو چکا ہے، اس اباحیت اور صنفی آوارگی نے ہر چیز تہ وبالا کردی ہے، رشتوں کا تقدس ختم ہو چکا ہے، عفت وعصمت قصۂ پارینہ بن چکی ہے، اور اکثر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں زنا اور بدکاری کی لعنت میں گرفتار ہو چکے ہیں، نجات صرف اسلام کی تعلیمات میں ہے اور یورپ کی ہزار آزادیاں شریعتِ اسلام کی غلامی پر نثار ہیں''۔

ع: تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

(روائع البیان للصابونی ۳۸۹/۲-۳۹۰)

اجنبی مرد وعورت کا باہم مصافحہ

اجنبی مرد وعورت کا باہمی مصافحہ بھی بے حیائی اور بے راہ روی کے فروغ کا قوی ذریعہ ہے؛ بلکہ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھنے سے زیادہ نقصان دہ اور اشتعال انگیز اس سے مصافحہ ہے، اسی لئے شریعت اسلام نے اس سے سختی سے روکا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ خواتین کو بیعت

فرماتے تھے، مگر:

مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَدَ اِمْرَأَةٍ.

(بخاری شریف: کتاب الاحکام، باب بیعة النساء)

ترجمہ: کبھی آپ ﷺ کا ہاتھ عورتوں کے ہاتھ سے مس نہ ہوا۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

وَاللّٰهِ مَا أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى النِّسَاءِ قَطُّ اِلَّا بِمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ، وَمَا مَسَّتْ كَفُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَفَّ اِمْرَأَةٍ قَطُّ، وَكَانَ يَقُوْلُ لَهُنَّ اِذْ أَخَذَ عَلَيْهِنَّ: "قَدْ بَايَعْتُكُنَّ كَلَامًا". (مسلم: کتاب الامارة، باب کیفیة بیعة النساء)

ترجمہ: بخدا آپ ﷺ نے کبھی عورتوں سے اللہ کے احکام کے سوا کسی اور چیز کا عہد نہ لیا۔ (اشارہ سورۂ ممتحنہ کی طرف ہے جس میں آپ ﷺ کو عورتوں سے منکرات شرک، چوری، زنا، بہتان، قتلِ اولاد اور شریعت کی نافرمانی سے بچنے کا عہد لینے کا حکم ہے) حضور ﷺ کے ہاتھ سے کبھی کسی عورت کا ہاتھ مس نہ ہوا، بیعت کے بعد آپ ﷺ عورتوں سے فرماتے تھے کہ: ''میں نے تم سے زبانی عہد لے لیا ہے''۔

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں انصار کی کچھ خواتین کے ساتھ بیعت کے لئے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، ہم نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ سے عہد کرتے ہیں کہ شرک نہیں کریں گے، چوری اور زنا سے بچیں گے، بہتان نہیں تراشیں گے، مشروع کاموں میں نافرمانی نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حسب المقدور تم کو اس عہد کی پاس داری کرنی ہے، ہم نے کہا کہ اللہ و رسول بہت مہربان ہیں، آپ ہاتھ بڑھائیے؛ تاکہ ہم بیعت ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنِّىْ لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ. (نسائی: کتاب البیعة، باب بیعة النساء)

ترجمہ: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

مردوں سے بیعت کے وقت مصافحہ کا معمول تھا، عورتوں نے اسی لئے ہاتھ بڑھانے کی پیش کش کی، مگر آپ ﷺ نے صراحت کردی کہ عورتوں سے مصافحہ ناجائز ہے۔

مقام فکر ہے کہ رسول اکرم ﷺ معصوم ہیں، گناہوں سے پاک ہیں، پھر بھی عورتوں سے مصافحہ سے گریز فرمارہے ہیں، اوراس طرح امت کو تعلیم دی جارہی ہے کہ کتنی احتیاط کی ضرورت ہے، جب شرافت وعفت کے شاہ کار، عظمت وتقدس کے آئینہ دار نبی اکرم ﷺ عورتوں سے مصافحہ کا عمل نہیں کرتے اوراس سے منع کرتے ہیں تو دوسروں کے لئے کمزور ایمان کے ساتھ معاشرتی فساد کے اس دور میں عورتوں سے ہاتھ ملانے کی کیسے گنجائش اور اباحت ہوسکتی ہے؟

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

لَاَنْ یُطْعَنَ فِیْ رَأْسِ اَحَدِکُمْ بِمَخِیْطٍ مِنْ حَدِیْدٍ خَیْرٌ لَهٗ مِنْ أَنْ یَمَسَّ اِمْرَأَةً لاَ تَحِلُّ لَهٗ. (معجم کبیر للطبرانی ۲۱۲/۲۰)

ترجمہ: اجنبی عورت کو ہاتھ لگانے سے بہتر ہے کہ سر میں لوہے کے گرز مارے جائیں۔

ارشادنبوی ہے:

مَنْ مَسَّ کَفَّ اِمْرَأَةٍ لَیْسَ مِنْهَا بِسَبِیْلٍ وُضِعَ عَلٰی کَفِّهٖ جَمْرَةٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. (ایضا)

ترجمہ: جو شخص کسی اجنبی عورت کو ہاتھ لگائے، قیامت کے روز اس کے ہاتھ پر انگارہ رکھا جائے گا۔

احادیث کی ان وعیدات وتہدیدات سے عورت کو چھونے، مصافحہ کرنے اور ہاتھ ملانے کے تعلق سے اسلام کے سخت امتناعی موقف کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اوراس جرم کی شناعت وقباحت سمجھی جاسکتی ہے۔

مشہور عالم شیخ محمد امین الشنقیطیؒ نے لکھا ہے کہ:

''اجنبی مرد کے لئے اجنبی عورت سے مصافحہ جائز نہیں ہے، عورت کے بدن کا کوئی حصہ چھونا حرام ہے، اس کی دلیل ایک تو آپ ﷺ کا واضح فرمان ہے کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، حضور ﷺ کا طرزِ عمل ہمارے لئے سب سے اعلیٰ نمونہ ہے، عورت کو چھونے کی سب سے معمولی اور خفیف شکل مصافحہ ہے، جب مصافحہ حرام ہے تو اور آگے بڑھنے کی حرمت کس قدر ہوگی؟ دوسری دلیل یہ ہے کہ عورت مکمل پردے کی چیز ہے، اس کے لئے حجاب فرض ہے، مردوں کو نگاہ نیچی رکھنے کا حکم اسی لئے ہے کہ فتنہ میں ابتلاء نہ ہو، اس میں کوئی شک نہیں کہ جسم کا جسم سے مس ہونا بدنظری سے کہیں زیادہ سنگین اور ہیجان انگیز ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ مصافحہ اور جسم چھونا اجنبی عورت سے لذت اندوزی کا ذریعہ ہے، ہمارے زمانے میں تقویٰ ختم ہوتا جارہا ہے، امانت ضائع ہورہی ہے اور پرہیزگاری کا فقدان ہے، اس لئے بہت احتیاط ہونی چاہئے، باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے معاشرے میں انسان اپنی بیوی کی بہنوں (سالیوں) سے بہت بے تکلف ہوجاتا ہے، اور کچھ نہ ہوتو مصافحہ اور بدن چھونے کے اقدامات بے جھجک ہوتے ہیں، اسی طرح ہمارے سماج (اشارہ عرب سماج کی طرف ہے) میں ملاقات پر سلام کے ساتھ تقبیل (چہرہ چومنے) کا رواج ہے، اجنبی عورتوں یا غیر محرم دور کی رشتے دار خواتین سے ملاقات کے وقت یہ رواج بھی پورا کیا جاتا ہے، یہ سب قطعی حرام اور ذریعۂ حرام ہے، جس سے اجتناب فرض ہے''۔ (اضواء البیان ۶/۶۰۲،۶۰۳)

عورت کا خوشبو لگا کر باہر نکلنا

عورت کا خوشبو لگا کر باہر نکلنا زنا اور بدکاری کے قوی وسائل میں سے ہے۔ ایک مصنف کے بقول:

''خوشبو بھی ان قاصدوں میں سے ایک ہے جو ایک نفسِ شریر کا پیغام دوسرے نفسِ شریر تک پہنچاتے ہیں، یہ خبر رسانی کا سب سے زیادہ لطیف ذریعہ ہے جس کو دوسرے تو خفیف سمجھتے ہی ہیں، مگر اسلامی حیا اتنی حساس ہے کہ اس کی طبع نازک پر یہ لطیف تحریک بھی

گراں ہے، وہ ایک مسلمان عورت کو اس کی اجازت نہیں دیتی کہ خوشبو میں بسے ہوئے کپڑے پہن کر راستوں سے گذرے یا محفلوں میں شرکت کرے؛ کیوں کہ اس کا حسن اور اس کی زینت پوشیدہ بھی رہی تو کیا فائدہ ہوا؟ اس کی عطریات تو فضا میں پھیل کر جذبات کو متحرک کررہی ہیں"۔ (پردہ ۱۹۱)

ذخیرۂ احادیث میں ایسی متعدد احادیث ہیں جن میں صراحتًہ اس کا ذکر آیا ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

اَيُّمَا امْرَأَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰى قَوْمٍ لِيَجِدُوْا مِنْ رِيْحِهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ. (نسائی: کتاب الزینة، باب ما یکره للنساء من الطیب)

ترجمہ: جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گذرتی ہے؛ تا کہ لوگ اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوں وہ آوارہ اور بدکار عورت ہے۔

عطر لگا کر گذرنے والی عورت کو بدکار کہا گیا ہے؛ اس لئے کہ وہ مردوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرتی ہے، اس کی یہ حرکت ہیجان انگیز ثابت ہوتی ہے، اور کم سے کم وہ نگاہ کے زنا کا سبب تو ضرور بنتی ہے۔ ایک حدیث میں مزید وضاحت ہے:

كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ، وَالْمَرْأَةُ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِيْ زَانِيَةً. (تفسیر ابن کثیر ۲۸۶/۳ بحوالہ ترمذی شریف)

ترجمہ: ہر آنکھ زناکار ہے، اور عورت جب خوشبو لگا کر مجلس سے گذرتی ہے تو وہ بدکار ہے۔

جو عورت مسجد میں نماز ادا کرنے جانا چاہے اور اس نے خوشبو لگا رکھی ہے اسے شرعی حکم یہ دیا گیا ہے کہ اپنا جسم ولباس دھوئے؛ تا آں کہ عطر کا اثر ختم ہو جائے۔ ارشاد نبوی ہے:

اِذَا خَرَجَتِ الْمَرْأَةُ اِلَى الْمَسْجِدِ فَلْتَغْتَسِلْ مِنَ الطِّيْبِ كَمَا تَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ. (نسائی: باب اغتسال المرأة من الطیب)

ترجمہ: جب عورت مسجد جانے کے لئے نکلے اور خوشبو لگا رکھی ہو تو غسل جنابت کی طرح (اہتمام کے ساتھ) غسل کرے۔

امام ابن القیمؒ نے لکھا ہے کہ:

''عورت کو باہر نکلتے یا مسجد جاتے وقت خوشبو لگا کر باہر آنے سے سختی سے روکا گیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مردوں کے میلان کا ذریعہ ہے، عورت کی خوشبو، زینت اور زیورات کی آواز مردوں کو دعوتِ نظارہ دیتی ہے؛ اسی لئے عورت کو خوشبو اور زینت اور بجنے والے زیوروں کے بغیر باہر نکلنے کی تاکید کی گئی ہے''۔ (اعلام الموقعین ۳/۱۴۹)

روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک عورت سے سرراہ ملاقات ہوگئی، جس سے خوشبو پھوٹ رہی تھی، دریافت فرمایا: مسجد سے آرہی ہو؟ اس نے جواب دیا ہاں، فرمایا: خوشبو لگا رکھی ہے، جواب ملا ہاں، فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں آتی ہے اللہ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا۔ چناں چہ وہ عورت واپس ہوئی اور اپنے کپڑوں کو اچھی طرح دھویا۔ (ابن کثیر ۳/۲۸۶)

ایک روایت میں وارد ہوا ہے:

اَيُّمَا اِمْرَأَةٍ اَصَابَتْ بَخُوْراً فَلاَ تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الآخِرَةَ.

(مسلم: كتاب الصلاة، باب خروج النساء الى المسجد)

ترجمہ: جو عورت خوشبو لگائے ہوئے ہو وہ عشاء کی نماز میں ہمارے ساتھ شریک نہ ہو۔

اس حدیث میں عشاء کی تخصیص کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ رات میں فتنے زیادہ ہوتے ہیں، اور ہوس کے پجاریوں کے لئے عورت کی خوشبو دن کے بالمقابل رات میں کہیں زیادہ ہیجان انگیز اور زنا کی داعی ثابت ہوتی ہے، اسی لئے عشاء کی تخصیص کردی گئی، ورنہ حکم ہر وقت کے لئے عام ہے اور یہی ہے کہ عورت خوشبو لگا کر باہر نہ نکلے۔

تفسیر کبیر میں ہے کہ انسانی فطرت ہے کہ جب مرد عورت کی پازیب کی آواز سنتا ہے تو

اس کے جنسی میلان میں تلاطم پیدا ہونے لگتا ہے، اور عورتوں کو دیکھنے کی خواہش میں زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔

مشکاۃ میں ہے کہ ایک آزاد کردہ لونڈی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی صاحب زدای کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئی، لڑکی کے پاؤں میں بجنے والا زیور تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کاٹ ڈالا، اور فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانٌ.

ترجمہ: ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک عورت بجنے والا زیور پہن کر جانے لگیں، تو انہوں نے روک دیا اور فرمایا اسے اتار کر آؤ؛ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتاً فِيْهِ جَرَسٌ.

ترجمہ: اس گھر میں فرشتہ داخل نہیں ہوتا جس میں گھنٹی ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ کوئی ایسی چیز نہ کی جائے کہ وہ دوسروں سے عورت کی مخفی باتوں کی چغلی کرتی ہو یا ان کو عورت کی طرف متوجہ کرتی ہو۔ (ملاحظہ ہو: اسلام کا نظام عفت وعصمت ۲۱۴)

ایک حدیث میں آیا ہے:

اَلرَّافِلَةُ فِيْ الزِّيْنَةِ فِيْ غَيْرِ اَهْلِهَا كَمَثَلِ ظُلْمَةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا نُوْرَ لَهَا. (ترمذی شریف: باب كراهية خروج النساء فى الزينة)

اپنے اہل وعیال کے سوا دوسروں میں بن سنور کر جانا ایسا ہے جیسے قیامت کے دن کی تاریکی، جس کے لئے کوئی روشنی نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ اندرونِ خانہ خوشبو لگانے اور اظہار زینت پر پابندی نہیں ہے، مگر باہر نکلتے وقت ایسا کوئی اقدام نہ ہو جو دوسروں کے لئے جاذبِ نظر ہو، بطور خاص خوشبو اور اظہار

زینت سے بالکل اجتناب ہونا چاہئے۔

مردوں کا زنانہ اور عورتوں کا مردانہ وضع اختیار کرنا

جنسی بے راہ روی اور اخلاقی انارکی میں اس کا بہت دخل ہے کہ مرد زنانہ وضع اپنالیں اور عورتیں مردانہ وضع اختیار کرلیں، فطرت اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ہر چیز اپنی شکل میں رہے، اس کی خوشنمائی اسی میں ہے، شریعت نے اسی لئے دونوں صنفوں کو الگ الگ احکامات دئے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک بار بتایا گیا کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، اس پر انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے طور طریق اختیار کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد شریف: ۲/۲۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عورت کا لباس پہننے والے مرد پر اور مرد کا لباس پہننے والی عورت دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ایضاً)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عورت کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ایضاً)

ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو گلے میں کمان ڈالے مردوں کی طرح چلتے دیکھا، پھر معلوم ہوا کہ یہ ابوجہل کی بیٹی ہے، اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو عورت مردوں کی مشابہت اختیار کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ (مسند احمد ۴/۱۷۷)

ایک حدیث میں مردوں کی ہیئت اختیار کرنے والی عورت کو جنت سے محروم بتایا گیا ہے، اسی طرح عورتوں کو مردانہ ٹوپیاں، جوتے پہننے سے، مردوں کی مجلسوں میں بیٹھنے سے اور بغیر قمیص کے صرف تہ بند یا پائجامہ پہننے سے منع کیا گیا ہے۔

ابوداؤد شریف میں ہے کہ ایک بار آپ ﷺ کی خدمت میں ایک مخنث لایا گیا جس

نے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگا رکھی تھی، آپ کو بتایا گیا کہ یہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے، آپ ﷺ نے اسے یہ سزا سنائی کہ اسے مدینہ سے جلاوطن کر دیا جائے۔

ان احادیث کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام مرد کے لئے زنانہ وضع اور طور طریق اور عورت کے لئے مردانہ وضع اور طور طریق کو سخت ناپسند کرتا ہے، اور اسے بے راہ روی کے فروغ کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ آج کل یورپ کی تقلید میں مسلم نوجوان مرد و عورت بھی اسی لت میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں، اور اللہ و رسول کی لعنت کے مستحق ہوتے جا رہے ہیں، مغربی تہذیب کے نامبارک عطیات اور نحوستوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مردوں کو رجولت کے وقار سے اور عورتوں کو نسوانیت کے وقار سے محروم کرنا چاہتی ہے، اور اس کے لئے اس نے:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اجنبی عورتوں کے اوصاف کا مردوں سے ذکر

مردوں کے سامنے اجنبی عورتوں کے اوصاف کا تذکرہ دل و دماغ کو غلیظ خیالات کا عادی بنا دیتا ہے، اور عموماً مرد کے دل میں اس عورت کی محبت پیدا کر دیتا ہے، اسی لئے شریعت نے اس پر بندش لگائی ہے اور مردوں کے سامنے اجنبی عورتوں کی وصف بیانی سے عورتوں کو سختی سے روک دیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے:

لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ تَصِفُهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا.

(ترمذی شریف: باب ماجاء فی مباشرة المرأة المرأة)

ترجمہ: کوئی عورت دوسری عورت سے اس لئے نہ ملے اور اس کو اس لئے نہ چھوئے کہ بعد میں اس کے اوصاف اپنے خاوند سے اس طرح بیان کرے

گویا کہ وہ خود اس کو دیکھ رہا ہے۔

اس حدیث شریف سے اس مسئلہ پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ کسی چیز کی وصف بیانی اس کو آنکھوں سے دیکھنے کی مانند ہے۔ معلوم ہوا کہ بیوی کی طرف سے شوہر کے سامنے اجنبی عورت کے سراپا کی نقشہ کشی گویا شوہر کو آنکھوں سے اس عورت کو دکھانے کے مرادف ہے، اور یہ عمل شوہر کی دماغی عیاشی اور حرام کاری کا باعث ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ۶/۲۱۳)

اپنے دماغ و ذہن کا استعمال اگر کسی اجنبی عورت کے سراپا اور مفاتن میں غور و فکر کے لئے ہو تو یہ حرام ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''جو شخص کسی عورت کے لباس کے اندرون میں غور و فکر کرتا ہے؛ تاکہ اس کے سامنے اس عورت کی ہڈیوں کا حجم اور جسم کی بناوٹ واضح ہو جائے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا''۔ (البحر الرائق ۸/۱۲۸)

اسی طرح ازدواجی زندگی کے مخصوص تعلقات کا دوسروں سے اظہار بھی بدترین جرم ہے۔ آپ ﷺ نے اسے شیطانی عمل قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ابوداؤد شریف، کتاب النکاح: باب ما یکرہ من ذکر الرجل ما یکون من اصابۃ اہلہ)

فیملی پلاننگ کی صدائے مسلسل

یورپ کی طرف سے خاندانی منصوبہ بندی کی صدائے مسلسل، اس کے فوائد کا مفصل اظہار، اس کو نافذ کرنے کی ترغیبی اور جبری مساعی سب کا محرک فاحشۂ زنا کی ترویج اور اخلاقی اقدار کو ملیا میٹ کرنا ہے، یہ مسلم دنیا کے خلاف مغرب کا خاص ہتھیار رہے اور شرعی نقطۂ نظر سے حرام؛ بلکہ اسلامی روح اور مزاج کے یکسر منافی ہے۔

ضبط ولادت کا سب سے بڑا اخلاقی اور معاشرتی نقصان یہ ہے کہ اس سے ازدواجی رشتے کمزور ہو جاتے ہیں۔ ایک مفکر کے بقول:

''اولاد ہی میاں بیوی کا تعلق برقرار رکھنے میں ایک مضبوط کڑی ہوتی ہے، اس کے

نہ ہونے کی صورت میں زوجین کے لئے ایک دوسرے سے الگ ہوجانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا، یہی وجہ ہے کہ یورپ میں طلاق کا رواج بکثرت پھیل رہا ہے، اور طلاق حاصل کرنے والوں کی اکثریت ان لوگوں سے تعلق رکھتی ہے جو بے اولاد ہیں، جنسی بے راہ روی اس فعل کا لازمی نتیجہ ہے، ضبط ولادت کے رواج عام نے ناجائز اولاد کی پیدائش کے خوف کو باقی نہیں رکھا، اور حیا وشرم کا خاتمہ بہت پہلے ہوچکا ہے، اس لئے جنسی جرائم کی کثرت ایک لازمی نتیجہ ہونے کی حیثیت سے سامنے آئی''۔ (ضبط ولادت: ازمولانا محمد تقی عثمانی ۶۵-۷۱-۷۲)

اسلام کا معاشرتی نظام جنسی تسکین کے لئے ازدواجی ذرائع فراہم کرتے ہوئے غیر ازدواجی ذرائع کی انتہائی سختی کے ساتھ حوصلہ شکنی کرتا ہے، جب کہ ضبط ولادت کے ذریعہ غیر ازدواجی حرام ذرائع کی بلاواسطہ اور بالواسطہ دونوں طریقوں سے حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اور جنسی انارکی عام ہوتی ہے، ایڈز کا پھیلاؤ اسی کی دین ہے، مرد وعورت کے درمیان حیا وشرم کا خاتمہ اور جنسی اختلاط کے رجحان کا فروغ اور معاشرے میں فحاشی کا چلن اسی کے نتیجہ میں ہے، مغربی مفکرین خود یہ تسلیم کررہے ہیں کہ دوسری عالمی جنگ کے بعد جنسی رویے میں بہت تبدیلیاں آئی ہیں، نوجوانوں بالخصوص لڑکیوں میں جنسی تعلقات کو قائم کرنے کا رجحان بہت بڑھ گیا ہے، وسیع طور پر مہیا مانع حمل طریقوں نے لذت اندوزی کے ایسے اصولوں میں قوت پیدا کردی ہے جن کی رو سے عورت ومرد کی عصمت وعفت کا تصور غیر فطری ہے اور شادی کے بغیر مکمل جنسی تجربہ ایک عام اور بنیادی چیز بن گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: خاندانی منصوبہ بندی، از: ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن)

شادی میں بے سبب تاخیر

حرام کاری اور زنا کا گراف تیزی سے بڑھتے جانے کا ایک قوی سبب نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی میں بلاوجہ تاخیر ہے، حصولِ ملازمت، تکمیلِ تعلیم، آئیڈیل کی تلاش اور تعمیرِ مکان، غرض کہ طرح طرح کے عذر ہائے لنگ پیش کئے جاتے ہیں، اور اس طرح شادی کا عمل مؤخر ہوتا چلا جاتا ہے، نوجوانوں کو صراحۃً خطاب میں آپ ﷺ نے شادی کا حکم فرمایا ہے:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ. (متفق علیہ)

ترجمہ: اے نوجوانو! جو شادی کی قدرت رکھتا ہو وہ ضرور شادی کرلے، شادی نگاہ کی پاکیزگی اور شرم گاہ کے تحفظ وعفت کا بہت مؤثر ذریعہ ہے۔

اپنی عفت وعصمت کی نیت سے شادی کا عمل انجام دینے والا زبان نبوت میں اللہ کی خصوصی مدد سے بہرہ مند ہوتا ہے، اسی لئے حدیث میں جوڑ کا رشتہ مل جانے پر لڑکی کی شادی فوراً کردینے اور مطلقاً تاخیر نہ کرنے کی تاکید ہے۔

بچے جوان ہوجائیں اور والدین ان کی شادی کی فکر نہ کریں تو بچوں سے جتنا جنسی گناہ ہوگا، والدین اس کی سزا میں شریک ہوں گے۔ حضرت ابوسعید وابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنْ اِسْمَهُ فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ، فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ اِثْماً فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلىٰ أَبِيْهِ. (مشکاۃ المصابیح: باب الولی فی النکاح)

ترجمہ: جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کی ذمہ داری ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے، بالغ ہونے پر اس کی شادی کرے، اگر شادی نہیں کی اور اولاد نے کوئی گناہ کرلیا تو باپ اس جرم میں شریک ہوگا اور گنہ گار ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

فِيْ التَّوْرَاةِ مَكْتُوْبٌ مَنْ بَلَغَتْ اِبْنَتُهُ اِثْنَتَىْ عَشَرَةَ سَنَةً وَلَمْ يُزَوِّجْهَا فَأَصَابَتْ اِثْماً فَإِثْمُ ذٰلِكَ عَلىٰ اَبِيْهِ. (مشکاۃ باب الولی بحوالہ بیہقی)

تورات میں درج ہے کہ جس کی بیٹی بارہ سال کی عمر کی ہوجائے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے، پھر لڑکی سے کوئی گناہ ہوجائے تو باپ بھی گنہگار ہوگا۔

کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک شہر میں ایک سیدزادی رہتی تھی جو بہت نیک اور

پارساتھی، مگراس کی شادی نہ ہوئی تھی، وہ دن بھر روزہ رکھتی اور رات بھر نوافل میں گزار دیتی، اہل علاقہ کی عورتیں اس کی بہت مداح تھیں، اس سیدزادی سے دعائیں کرواتی تھیں، اس کی خدمت میں نذرانے پیش کیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ وہ سیدزادی اتنی بیمار ہوئی کہ حالت نازک ہوگئی، اہل محلّہ کی نوجوان لڑکیاں اس کی خدمت کے لئے اس کے گھر اکٹھی ہوگئیں، بات چیت چل نکلی تو کسی نے کہا کہ آپ ہمیں وصیت کریں جو زندگی بھر کام آئے۔ سیدزادی نے فرمایا کہ ہاں میں تمہیں زندگی کی بہترین نصیحت کرتی ہوں، وہ یہ ہے کہ جب بھی تمہارا مناسب رشتہ آجائے تو تم شادی کروانے میں ہرگز ہرگز دیر نہ کرنا۔ یہ سن کرلڑکیاں بہت حیران ہوئیں، ایک نے پوچھا کہ آپ نے خود تو شادی کروائی نہیں، ہمیں جلدی کروانے کی نصیحت کررہی ہیں۔ وہ فرمانے لگیں کہ میں اپنے دل کا حال آپ لوگوں کے سامنے کیسے کھولوں؟ میری شادی میں تاخیر ہوگئی، تو میرا نفس مجھے جنسی تقاضا پورا کرنے کے لئے اکساتا تھا، میرا دل نہ نماز میں لگتا تھا، نہ تلاوت میں لگتا تھا، میں دن میں روزہ رکھتی اور رات میں شب بیداری کرتی تھی، اس کے باوجود شہوت کے مارے میرا برا حال ہوتا تھا، اگر میں رات کو قرآنِ کریم کی تلاوت کررہی ہوتی اورگلی میں سے بوڑھا چوکی دار آواز لگاتے گزرتا تو میرا جی چاہتا کہ میں اس بوڑھے کو اپنے پاس بلالوں اور اپنی جنسی خواہش پوری کروں۔ کئی مرتبہ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا، مگر بدنامی کے ڈر سے سہم گئی کہ ساری زندگی کی بنی بنائی عزت خاک میں مل جائے گی، لوگ باتیں کریں گے کہ سیدزادی ہوکر اس نے ایسا کام کیا، میں تڑپ تڑپ کر رات گزارتی، کسی کروٹ چین نہ آتا، میں اس عذاب کو بھگت چکی ہوں؛ لہٰذا میں چاہتی ہوں کہ تمہیں کوئی پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے سچ فرمایا ہے کہ جب لڑکی کے جوڑ کا خاوند مل جائے تو اس کی شادی کردو، رہی جہیز کی بات تو وہ رسم ورواج کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو: حیااور پاک دامنی، از: پیر ذوالفقار نقشبندی ۲۳۴)

عورتوں کی مردوں سے لوچ اور نزاکت کے ساتھ ہم کلامی

قرآنِ کریم میں ازواج الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلاواسطہ اور تمام خواتین اسلام کو بالواسطہ خطاب ہے:

اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. (الاحزاب: ۳۲)

ترجمہ: اگر تمہارے دل میں خدا کا خوف ہے تو تم لہجہ میں نرمی اختیار نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ کسی طمع خام میں مبتلا ہو جائے؛ بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔

معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت کسی مرد سے بات حرام وممنوع نہیں ہے؛ بلکہ ایسے موقعوں پر خواتین کا لہجہ اور انداز گفتگو مردوں کے لئے حوصلہ افزا اور امید افزا نہیں ہونا چاہئے، لہجہ لوچ سے پاک ہونا چاہئے، باتیں لگاوٹ سے خالی ہونی چاہئیں اور آواز میں شیرینی نہیں ہونی چاہئے، مردوں کے جذبات برانگیختہ کرنے اور آگے کے مرحلے کے لئے قدم بڑھانے کا کوئی موقع نہ آنے دینا چاہئے، اجنبی مردوں سے لوچ دار گفتگو اور باعثِ کشش لہجہ وانداز بدکاری کی راہ پر چلانے والا اہم ترین ذریعہ ہے، اور قرآن نے اسے فاسقات وفاجرات کا طرزِ عمل بتایا ہے نہ کہ مؤمنات صالحات کا۔

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

”آیت میں ازواج مطہرات کو براہِ راست اور عام خواتین کو بالواسطہ مخاطب بنایا گیا ہے، اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ مردوں کے ساتھ گفتگو کے مواقع پر لہجہ میں لوچ اور نزاکت کے بجائے خشونت ہونی چاہئے؛ تاکہ شہوت پرست دلوں میں لالچ اور طمع نہ آئے، اور ایسے لوگوں کے جذبات برانگیختہ نہ ہوں، فاسقات وفاجرات کا انداز گفتگو لوچ دار اور شہوت پرستوں کے لئے حوصلہ افزا ہوتا ہے، جب کہ صالح عورتوں کا انداز بے لوچ اور کھردرا ہوتا

ہے، وہ مردوں سے لگاوٹ کے ساتھ نہیں فاصلے سے ہم کلام ہوتی ہیں اور ان کا لہجہ حوصلہ شکن ہوتا ہے نہ کہ حوصلہ افزا"۔ (تفسیر ابن کثیر ۴۸۲/۳)

یہ قرآنی حکم براہِ راست تو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کو ہے، مگر اس کے مخاطب سبھی مسلمان ہیں، جب ازواج الرسول ﷺ عفت و پاکیزگی میں ضرب المثل ہونے کے باوجود اس حکم کی مکلّف ہیں تو دیگر خواتین -- جن میں بلاشبہ ازواج الرسول کی بہ نسبت عفت و پاکیزگی بہت کم ہے -- کو یہ حکم اور زیادہ اہمیت اور اولیت کے ساتھ ہے۔

سید قطب شہید نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں قدرے تفصیل سے لکھا ہے جس کا خلاصہ ہم اپنے لفظوں میں لکھ رہے ہیں:

"قرآن کریم عورتوں کو صراحت کے ساتھ حکم دے رہا ہے کہ ان کے الفاظ، لہجہ، انداز گفتگو کسی چیز میں ایسا لوچ اور نزاکت نہ ہو جو مردوں کی شہوت برانگیختہ کرے، اور عورتوں کی طرف ان کی رغبت بڑھائے، اللہ مرد و عورت سب کا خالق ہے، اسے خوب معلوم ہے کہ عورت کی لوچ دار آواز اور گفتگو کس کس طرح قہر ڈھاتی اور بجلیاں گراتی ہے۔ دوسری طرف شہوت کے روگی ہر دور میں رہتے ہیں، ہر ماحول میں رہتے ہیں، حتی کہ عہد نبوت میں ازواج الرسول کو یہ حکم دیا گیا، تو موجودہ سماج جس میں ہم رہ رہے ہیں، یہ تو فتنوں اور لعنتوں کا سماج ہے، اور پوری فضا میں جنسی بے راہ روی کے مسموم اثرات پھیلے ہوئے ہیں، عورتوں نے لوچ اور نزاکت کے ساتھ گفتگو کرنے کو شعار بنالیا ہے، ایسے ماحول میں اس قرآنی حکم کی اہمیت اور اس پر عمل کی ضرورت کس قدر بڑھ جاتی ہے۔ قرآن مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط کا ہر شگاف پاٹنا چاہتا ہے، اسی لئے لوچ، نزاکت، بامعنی اشارات سب پر روک لگادی گئی ہے"۔ (ملاحظہ ہو: فی ظلال القرآن ۸۵۹/۵)

تفسیر عثمانی میں مرقوم ہے:

"بلاشبہ عورت کی آواز میں قدرت نے طبعی طور پر ایک نرمی اور نزاکت رکھی ہے؛ لیکن پاک باز عورتوں کی شان یہ ہونی چاہئے کہ حتی المقدور غیر مردوں سے بات کرنے میں

بہ تکلف ایسا لب ولہجہ اختیار کریں جس میں قدرے خشونت اور روکھا پن ہو، اور کسی بدباطن کے قلبی میلان کو اپنی طرف جذب نہ کرے۔ امہات المؤمنین کو اس بارے میں اپنے مقام بلند کے لحاظ سے اور بھی زیادہ احتیاط لازم ہے؛ تاکہ کوئی بیمار اور روگی دل کا آدمی بالکل اپنی عاقبت تباہ نہ کر بیٹھے''۔ (تفسیر عثمانی ۳۵۱/۲)

امام جزریؒ نے نہایہ میں لکھا ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے مرد کو غیر عورت سے اس طرح نرم نرم باتیں کرنے کی ممانعت فرمائی ہے کہ عورت اس کی طرف کچھ ریجھنے لگے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص کسی مرد وعورت کی طرف سے گذرا، جو باہم نرم نرم باتیں کررہے تھے، اس شخص نے اس مرد کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا کچھ بدلہ نہ دلوایا (ضرب کو بلا قصاص قرار دیا) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو بغیر شوہروں کی اجازت کے غیر مردوں سے کلام کرنے کی ممانعت فرمادی ہے۔ دار قطنی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ممانعت فرمادی ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی اور باندیوں کے علاوہ دوسری عورتوں کے سامنے انگڑائی لے''۔ (گلدستۂ تفاسیر ۵۶۰/۵)

امام قرطبی لکھتے ہیں:

''حکم قرآنی کا مقصد ومنشا یہ ہے کہ مردوں سے عورتوں کی گفتگو سنجیدہ اور دوٹوک ہو، اس میں ایسا کوئی انداز نہ ہو جس سے دل کے خفیہ دروازوں پر دستک ہونے لگے۔ عرب کے جاہلی سماج میں مرد وعورت کی باہمی گفتگو بہت ہیجان انگیز اور لوچ دار ہوتی تھی۔ قرآن نے اسے بدکاروں کی روش قرار دیا ہے''۔ (الجامع لاحکام القرآن ۱۷۷/۱۴)

فقہاء نے وضاحت کی ہے کہ عورت کی آواز ستر نہیں ہے، بوقت ضرورت وہ مردوں سے بات کرسکتی ہے۔ صاحب رد المحتار نے علامہ مقدسی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

''کوئی ناسمجھ (صوت المرأۃ عورۃٌ) عورت کی آواز ستر ہے۔ کا مطلب یہ نہ سمجھے کہ بات چیت کو ہم ناجائز کہتے ہیں؛ بلکہ ہم تو بوقت ضرورت اجنبیوں کے لئے عورتوں سے کلام کو

جائز کہتے ہیں، ہاں ہم یہ جائز نہیں سمجھتے کہ عورتیں تیز آواز میں بولیں، لوچ دار گفتگو کریں، آواز میں شیرینی اور جاذبیت پیدا کریں، جس سے مردوں کے دل ان کی طرف کھنچیں، اور ان کے جنسی میلان میں تحریک پیدا ہو، اور یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو اذان کی اجازت نہیں کہ عموماً اس میں خوش آوازی سے کام لیا جاتا ہے''۔ (اسلام کا نظام عفت ۲۱۷، بحوالہ رد المحتار ۱/۲۸۴)

قرآن میں عورت کو زیوروں کی جھنکار مردوں کو سنانے سے منع کیا گیا ہے، باجماعت نماز میں عورت موجود ہو اور امام غلطی کرے تو مرد کی طرح اسے سبحان اللہ کہنے سے روکا گیا ہے؛ بلکہ اسے حکم ہے کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کرے؛ تاکہ امام متنبہ ہوجائے۔ حج وعمرہ کے موقع پر بآواز بلند لبیک کہنے سے بھی فقہاء نے عورتوں کو روکا ہے۔

زبان کا فتنہ بہت ہمہ گیر ہے، اس میں لوچ دار گفتگو کے علاوہ عاشقانہ غزلیں، عشق ومحبت کے افسانوں کا تذکرہ سب آتا ہے، پوشیدہ ازدواجی معاملات کا دوسروں سے تذکرہ بھی اسی میں شامل ہے، اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔

شراب اور نشہ آور اشیاء کا رواج عام

حرام کاری اور بے راہ روی کا ایک مؤثر ذریعہ شراب نوشی اور نشہ آور چیزوں کے استعمال کا بڑھتا ہوا رجحان بھی ہے، شراب نوشی ایک متعدی جرم ہے، یہ دوسرے جرائم کا سبب بنتی ہے، اس کا سب سے پہلا اور بڑا اثر انسانی عقل پر ہوتا ہے، پھر انسان بے شمار گناہوں کا مرتکب ہونے لگتا ہے۔ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلَاۃِ، فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ. (المائدۃ: ۹۱)

ترجمہ: شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے، اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے

روک دے، تو کیا تم اس سے باز رہو گے؟

اس آیت کی تفسیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے شراب کی دو خرابیاں بیان کی ہیں: دینی اور دنیوی: دنیوی خرابی شراب میں یہ ہے کہ شرابی لوگوں سے جھگڑتا اوران پر زیادتی کرتا ہے، اور دینی خرابی یہ ہے کہ شرابی نفس کے تقاضوں میں گھستا چلا جاتا ہے، اوراس کی وہ عقل ہی ناکارہ ہوجاتی ہے جو نیکیوں کی بنیاد ہے۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ ۳۳۰/۵)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی:

لَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ؛ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ. (صحيح ابن ماجه للالباني ٢٤١/٢)

ترجمہ: شراب مت پیو؛ اس لئے کہ وہ ہر شر کی کنجی ہے۔

شراب کو ام الخبائث والفواحش (تمام گناہوں کی جڑ) اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا عادی کسی گناہ میں باک نہیں کرتا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ شراب سے بچو، وہ ہر گناہ کی جڑ ہے، پچھلی امتوں میں ایک عبادت گذار آدمی تھا جو عورتوں سے بالکل الگ رہتا تھا، ایک بدکار عورت اس کے پیچھے لگ گئی، اور کسی بہانے سے اسے گھر کے اندر لے گئی، اور ایک خوب صورت نوجوان لڑکی کو سامنے کرکے کمرہ بند کردیا، اس کمرے میں شراب کا مٹکا بھی تھا اور ایک کم سن بچہ بھی تھا، لڑکی نے اس عابد کے سامنے کہا کہ اگر تم نجات اور رسوائی سے بچاؤ چاہتے ہو تو تین کاموں میں سے ایک کام کرنا ہوگا: (۱) یا تو شراب کا جام پیو (۲) یا اس بچے کو قتل کرو (۳) یا زنا کرو۔ اس عابد نے زنا اور قتل کو زیادہ سنگین اور شراب کو نسبتاً کم خطرناک سمجھ کر شراب پینا منظور کرلیا، شراب کا ایک جام پی کر ایسا مست ہوا کہ پھر جام پر جام پیتا گیا، اور نشہ اس قدر چھا گیا کہ پھر بچے کو قتل بھی کیا اور زنا بھی کیا، شراب کی عادت انسان کو اسی طرح رسوا کرتی ہے، اور بسا اوقات ایمان سے بھی محروم کردیتی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ۲۳۶/۹)

شراب اور نشے کی لعنت بدکاری کا زینہ ہے، اور اس سے بڑھ کر انسان کی عائلی زندگی کو ملیا میٹ کرڈالنے والی چیز بھی ہے، شراب کے رسیا افراد کی ازدواجی زندگی جہنم بن جاتی ہے، وہ خود بھی جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہوتا ہے، بسا اوقات اس کے اہل وعیال بھی اسی راہ پر چل پڑتے ہیں، اسی لئے شریعت نے اسے حرام قطعی قرار دیا ہے، اور بدترین گندگی بتایا ہے۔

میوزک، رقص وسرود اور گانے بجانے کا طوفانِ بلاخیز

میوزک اور رقص وسرود ہمارے کلچر کا جزولاینفک بنتا جارہا ہے، میوزیکل انڈسٹری کا خوب چلن ہورہا ہے، اور فحاشی کی ترویج اور عیاشی کی تحریک میں اس کا نمایاں کردار ہے۔ آج صورتِ حال یہ ہے کہ طربیہ اور حزنیہ کوئی مجلس، کوئی بھی اجتماعی تقریب، مسرت وغم کا کوئی موقع اس سے خالی نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بقول: موسیقی اور زنا میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قول ہے:

اَلْغَنَاءُ رُقْيَةُ الزِّنَا. (اغاثة اللهفان لابن القيم ۱/۲۴۵)

ترجمہ: گانا زنا کا منتر (دعوت) ہے۔

مشہور عالم یزید بن ولید کا ارشاد ہے:

اِيَّاكُمْ وَالْغَنَاءَ فَاِنَّهُ يَنْقُصُ الْحَيَاءَ، وَيَزِيْدُ فِيْ الشَّهْوَةِ، وَاِنَّهُ لَيَنُوْبُ عَنِ الْخَمْرِ، وَيَفْعَلُ مَا يَفْعَلُ السُّكْرُ، وَجَنِّبُوْهُ النِّسَاءَ فَاِنَّ الْغَنَاءَ دَاعِيَةُ الزِّنَا. (ایضاً)

ترجمہ: تم گانے بجانے سے بچو، اس سے حیا کم اور شہوت زیادہ ہوتی ہے، وہ شراب کی طرح ہے، اور نشہ آور چیزوں کا کام کرتا ہے، عورتوں کو اس سے الگ رکھو؛ اس لئے کہ گانا زنا کا قوی سبب ہوتا ہے۔

اسلام کے نزدیک عفت وعصمت کا تحفظ اور پاکیزگیٔ کردار پوری انسانیت کے لئے مایۂ افتخار ہے، جب کہ موسیقی اور آلاتِ موسیقی کا نمایاں اثر کردار کو ملیا میٹ کرنے اور عفت کو

پامال کرنے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، گانے باجے کی حرمت کو امام ابن الجوزی نے یوں بیان کیا ہے:

اِعْلَمْ اَنَّ سَمَاعَ الْغِنَاءِ يَجْمَعُ شَيْئَيْنِ: اَحَدُهُمَا اَنَّهُ يُلْهِي الْقَلْبَ عَنِ التَّفَكُّرِ فِيْ عَظْمَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَالْقِيَامِ بِخِدْمَتِهٖ. وَالثَّانِيْ اَنَّهُ يُمِيْلُهُ اِلَى اللَّذَّاتِ الْعَاجِلَةِ الَّتِيْ تَدْعُوْ اِلٰى اِسْتِيْفَائِهَا مِنْ جَمِيْعِ الشَّهَوَاتِ الْحِسِّيَّةِ، وَمُعْظَمُهَا النِّكَاحُ وَلَيْسَ تَمَامَ لَذَّتِهٖ اِلَّا فِي الْمُتَجَدِّدَاتِ، وَلَا سَبِيْلَ اِلٰى كَثْرَةِ الْمُتَجَدِّدَاتِ مِنَ الْحِلِّ، فَلِذٰلِكَ يَحُثُّ عَلَى الزِّنَا، فَبَيْنَ الزِّنَا وَالْغِنَاءِ تَنَاسُبٌ مِنْ جِهَةِ اَنَّ الْغِنَاءَ لَذَّةُ الرُّوْحِ، وَالزِّنَا اَكْبَرُ لَذَّاتِ النَّفْسِ، وَلِهٰذَا جَاءَ فِي الْحَدِيْثِ: ''اَلْغِنَاءُ رُقْيَةُ الزِّنَا''. (تلبیس ابلیس ۲۲۲)

ترجمہ: گانا سننے میں دوخرابیاں جمع ہیں: (۱) گانا خدا کی عظمت میں غور وفکر اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے غافل کردیتا ہے (۲) گانا انسان کو دنیا کی فوری لذتوں کی طرف مائل کردیتا ہے، جو اس کو تمام مادی شہوتوں کو پورا کرنے پر مجبور کرتے ہیں، ان شہوتوں میں سب سے نمایاں جنسی شہوت ہے، جس کی پوری آسودگی اور نئے نئے تعلقات کے لئے جائز حدود میں کوئی گنجائش نہیں ہے، اس طرح موسیقی انسان کو زنا پر ابھارتی ہے، گانے اور زنا کے درمیان ایک طرح کی مناسبت ہے، کہ گانا روح کی اور زنا نفس کی ایک بڑی لذت ہے، اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ: ''گانا انسان کو زنا کی طرف لے جانے میں جادو کی طرح زوداثر ہے''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

''فواحش میں موسیقی بھی ہے جو زنا کا سب سے بڑا محرک ہے، انسان جب تک اس

سے محفوظ رہتا ہے، عفت مآب رہتا ہے، اور جب موسیقی اور گانے کے چکر میں پڑ جاتا ہے تو پھر اس کی عفت مخدوش ہو جاتی ہے، اور اس کے لئے زنا سے بچنا آسان نہیں رہتا''۔

(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۱/۷/۴۱)

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ، لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، وَيَتَّخِذَهَا هُزُواً، اُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. (لقمان: ٦)

ترجمہ: اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں؛ تاکہ بغیر سمجھے اللہ کی راہ سے بھٹکائیں، اور اسے ہنسی مذاق بنائیں، ایسے لوگوں کے لئے رسواکن عذاب ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ''لہوالحدیث'' (کھیل کی باتوں) سے مراد گانا، راگ اور اس جیسی چیزیں ہیں، جن سے سختی سے منع فرمایا جارہا ہے۔

یورپ کی تہذیب کو عریاں اور جنسیت زدہ بنانے میں میوزک اور رقص وغناء ہی کا کلیدی کردار رہا ہے، اور اس لعنت نے نہ جانے کتنے پاکیزہ مردوں اور عورتوں کو زنا اور بدکاری کا عادی بنادیا اور نہ جانے کتنے گھروں، محلوں اور سماجوں کے پاکیزہ کردار کو گدلا اور گندا کرڈالا۔

فحاشی کی اشاعت

فحاشی اور منکرات کی اشاعت بسا اوقات انسان کو بدکاری کے عملی میدان میں قدم رکھنے پر آمادہ کردیتی ہے، جب بھی فواحش کا تذکرہ کیا جائے اور اس کی پرزور تردید اور اس کے مضرات اور نقصانات کا بیان نہ کیا جائے تو یہ تذکرہ کم زور طبیعتوں کو گناہ کی طرف راغب کرتا ہے۔ قرآنِ کریم نے فحاشی کی اشاعت کو اسی لئے حرام قطعی قرار دیا ہے۔ قرآن کا بیان بالکل واضح ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ. (النور: ۱۹)

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں فحش پھیلے، وہ دنیا وآخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔

اس آیت سے انسدادِ فواحش کے اسلامی اور قرآنی نظام کو سمجھا جا سکتا ہے، یہ آیت فحش پھیلانے کی تمام صورتوں کو جامع اور محیط ہے، اور واضح اعلان کر رہی ہے کہ: ''معصیت اور فحاشی کی اشاعت، خواہ زبان وقلم سے ہو، یا آرٹ کے نمونوں اور تمدن کے آثار سے، اس کا اظہار بھری محفلوں میں ہو یا انفرادی صحبتوں میں، یہ ایک جرم ہے، انتہائی گھناؤنا جرم، جسے کسی طرح برداشت نہیں کیا جا سکتا''۔ (عورت اسلامی معاشرے میں، مولانا جلال الدین عمری ۳۲۵)

ان چیزوں کے علاوہ موبائل اور سیل فون کی سہولتیں بھی زنا کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں، رات کے اوقات میں کالیں فری ہونا یا کال ریٹ میں نمایاں تخفیف بھی اسی کا اہم حصہ ہے، سروے سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ٹیلی فونگ گفتگو عموماً بدکاری پر منتج ہوتی ہے۔ کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور ان پر چیٹنگ کے رجحان عام نے اخلاقیات کا دیوالیہ نکال دیا ہے، حرام کاری اور گھروں سے فرار کے واقعات زیادہ تر اسی کی دین ہیں، ملازمت پیشہ خواتین جو مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں، ان میں اکثر جوہر عفت وعصمت گنوا کر رہتی ہیں، خواہی نہ خواہی ان کو ایسا کرنا ہی پڑتا ہے۔ فلم، ڈرامہ، ویڈیو گیم، ناول، افسانہ، حسن اور جنسی ہوس ناکی کے مقابلے سب اسی فاحشۂ زنا کو علانیہ عام کرنے کے مقصد سے وجود میں لائے گئے ہیں۔ شریعت محمدی میں ان سب پر روک تھام لگائی گئی ہے، اور ہر اس شگاف کو پاٹنے کی کوشش کی گئی ہے جو زنا و بدکاری کی تحریک کریں، اور جن سے عریانیت اور فحاشی کو راستہ مل سکتا ہو۔

ایک مفکر کے بقول:

''اب یہ ذرا سوچنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی لوچ دار انداز گفتگو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسے مردوں کے سامنے

بلاضرورت آواز نکالنے سے بھی روکتا ہے، کیا وہ کبھی اس کو پسند کرسکتا ہے کہ عورت اسٹیج پر آکر گائے، ناچے، تھرکے اور ناز نخرے دکھائے؟ کیا وہ اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ریڈیو پر عورت عاشقانہ گیت گائے اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنا سنا کر لوگوں کے جذبات میں آگ لگائے؟ کیا وہ اسے جائز رکھ سکتا ہے کہ عورتیں ڈراموں میں کبھی کسی کی بیوی اور کبھی کسی کی معشوقہ کا پارٹ ادا کریں؟ یا ہوائی میزبان بنائی جائیں اور انہیں خاص طور پر مسافروں کا دل لبھانے کی تربیت دی جائے؟ یا وہ کلبوں اور اجتماعی تقریبات اور مخلوط مجالس میں بن ٹھن کر آئیں، اور مردوں سے خوب گھل مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں؟ یہ کلچر آخر کس قرآن سے برآمد کی گئی ہے؟ خدا کا نازل کردہ قرآن تو سب کے سامنے ہے، اس میں کہیں اس کلچر کی گنجائش نظر آتی ہو تو اس مقام کی نشان دہی کردی جائے‘‘۔ (تفہیم ۴/۸۹-۹۰)

قرآنِ کریم میں فحاشی کی اشاعت کی تمام صورتوں کو ممنوع وحرام بتایا گیا ہے، جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ اور اس کے عموم میں بدکاری کے اڈے قائم کرنا، بداخلاقی اور بے راہ روی کی تحریک پیدا کرنے اور جذبات برانگیختہ کرنے والے اشعار، گانوں، تصویروں، کھیل تماشوں، قصوں اور افسانوں کا چلن، جسمانی، لباسی اور تصویری ہر طرح کے عریاں مظاہرے، مخلوط تفریحات اور رقص وسرود کے انتظامات سبھی آجاتے ہیں۔ قرآن کے انتہائی واضح الفاظ میں یہ سب حرکتیں جرائم ہیں اور صرف آخرت ہی میں نہیں، دنیا میں بھی ان کی سزا مل کر رہنی چاہیے۔ بقول عطاء ابن ابی رباح:

عَلٰی مَنْ اَشَاعَ الْفَاحِشَةَ نُکُلٌ وَاِنْ صَدَقَ.

(المحلی لابن حزم ۲۸۱/۱۱)

ترجمہ: بے حیائی پھیلانے والے کو عبرت ناک سزا دی جائے گی، خواہ وہ سچا ہی کیوں نہ ہو۔

اسلامی حکومت اور معاشرے دونوں کا فرض ہے کہ فحاشی کی اشاعت وترویج کے تمام

ذرائع کی روک تھام کی جائے، اور ایسے جرائم کے مرتکبین کو عبرت آموز سزائیں دی جائیں۔

اسلام سے پہلے کا معاشرہ جاہلی اور قرآن کی زبان میں ''خبیث'' (ہر گندگی کا پلندہ) تھا، اسلام نے جاہلی سماج کی ہر ہر خباثت کا قلع قمع کر کے انتہائی ''طیب'' (مجموعۂ پاکیزگی) معاشرہ تشکیل دیا، اور پاکیزگی کی روش پر تادم زیست اور تا صبح قیامت جمائے رکھنے کے لئے یہ بتادیا کہ خبیث افراد (جن کے وجود سے اللہ کی سنت کے مطابق کوئی دور خالی نہیں رہتا) کو طیب معاشرہ راس نہیں آتا، اسی لئے وہ اشاعت فاحشہ کے ذریعہ طیب معاشرے میں خبائث کا زہر پھیلانا اور پاکیزگی کے عنصر گراں مایہ پر تیشے چلانا چاہتے ہیں۔ آج یورپ مختلف حربوں سے یہی کر رہا ہے اور اپنی بخت کی سیاہی سے ہم خود اپنی پاکیزگی کو ملیامیٹ کرنے میں یورپ کا ساتھ دے رہے ہیں، معاشرے کو طیب بنانے اور بنائے رکھنے کی واحد صورت یہی ہے کہ فحاشی اور اس کے تمام اسباب و وسائل سے معاشرے کو مکمل پناہ میں رکھا جائے، اور یورپ کی لادینی اور اخلاق سوز تہذیب سے پورا گریز کیا جائے، اس کے بغیر معاشرے کو طیب اور پاکیزہ نہیں بنایا جاسکتا۔

○●○

عورتوں کا فتنہ اور اس کی قہرسامانیاں

قرآن وسنت کی تعلیمات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس دنیائے رنگ وبو میں مردوں کے لئے سب سے مہلک فتنہ عورتوں کا فتنہ ہے، جس میں مبتلا ہونے پر انسان کی نہ نگاہ پاکیزہ رہتی ہے، نہ دل ودماغ عفیف رہ سکتے ہیں اور نہ انسان کا کوئی حصۂ بدن زنا کی لعنت سے بچ سکتا ہے۔

احادیث میں بڑی صراحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ:

اَلنِّسَاءُ حِبَالَةُ الشَّيْطَانِ، وَالشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِنَ الْجُنُوْنِ.

(مختارات من ادب العرب ۲۸/۱ بحواله بيهقى)

ترجمہ: عورتیں شیطان کا پھندا ہیں، اور نوجوانی جنون کی ایک شاخ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شیطان انسانوں کو گمراہ اور بدراہ بنانے کے لئے جو دام پھینکتا ہے، ان میں عورتوں کا دام سب سے کارگر ہوتا ہے، بڑے بڑے پارسا جو دیگر تدبیروں سے شیطان کے قابو میں نہیں آتے، خوب صورت عورتوں کا دام فریب انہیں شاہ راہِ صلاح وعفت سے بچلا دیتا ہے، بالآخر نفسانی، شیطانی اور شہوانی قوتیں انہیں اخلاقی اعتبار سے مفلس ودیوالیہ بنا ڈالتی ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ، فَاتَّقُوْا الدُّنْيَا وَاتَّقُوْا النِّسَاءَ، فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةٍ فِيْ بَنِيْ

اِسۡرَائِیۡلَ کَانَتۡ فِیۡ النِّسَاءِ. (ریاض الصالحین: باب فی التقویٰ)

بلاشبہ یہ دنیا بڑی نظرفریب ودل کش ہے، اللہ نے اس دنیا میں تمہارے کردار کے امتحان کے لئے تم کو اپنا خلیفہ بنایا ہے، اس لئے تم دنیا سے محتاط رہو اور عورتوں (کے فتنہ) سے بچتے رہو؛ اس لئے کہ بنی اسرائیل میں فتنوں کا آغاز عورتوں سے ہوا تھا۔

اس حدیث میں ہر صاحب ایمان کو عورتوں کے فتنہ سے بچتے رہنے کی بڑی اہمیت کے ساتھ تلقین فرمائی جارہی ہے، اور بنی اسرائیل کا حوالہ دے کر بتایا جارہا ہے کہ ان میں فتنہ کی ابتداء عورتوں سے ہوئی تھی، واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی قوم جن فتنوں میں مبتلا تھی، امت محمدیہ بھی انہیں فتنوں میں مبتلا ہوچکی ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

لَیَأْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیۡ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیۡ اِسۡرَائِیۡلَ، حَذۡوَ النَّعۡلِ بِالنَّعۡلِ، حَتّٰی اِنۡ کَانَ مِنۡهُمۡ مَنۡ اَتٰی اُمَّهٗ عَلانِیَةً لَکَانَ فِیۡ اُمَّتِیۡ مَنۡ یَصۡنَعُ ذٰلِکَ. (مشکاۃ المصابیح: باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ: میری امت پر ضرور وہ زمانہ آئے گا جو بنی اسرائیل پر آچکا ہے، بالکل جوں کا توں، حتی کہ اگر بنی اسرائیل میں کسی بدبخت نے اپنی ماں سے برسرعام بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ضرور یہ گھٹیا حرکت کرنے والا پایا جائے گا۔

ایک حدیث میں انتہائی واضح لفظوں میں آگاہ کردیا گیا ہے کہ:

مَا تَرَکۡتُ بَعۡدِیۡ فِتۡنَةً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ.

(صحیح بخاری: کتاب النکاح، باب ما یتقی من شؤم المرأة)

ترجمہ: میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ ضرر رساں اور مہلک کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔

اس فتنہ کی قہر سامانی کیا کیا ہوتی ہے؟ اور یہ دین اخلاق کو کس طرح ملیا میٹ کر ڈالتا ہے؟ اور انسان اس کا شکار ہو کر عملی زندگی کی تمام بھلائیوں سے کس طرح محروم ہو جاتا ہے؟ تصور نہیں کیا جا سکتا۔

تاریخ میں متعدد ایسی مثالیں اور واقعات ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس خطرناک فتنہ نے نہ جانے کتنے صالح اور نیک بندوں تک کو اپنی لپیٹ میں لیا اور قعر مذلت میں گرا ڈالا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ عورتوں کا یہ ایمان سوز اور اخلاق کش فتنہ جب اللہ کے خدا ترس، صاحب علم اور مقبول بندوں کو اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے تو ہم جیسے کوتاہ علم و عمل اور گنہ گار افراد کو کس درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ملاحظہ ہو:

اُبْتُلِيتُمْ بِفِتْنَةِ الضَّرَّاءِ فَصَبَرْتُمْ، وَسَتُبْتَلُوْنَ بِفِتْنَةِ السَّرَّاءِ، وَاَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ فِتْنَةُ النِّسَاءِ. (صفة الصفوة للامام ابن الجوزی ۱/۴۹۷)

ترجمہ: تم فقر کی مصیبت میں مبتلا ہو کر صبر کر چکے ہو، عنقریب دولت کے فتنے میں مبتلا ہو گے، مجھے تم پر سب سے زیادہ اندیشہ عورتوں کے فتنے کا ہے۔

سید التابعین حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ بڑھاپے میں جب کہ ۸۴ر سال کی عمر ہو چکی تھی، اور ایک آنکھ کی بینائی جا چکی تھی، فرماتے ہیں:

مَا مِنْ شَيْءٍ اَخْوَفُ عِنْدِيْ مِنَ النِّسَاءِ. (ایضا: ۲/۸۰)

ترجمہ: میرے نزدیک عورتوں کے فتنے سے بڑھ کر خوف کی کوئی چیز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین ثم آمین۔

○●○

فحاشی کا سیلابِ بلا خیز؛ قربِ قیامت کی علامت

احادیث نبویہ میں علاماتِ قیامت کی جو تفصیلات ملتی ہیں ان میں ایک نمایاں علامت بے حیائی اور فحاشی کا رواجِ عام بھی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت واضح الفاظ میں یہ حقیقت اجاگر فرمادی ہے کہ قیامت کے قریب وہ دور آئے گا کہ زنا کاری عام ہوجائے گی۔ آج یہ علامت ہمارے معاشرے میں صاف نظر آرہی ہے اور بہت کم افراد اس لعنت سے محفوظ ہیں۔ ذیل میں اس موضوع کی چند احادیث پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا:

لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثاً سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، لاَ يُحَدِّثُكُمْ بِهٖ أَحَدٌ غَيْرِىْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ، وَيَكْثُرَ الزِّنَا، وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ.

(صحيح البخاری: كتاب النكاح: باب يقل الرجال ويكثر النساء)

ترجمہ: میں تمہیں ایسی حدیث سناؤں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، میرے علاوہ کوئی اور تمہیں یہ حدیث نہیں سنائے گا، میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا، جہالت بڑھ جائے گی، زنا کاری عام ہوجائے گی، شراب نوشی بڑھ جائے گی۔

(۲) حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لاَ تَزَالُ اُمَّتِىْ بِخَيْرٍ مَا لَمْ يَفْشُ فِيْهِمْ وَلَدُ الزِّنَا، فَاِذَا فَشَا فِيْهِمْ وَلَدُالزِّنَا فَاَوْشَكَ اَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ. (الترغيب والترهيب: ۲۷۷/۳)

ترجمہ: میری امت خیر پر رہے گی جب تک اس میں ولدالزنا زیادہ نہ ہوجائیں، جب امت میں حرام کی اولاد بڑھ جائے گی تو قریب ہے کہ اللہ امت کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ الزِّنَا وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ.

(الترغیب والترهیب ۲۷۱/۳)

ترجمہ: مجھے تم پر سب سے زیادہ اندیشہ زنا کاری میں مبتلا ہونے اور دل میں چھپے ہوئے شہوت رانی کے برے جذبات (پر عمل) کا ہے۔

(۴) حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيَكُونَنَّ فِيْ اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ. (فتح الباری مع البخاری ۵۵۹۰/۱۰)

ترجمہ: ضرور میری امت میں ایسے لوگ آئیں گے جو شرم گاہوں، ریشم، شراب اور گانے بجانے کو جائز سمجھیں گے اور زنا کاری، شراب نوشی اور رقص وسرود کی خرافات کے مرتکب ہوں گے۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلاتٌ مُمِيْلاتٌ، رُؤُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلا يَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَاِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا. (صحیح مسلم: ۳۹۴۱)

ترجمہ: (قیامت کے قریب) ایسی عورتیں ہوں گی جو (کہنے کو تو) لباس پہنے ہوئے ہوں گی؛ لیکن درحقیقت (لباس کے باریک ہونے اور ان سے جسم کے خدوخال نمایاں ومشاہد ہونے کی وجہ سے) برہنہ ہوں گی، وہ لوگوں کو (اپنی

جسمانی ولباسی آرائش وزیبائش کے ذریعہ) مائل کریں گی، اور خود بھی مردوں کی طرف مائل ہوں گی، ان کے سر اونٹوں کی جھکی ہوئی پشتوں کی طرح ہوں گے، یہ نہ جنت میں داخل ہوں گی، اور نہ جنت کی خوشبو ہی ان کو نصیب ہوگی، حالانکہ جنت کی خوشبو دور دور سے آرہی ہوگی۔

(۶) رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

لَیْتَ شَعْرِیْ کَیْفَ اُمَّتِیْ بَعْدِیْ حِیْنَ تَتَبَخْتَرُ رِجَالُهُمْ وَتَمْرَحُ نِسَاؤُهُمْ. (فیض القدیر للمناوی ۳۵۰/۵)

ترجمہ: کاش میں جان لیتا کہ میرے بعد میری امت کا کیا حال ہوگا؟ جب ان کے مرد اکڑ کر چلیں گے اور ان کی عورتیں (سر بازار) اتراتی پھریں گی۔

(۷) آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

کَیْفَ بِکُمْ اِذَا فَسَقَ فِتْیَانُکُمْ وَطَغیٰ نِسَاؤُکُمْ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاِنَّ ذٰلِکَ لَکَائِنٌ؟ قَالَ: نَعَمْ! وَاَشَدُّ مِنْهُ. (المعجم الاوسط للطبرانی ۱۲۹/۹)

ترجمہ: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے نوجوان بدکار ہو جائیں گے، اور تمہاری عورتیں تمام حدود پھلانگ جائیں گی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ایسا بھی ہوگا؟ فرمایا: ہاں؛ بلکہ اس سے بڑھ کر ہوگا۔

مسلم معاشرہ کی موجودہ صورتِ حال کا تجزیہ حدیث بالا کی حرف بحرف تصدیق کرتا ہے، نوجوان نسل کا انتہائی حد تک پہنچا ہوا انحراف اور عیش پرستی کا بڑھتا ہوا رجحان، اسی طرح عورتوں کا یورپ کے فحاشی اور عریانیت سے لبریز کلچر کی اندھا دھند تقلید کا مزاج اور ہر قسم کی عریانیت اور ہر نوع کی غیر فطری روش کو اپنا شعار بنانے کی عملی سرگرمی ہر صاحب نظر کے سامنے ہے۔

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْراً بِشِبْرٍ وَذِرَاعاً بِذِرَاعٍ وَبَاعاً بِبَاعٍ، حَتّٰى لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ ضَاجَعَ اُمَّهٗ بِالطَّرِيْقِ لَفَعَلْتُمُوْهُ. (المستدرك للحاكم ٤/٤٥٥)

ترجمہ: ضرور تم لوگ پچھلی قوموں کے نقش قدم کی مکمل، پوری اور ہر طرح سے پیروی کروگے، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی نے برسرِ راہ اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا تو تم بھی ایسا ضرور کروگے۔

آج بدکاری نے رشتوں اور قرابتوں کے تقدس کو جس بری طرح سے مجروح و پامال و تار تار کردیا ہے اور جس کی خبریں تمام ذرائع ابلاغ سے آئے دن سب کے علم میں آتی ہیں، ان سے اس فرمانِ نبوی کی کھلی آنکھوں تصدیق ہوتی ہے۔

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لاَ تَفْنَىٰ هٰذِهِ الْاُمَّةُ حَتّٰى يَقُوْمَ الرَّجُلُ اِلَى الْمَرْأَةِ فَيَفْتَرِشُهَا فِي الطَّرِيْقِ فَيَكُوْنُ خِيَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ مَنْ يَقُوْلُ: لَوْ وَارَيْتَهَا وَرَاءَ هٰذَا الْحَائِطِ. (مجمع الزوائد ۳۳۱/۷)

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، یہ امت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ یہ حالت نہ ہوجائے کہ آدمی عورت کے ساتھ برسر بازار زنا کرے گا اور اس وقت بہترین آدمی وہ ہوگا جو کہے: کاش! تم اسے دیوار کے پیچھے لے جاتے۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

لاَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَسَافَدُوْا فِي الطَّرِيْقِ تَسَافُدَ الْحَمِيْرِ، وَلَيَكُوْنَنَّ ذٰلِكَ. (مجمع الزوائد ۲۶۱/۷)

ترجمہ: قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ایسا نہ ہوجائے کہ لوگ برسرِ راہ

گدھوں کی طرح ایک دوسرے سے شہوت رانی کریں، ایسا ضرور ہو کر رہے گا۔

(۱۱) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

وَيَبْقىٰ شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ. (صحیح مسلم: کتاب الفتن، باب ذکر الدجال)

ترجمہ: **قیامت کے قریب بدترین لوگ رہ جائیں گے، گدھوں کی طرح بدکاری کریں گے، انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔**

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''گدھوں کی طرح برسرِ عام مرد عورتوں سے زنا کریں گے، نہ انہیں شرم آئے گی اور نہ کچھ پرواہ ہوگی''۔ (شرح النووی ۷۰/۱۸)

(۱۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

اِذَا اسْتَحَلَّتْ اُمَّتِىْ خَمْساً فَعَلَيْهِمُ الدَّمَارُ: اِذَا ظَهَرَ فِيْهِمُ التَّلَاعُنُ، وَلَبِسُوْا الْحَرِيْرَ، وَاتَّخِذُوْا الْقِيْنَاتِ، وَشَرِبُوْا الْخُمُوْرَ، وَاكْتَفىٰ الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ وَالنِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ. (شعب الایمان للبیهقی ۳٤۸/٤)

ترجمہ: **جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے گی تو تباہ ہو کر رہ جائے گی، جب ان میں باہمی لعن طعن عام ہو جائے، مرد ریشمی لباس پہننے لگیں، گانے بجانے اور ناچنے والی عورتیں رکھنے لگیں، شراب نوشی کرنے لگیں، اور مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے جنسی تسکین پر اکتفا کرنے لگیں۔**

ہم جنس پرستی کی جو ملعون وبا فی زمانہ پھیلتی جا رہی ہے اس کی زہرناکیاں، تباہی اور بربادی کی شکل میں رونما ہو رہی ہیں۔ جنسی تعلیم کو قانونی شکل دے کر عام کیا جا رہا ہے، مغربی معاشرے سے یہ صدا ابھری ہے کہ بچوں کو کم عمری ہی سے جنسیات کی تعلیم دی جائے، چناں چہ پہلے مغربی ملکوں میں اور اب انہیں کی تقلید میں ہمارے مشرقی ممالک میں بھی یہ منحوس

تعلیم شروع ہوچکی ہے، اخلاقیات کی بنیادی اور لازمی تعلیم کے بجائے جنسیات کی فحش تعلیم نونہالوں اور نوجوانوں کے ذہن ودماغ کو کس قدر مسموم اور شہوت زدہ کررہی ہے، تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مختلف ممالک میں بدکاری کو قانوناً جائز قرار دے دیا گیا ہے، انسان کی بدبختی کی اس سے بڑی مثال کیا ہوسکتی ہے کہ وہ بندروں اور سوروں سے بھی بدتر زندگی گزارنے لگے اور طرفہ تماشا یہ کہ اسے اپنے لئے باعث فخر وامتیاز باور کرے ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

○●○

بابِ سوم

بدکاری کے نقصانات

زنا کی شناعت اور مضرات ونقصانات (ایک جائزہ)

زنا کی سنگینی قرآن وسنت کی روشنی میں

زنا اتنا سنگین جرم ہے کہ قرآن میں بڑی صراحت سے فرمایا گیا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا، اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا. (الاسراء: ۳۲)

ترجمہ: زنا کے قریب مت پھٹکو، بلاشبہ وہ مکمل بے حیائی وبدکاری ہے اور بدترین راستہ ہے۔

زنا میں شرعی، عقلی اور عرفی تینوں قباحتیں اس طرح جمع ہوگئی ہیں کہ اس کا ارتکاب تو کجا؟ اس کے پاس جانے سے، اس کے ذرائع ومحرکات کو اختیار کرنے سے سختی سے منع کیا جارہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ سماج کے فساد اور بے راہ روی میں سب سے زیادہ دخل زنا کا ہے، معاشرہ اسی وقت مستحکم ہوسکتا ہے جب عفت اور پاکیزگی باقی رہے، زنا اسی پر تیشے چلاتا ہے، اس طرح صالح تمدن کی بنیاد ہی اکھڑ جاتی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

”منہیات کے باب میں سب سے پہلے زنا کو لیا ہے؛ اس لئے کہ یہ برائی صالح معاشرہ کی جڑ پر کلہاڑا مارنے والی برائی ہے، صالح معاشرہ کی بنیاد صالح خاندان ہے، صالح خاندان صحیح فطری جذبات کے ساتھ صرف ایسی صورت میں وجود پذیر ہوسکتا ہے جب والدین کے ساتھ اولاد کا تعلق صحیح خون، صحیح نسب اور پاکیزہ رحمی کے رشتہ پر استوار ہو، اگر یہ چیز مفقود ہوجائے تو خاندانی نہیں؛ بلکہ فطری وروحانی جذبات وعواطف سے بالکل محروم وناآشنا حیوانات کا ایک گلہ ہے، قرآن نے زنا کے اسی مفسدے کے باعث اس کو اپنی منہیات کے باب میں سب سے پہلے لیا ہے، اور ایسے لفظوں میں اس سے روکا ہے جو زنا اور

زنا کے تمام دواعی ومحرکات کا سدباب کرنے والے ہیں''۔ (تدبرقرآن ۴۹۹/۴-۵۰۰)

امام ابن القیمؒ کے بقول:

''زنا مفاسد اور جرائم میں سرفہرست جرم ہے، اس سے نظام عالم مختل ہوتا ہے، زنا کی وجہ سے نسب اور عفت وعصمت کی حفاظت ناممکن ہوجاتی ہے، باہمی بغض وعداوت اور فساد زور پکڑ لیتا ہے؛ اسی لئے آپ ﷺ نے اسے مہلکات میں شمار فرمایا ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ: ''قتل ناحق کے بعد سب سے بڑا گناہ زنا ہے''۔ واقعہ یہ ہے کہ زنا تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ دین، خیر، صلاح، ورع وتقویٰ سب کو نقصان پہنچانے والا عمل ہے، کوئی زناکار ایسا نہیں ہوتا جو دین دار، متقی، صادق، باوفا، باغیرت اور امانت دار ہو، زنا اور بدعہدی، بے غیرتی، جھوٹ، خیانت اور بے حیائی میں چولی دامن کا ساتھ ہے، قلب انسانی اور دین داری کو نقصان پہنچانے میں اور دل کو اللہ سے دور کرنے اور دین سے پھیر دینے کے باب میں شرک کے بعد زنا سب سے مقدم ہے۔ قرآن میں زناکاروں کو خبیث (پلید) قرار دیا گیا ہے، اور واضح کیا گیا ہے کہ قلب انسانی کو بگاڑنے اور توحید کی بنیادوں کو منہدم کرنے میں زنا کا بہت نمایاں کردار ہوتا ہے، آدمی شرک سے جس قدر دور ہوتا ہے، زنا اور فواحش سے بھی اسی قدر پاک رہتا ہے، زنا وبدکاری کا عادی انسان ایمان اور اللہ کی رحمت سے دور ہوتا چلا جاتا ہے''۔ (الجواب الکافی ۱۵۷، واغاثۃ اللہفان ۶۵/۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''زنا کے مختلف مراتب وانواع ہیں، کنواری عورت سے زنا بہت سنگین جرم ہے، اور اس سے زیادہ سنگین شادی شدہ عورت سے زنا ہے، اس سے خطرناک کسی محرم خاتون سے زنا کا ارتکاب ہے۔ جوان آدمی کے لئے زنا سنگین گناہ ہے، مگر بوڑھے آدمی کے لئے اس کی شناعت بڑھ جاتی ہے۔ غلام کے لئے زنا حرام ہے، مگر آزاد کے لئے زنا کی حرمت اور بڑھ جاتی ہے۔ جاہل کے لئے زنا جرم ہے، مگر عالم کے لئے اس جرم کی شدت اور بڑھ جاتی ہے''۔ (نضرۃ النعیم ۴۵۷۰/۱۰، بحوالہ الزواجر)

زنا کی سنگینی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب بھی حضور اکرم ﷺ نے صحابہ

وصحابیات سے بیعت لی اس میں زنا سے اجتناب کا عہد ضرور لیا۔قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَاءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ، اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (الممتحنة: ۱۲)

ترجمہ: اے نبی! جب آپ کے پاس مؤمن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنی طرف سے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی، اور کسی مشروع چیز میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، تو آپ ان سے بیعت لے لیجئے، اور ان کے لئے اللہ سے دعائے مغفرت کیجئے، یقیناً اللہ درگذر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت فرمایا اور شرک، چوری، زنا، قتل اولاد، بہتان طرازی اور نافرمانی نہ کرنے کا صریح عہد لیا''۔(مشکاۃ المصابیح: کتاب الایمان ۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ میں تمہیں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ تم شرک نہ کروگے، کسی محترم جان کو قتل نہ کروگے، زنا نہ کروگے، چوری نہ کروگے، نشہ آور چیز استعمال نہ کروگے، جو شخص ان گناہوں میں سے کسی کا ارتکاب نہ کرے، میں اس کے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں''۔(صحیح مسلم حدیث:۲۶۷۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ:

''حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا خدمت نبوی میں آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ تم شرک نہیں کروگی، چوری اور زنا نہیں کروگی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کروگی، اپنی طرف سے کوئی بہتان گھڑ کر نہیں لاؤ گی، نوحہ خوانی نہیں

کروگی، پچھلی جاہلیت کی طرح بے حجابانہ اپنی آرائش کا اظہار نہیں کروگی''۔ (مسند احمد ۲/۱۹۶)

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے:

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الزِّنَا. (الترغیب والترهیب ۳/۲۷۱)

ترجمہ: بلاشبہ مجھے تم پر سب سے زیادہ خطرہ اسی سے ہے کہ تم زنا کی لعنت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ وَقَیٰ شَرَّ لَقْلَقِهٖ وَقَبْقَبِهٖ وَذَبْذَبِهٖ فَقَدْ وَقَی الشَّرَ كُلَّهٗ، قَالَ: فَاَمَّا لَقْلَقُهٗ فَاللِّسَانُ، وَقَبْقَبُهٗ فَالْفَمُ وَذَبْذَبُهٗ فَالْفَرْجُ. (شعب الایمان ٤/٣٦١)

ترجمہ: جو شخص اپنی زبان، منہ اور شرم گاہ کے شر وفتنہ سے اپنی حفاظت کرے تو وہ ہر قسم کے شر سے محفوظ و مامون ہو جائے گا۔

زنا آسمانی شریعتوں میں

زنا انتہائی خطرناک جرم ہے، تمام آسمانی شریعتیں اس جرم کی شناعت اور سنگینی پر متفق ہیں، شریعت موسوی، شریعت عیسوی اور شریعت محمدی تینوں کی تعلیمات اس باب میں بہت نمایاں ہیں۔ ذیل میں ان کا تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے:

شریعت تورات اور زنا

شریعت موسوی میں زنا کو حرام بتایا گیا ہے، اسے انتہائی سنگین جرم قرار دیا گیا ہے، اسے زمین کو ناپاک و پلید کرنے والا عمل باور کیا گیا ہے۔ اسی طرح تورات میں یہ بھی آیا ہے کہ اللہ کا غضب اور عذاب بدکاروں پر نازل ہوتا ہے، اللہ نے بہت سی امتوں اور قوموں کو ارتکابِ زنا کے جرم میں ہلاک کر دیا، بنی اسرائیل کو اللہ کا یہ حکم ہے کہ وہ زنا کے مرتکب نہ

ہوں، ورنہ خدائی عذاب ان کو ہلاک و برباد کرڈالے گا۔

یہودیت میں زنا کی سخت سزائیں مقرر کی گئی تھیں، تورات کے الفاظ میں زنا پر قتل، سنگ ساری اور جلائے جانے کی سخت سزاؤں کا تذکرہ موجود ہے، زنا کی شناعت کے پیش نظر یہودی شریعت میں صرف زنا ہی کو حرام نہیں بتایا گیا ہے؛ بلکہ زنا کے ذرائع اور وسائل پر بھی پابندی لگادی گئی ہے، بدنگاہی، اجنبی عورتوں کی ہم نشینی وغیرہ سے روک دیا گیا ہے۔

موجودہ دور کے یہودی اسلام کی شرعی حدود اور سزاؤں پر اعتراضات کرتے ہیں اور اپنے مذہب میں مختلف جرائم پر موجود سخت ترین سزاؤں کو فراموش کردیتے ہیں، ان کا یہ تضاد انتہائی عجیب وغریب ہے۔

شریعت انجیل اور زنا

مسیحی مذہب میں زنا کبیرہ گناہ ہے، انجیل میں جابجا اس جرم سے روکا گیا ہے، انسانوں کے نام دس اہم وصیتوں میں ایک وصیت ''زنا نہ کرنے'' کی بھی مذکور ہے، زنا کو اللہ کے غضب کا سبب بتایا گیا ہے، زنا کے دواعی اور مقدمات تک سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے، بدکاروں سے میل جول رکھنے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔

عیسائی مذہب کے مآخذ میں اس موضوع کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں؛ لیکن طرفہ تماشا یہ ہے کہ اپنے مذہب کی واضح تعلیمات کے باوجود عیسائی آج اسلام کی ضامنِ عفت تعلیمات اور حدودِ شرعیہ پر طنز وملامت کے تیر برسانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔

شریعتِ اسلام اور زنا

اسلام میں زنا کو قطعی حرام بتایا گیا ہے، نصوصِ قرآن وحدیث میں زنا کی شرعی اور عقلی قباحتوں کو آشکارا فرمایا گیا ہے، شراب وغیرہ کے منکرات کی حرمت متعدد مصالح کی وجہ سے بتدریج مختلف مرحلوں میں آئی ہے؛ لیکن زنا کو ابتداء ہی سے بے لاگ اور قطعی صریح اسلوب

میں حرام، بے حیائی، بے راہ روی اور بدی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن میں سورۃ الاسراء میں پہلے زنا سے منع فرمایا گیا ہے، اس کے بعد قتل ناحق سے منع کیا گیا ہے، اس ترتیب کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ قتل ناحق ہے، زنا اس کے بعد ہے؛ لیکن اس کے باوجود اس آیت میں زنا کا ذکر قتل سے پہلے کیا گیا ہے، اس کی حکمت اور وجہ یہ ہے کہ جس سماج میں زنا کا دروازہ کھل جاتا ہے، اس میں قتل وخون کی واردات عام ہوتی چلی جاتی ہے، زنا سے قتل کی راہیں ہموار ہوتی ہیں، اسی لئے زنا کو پہلے ذکر کیا گیا ہے''۔ (التفسیر الکبیر ۲۰/۱۹۹)

اسی طرح قرآن میں زنا اور اولاد کے قتل کا ایک ساتھ بھی ذکر آیا ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد معاشرے میں جس طرح ذلیل وبے مایہ ہوتی ہے وہ کسی موت سے کم نہیں ہے۔

اسلام میں زنا کی شناعت کا اندازہ اس سے بھی ہوسکتا ہے کہ زنا کار کو ایمان کے نور وکیف سے محروم قرار دیا گیا ہے، اس کی دعاؤں کو نامقبول بتایا گیا ہے، زنا کے نتیجے میں جو اجتماعی وانفرادی مصائب اور مشکلات پیدا ہوتے ہیں، ان کا ذکر کرکے اس عمل کی زہرناکی کو اجاگر کیا گیا ہے۔

مردوں کو پابند بنایا گیا ہے کہ وہ اپنے گھر کی آبرو محفوظ رکھیں، حفاظتِ عفت کے لئے جان دینے کی اجازت ہے، اور اسے شہادت بتایا گیا ہے، اور اپنے گھر کی آبرو کے تعلق سے سنجیدہ نہ ہونے والے کو دیوث ومجرم گردانا گیا ہے، عورتوں پر بھی یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی بے حد اہتمام کے ساتھ حفاظت کریں۔

سماج کو زنا کی لعنت سے بچانے کے لئے ہر مرد وعورت کو پابند بنایا گیا ہے کہ بلا تحقیق وثبوت کسی کو متہم نہ کیا جائے، متہم کرکے ثبوت نہ پیش کرسکنے والوں کو سخت سزا دیئے جانے کا حکم اسی لئے ہے۔

اسی طرح زنا کے عمل کی طرح اس کے تمام مقدمات، دواعی، محرکات، عوامل واسباب اوراس سے متعلق ہر چھوٹے بڑے عمل سے انتہائی صراحت وتاکید کے ساتھ منع کر دیا گیا ہے، اور مقصد یہی ہے کہ سماج زنا کی لعنت سے بالکل پاک اور محفوظ رہے۔

زنا کے مہلک مضرات

مذکورہ تفصیل سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ زنا کس قدر مہلک، خطرناک اور سنگین جرم ہے، اس کے مضر پہلو اس قدر راور ہمہ گیر ہیں کہ ان کا احاطہ دشوار ہے۔

ذیل میں ہم زنا کے نمایاں مضرات اور نقصان دہ پہلوؤں کا ذکر کریں گے، زنا کے نقصانات کا دائرہ بہت وسیع ہے، ان کا تعلق عالم آخرت اور عالم برزخ سے بھی ہے، انسان کے قلب وباطن اور روح سے بھی ہے، دین ومذہب، اخلاق واقدار اور سیرت وکردار سے بھی ہے، معاشرے اور سماج سے بھی ہے، اس دنیا سے بھی ہے اور انسان کی نفسیات اور جسمانی صحت سے بھی ہے۔

زنا کے اخروی نقصانات

کسی بھی عمل کا اخروی نقصان دنیا کے نقصانات کی بہ نسبت کہیں زیادہ اہمیت رکھتا ہے، زنا کے اخروی نقصانات بے شمار ہیں، جن میں چند نمایاں چیزیں یہ ہیں:

حالت نزع کی سختی اور ہولناکی

عالم آخرت کے مراحل اسی وقت سے شروع ہونے لگتے ہیں جب انسان سکرات کے عالم میں آتا ہے، نزع کی حالت طاری ہو جاتی ہے، سانس اکھڑنے لگتا ہے، عالم برزخ کے مناظر آنکھوں کے سامنے آنے لگتے ہیں، نصوص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بدکار وگنہ گار انسان اگر توبہ سے محروم رہ گیا اور بدستور بدکاری میں ملوث رہا، تو حالت نزع میں اس کے

لئے اتنی سختی اور شدت کا معاملہ من جانب اللہ ہوتا ہے کہ اس کا محض تصور ہی انسان کو لرزا دیتا ہے۔ قرآن میں اس منظر کی تصویر کشی کچھ یوں فرمائی گئی ہے:

وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَاسِطُوْا اَیْدِیْهِمْ، اَخْرِجُوْا اَنْفُسَکُمْ، اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ، وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیَاتِهٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ. (الانعام: ۹۳)

ترجمہ: کاش تم ظالموں کو اس حالت میں دیکھ سکو جب کہ وہ سکراتِ موت میں ڈبکیاں کھا رہے ہوتے ہیں، اور فرشتے ہاتھ بڑھا بڑھا کر کہہ رہے ہوتے ہیں کہ لاؤ نکالو اپنی جان، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس وجہ سے کہ تم اللہ پر تہمت رکھ کر ناحق بکتے رہتے تھے اور اس کی آیات کے مقابلے میں سرکشی دکھاتے تھے۔

قبر کی وحشت ناکی

مرنے کے بعد پہلا مرحلہ قبر میں رکھا جانا ہوتا ہے، نیک انسان کے لئے قبر جنت کا ایک ٹکڑا ثابت ہوتی ہے، جب کہ بدکار و گنہ گار کے لئے جہنم کا مہیب گڑھا ثابت ہوتی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِهِمْ، فَاِنْ کَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُوْنِیْ، وَاِنْ کَانَتْ غَیْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِأَهْلِهَا: یَا وَیْلَهَا: أَیْنَ یَذْهَبُوْنَ بِهَا؟ یَسْمَعُ صَوْتَهَا کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانُ، وَلَوْ سَمِعَهَا لَصَعِقَ. (بخاری: کتاب الجنائز، باب قول المیت قدمونی)

ترجمہ: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے آگے لے چلو، اور اگر وہ بد ہوتا ہے تو کہتا ہے "ہائے میری بدبختی"، تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ یہ آواز انسان کے سوا

سب سنتے ہیں، اگر انسان یہ آواز سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

اِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ السُّوْءُ عَلٰی سَرِیْرِهٖ قَالَ: یَا وَیْلِی: اَیْنَ یَذْهَبُوْنَ بِیْ؟ (نسائی: باب السرعة بالجنازة)

ترجمہ: جب برے آدمی کو جنازہ کی چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: ہائے میری بربادی، یہ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان روایت کرتے ہیں:

اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ، فَاِنْ تَکُ صَالِحَةً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَیْهِ، وَاِنْ یَکُ سِوٰی ذٰلِکَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِکُمْ. (بخاری: کتاب الجنائز، باب السرعة بالجنازة)

ترجمہ: جنازے کو جلدی لے چلو، اگر وہ نیک ہے تو تم اسے خیر کی طرف بڑھا رہے ہو، اور اگر وہ نیک نہیں ہے تو وہ شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔

معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد قبر کا منظر بدکار کے لئے بے حد ہولناک ہوتا ہے، وہ لے جانے والوں کو مخاطب کرتا ہے کہ اسے نہ لے جایا جائے، مگر اس کی آواز انسان اللہ کی حکمت بالغہ کے تحت سن نہیں پاتا، گنہ گار کے لئے قبر میں اتارے جانے سے پہلے جب اس کی ہولناکی اس قدر ہوتی ہے تو قبر میں اتارے جانے کے بعد، گڑھا بند ہونے کے بعد اور دیگر مراحل میں کس قدر ہول ہوگا اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللّٰھم احفظنا من ذلک.

قبر کی تنگی اور اس کا دباؤ اور بھینچنا

روایات سے ثابت ہے کہ قبر اپنے اندر آنے والے ہر مردے کو دباتی، بھینچتی اور کھینچتی

ہے، جسے ضغطۂ قبر کہا جاتا ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هٰذَا وَالَّذِیْ تَحَرَّکَ لَهُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَشَهِدَهُ سَبْعُوْنَ اَلْفاً مِنَ الْمَلَائِكَةِ، لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ.

(نسائی: کتاب الجنائز، باب ضمۃ القبر وضغطتہ)

سعد کے لئے بخدا عرش الٰہی حرکت میں آ گیا، ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دئے گئے، ستر ہزار فرشتے ان کے جنازے میں شریک ہوئے، ان کو قبر میں یک بارگی بھینچا گیا، پھر یہ کیفیت ختم ہوگئی۔

طبقات ابن سعد میں منقول ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ضغطۂ قبر سے کوئی بچ سکتا تو سعد بچ جاتے، مگر ان کو بھی قبر میں دبایا گیا۔

(نسائی: حاشیۃ السندی حاشیہ۶ ص۲۲۴)

بیہقی میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد کو قبر میں دبایا گیا، بے حد دبایا گیا، میں نے دعا کی، تب یہ کیفیت دور ہوئی۔ (ایضاً)

علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے:

''قبر کی تنگی اور دباؤ اس لئے ہوتا ہے کہ انسان اصلاً مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، مرنے کے بعد پھر مٹی میں دفن ہوتا ہے، ایک عرصہ مٹی سے جدا رہنے کے بعد جب وہ مٹی میں دفن ہوتا ہے تو مٹی اسے بھینچتی ہے اور دباتی ہے، جیسے باپ طویل عرصے کے بعد ملنے والی اولاد کو دباتا ہے، نیک انسان کو مٹی محبت اور نرمی سے دباتی ہے، جب کہ بدکار و گنہ گار کو سختی اور غصے سے سزا کے طور پر دباتی ہے''۔ (ایضاً)

امام ابوالقاسم سعدی کے بقول:

''ضغطۂ قبر سے نہ کوئی نیک محفوظ رہتا ہے نہ کوئی بد، مگر فرق یہ ہے کہ کافر کے لئے قبر میں یہ تنگی اور دباؤ کی حالت دائمی رہتی ہے، جب کہ مؤمن کے لئے یہ حالت عارضی ہوتی ہے، پھر کچھ دیر بعد یہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے''۔ (ایضاً)

حکیم ترمذیؒ نے لکھا ہے:

''انبیاء کے علاوہ کوئی معصوم اور گناہ سے پاک نہیں ہے، ہر انسان کسی نہ کسی خطا، گناہ اور لغزش میں مبتلا رہتا ہے، ضغطۂ قبر اسی کی سزا کے طور پر قبر میں جاتے ہی ہوتا ہے، پھر کچھ دیر بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، اور یہ کیفیت دور ہو جاتی ہے''۔ (ایضاً)

معلوم ہوا کہ ہر زنا کار و بدکار مرنے کے بعد قبر کی تنگی اور دباؤ کی سخت سزا کا سامنا کرے گا۔ (عافانا اللہ منہ)

عذابِ قبر و برزخ

صحیح احادیث سے عذابِ قبر کا ثبوت ملتا ہے، جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، عذابِ قبر صرف اہل کفر کے ساتھ مختص بھی نہیں ہے؛ بلکہ گنہ گار اہل حق کو بھی اس عذاب سے سابقہ پڑے گا، جیسا کہ نصوص سے واضح ہے۔ (ملاحظہ ہو: التذکرۃ للقرطبی: ۲۲۹/۱)

اسی طرح صحیح و صریح نص سے یہ بھی ثابت ہے کہ زنا کار مردوں اور عورتوں کو عالم برزخ و قبر میں ہول ناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ فجر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کیا آج کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکار کیا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَأَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ أَتیَانِیْ: فَاَخَذَا بِیَدِیْ، فَانْطَلَقْنَا اِلیٰ ثُقُبٍ مِثْلَ التَّنُّوْرِ، اَعْلَاهُ ضَیِّقٌ وَاَسْفَلُهٗ یَتَوَقَّدُ تَحْتَهٗ نَاراً، وَفِیْهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ وَفِیْهِ: وَالَّذِیْ رَأَیْتَهٗ فِی الثَّقُبِ، هُمُ الزُّنَاةُ. (بخاری: کتاب الجنائز)

ترجمہ: آج رات میں نے خواب دیکھا ہے، دو آدمی میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ساتھ لے چلے، چلتے چلتے ہم آگ کے ایک تنور کے پاس سے گذرے جس کا اوپری حصہ تنگ تھا، نچلے حصہ میں آگ مشتعل تھی، اس میں

ننگے مرد اور عورتیں تھیں، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جواب ملا یہ زنا کار مرد اور عورتیں ہیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول:

’’قبر میں عذاب سے متعلق اس سے واضح حدیث کیا ہوسکتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں یہ منظر دیکھا، اور انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے، جس میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی‘‘۔ (التذکرہ ۱/۲۱۷)

دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے یہ خواب بیان کیا کہ:

’’مجھے لے جایا گیا، اور میرا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جو سڑنے کی وجہ سے بہت پھول گئے تھے، اور ان کے جسم سے پاخانوں سے بھی زیادہ بدبو آ رہی تھی، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب آیا کہ یہ زنا کار مرد و عورت ہیں‘‘۔ (صحیح ابن خزیمہ ۳/۲۳۷)

آخرت میں اللہ کے دیدار، ہم کلامی اور رحمت سے محرومی

بدکار و گنہ گار افراد کے لئے آخرت کی ایک بدترین سزا یہ ہوگی کہ جہنم کی سزا کے ذریعہ پاک کئے جانے سے پہلے نہ انہیں پروردگار کا دیدار میسر آ سکے گا، نہ اللہ ان سے ہم کلام ہوگا، نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا، اور نہ ان پر نگاہِ التفات فرمائے گا۔

سید قطب شہیدؒ لکھتے ہیں:

’’گنہ گاروں اور بدکاروں کے دلوں پر گناہوں اور بدکاریوں کی ظلمت چھا جاتی ہے، یہ ظلمت انہیں اللہ کے سامنے جواب دہی کے تصور اور احساس سے غافل اور بے پروا بنا دیتی ہے، اس عمل کا فطری انجام اور واقعی سزا یہی ہے کہ ایسے لوگوں کو آخرت میں اللہ کے دیدار سے محروم کر دیا جائے، زیارت الٰہی کی سعادت کبریٰ ان سے روک لی جائے؛ تا آں کہ وہ اپنے کئے کا انجام بھگت لیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے دیدار سے محرومی ہر عذاب سے بڑا عذاب ہے، ہر حرماں نصیبی سے بڑھ کر حرماں نصیبی ہے، اور انسان کا بدترین انجام ہے‘‘۔ (فی ظلال القرآن ۶/۳۸۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

ثَلاثَةٌ لا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ. (مسلم: كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم اسبال الازار)

ترجمہ: تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا، ان کی طرف نظر نہیں فرمائے گا، اور ان کو دردناک عذاب دے گا: (۱) بدکار بوڑھا (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) متکبر فقیر۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

لا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَى الاُشَيْمِطِ الزَّانِىْ وَلَا الْعَائِلُ الْمَزْهُوُّ. (الترغيب والترهيب ٢٧٥/٣)

ترجمہ: اللہ قیامت میں بوڑھے بدکار اور فقیر متکبر پر نگاہ کرم نہیں فرمائے گا۔

اس سے واضح ہوگیا کہ بدکار وزناکار انسان اللہ کے دیدار، اللہ کی نگاہِ رحمت، اللہ کی ہم کلامی تمام سعادتوں سے محروم رہے گا، جب تک کہ اسے جہنم کی سزا کے ذریعہ پاک نہ کردیا جائے۔

حوضِ کوثر سے محرومی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ نَاسٌ مِنْ اُصَيْحَابِىْ الْحَوْضَ حَتّٰى اِذَا عَرَفْتُهُمْ اخْتَلَجُوْا دُوْنِىْ فَأَقُوْلُ: أَصْحَابِىْ؟ فَيَقُوْلُ لاَ تَدْرِىْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ. (بخاری: کتاب الرقاق، باب فی الحوض)

ترجمہ: میری امت کے کچھ لوگ حوضِ کوثر پر میرے پاس آئیں گے،

میں انہیں پہچان لوں گا، پھر وہ مجھ سے دور کر دئے جائیں گے، میں کہوں گا کہ یہ تو میری امت کے لوگ ہیں، انہیں کیوں دور کر دیا گیا؟ جواب ملے گا کہ آپ کو نہیں معلوم انہوں نے آپ کے دین میں آپ کے بعد کیا تبدیلی اور نئی ایجاد کر دی۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''علمائے محققین کا کہنا ہے کہ جو بھی دین اسلام سے مرتد اور منحرف ہو جائے، دین میں بدعت ایجاد کرے، حق کو چھپائے، ظلم وستم، اہل حق کے قتل واہانت، کبیرہ گناہوں کے ارتکاب میں کوئی باک نہ کرے، اللہ کی نافرمانی معمولی بات سمجھ کر کرے، خواہش نفس کی پیروی کرے اور گمراہی کی راہ پر چلے، ایسے تمام لوگ حوض کوثر سے محروم رہیں گے''۔ (التذکرۃ ۱/۴۶۴)

غور کیا جائے کہ بدکار وزناکار انسان قبر سے نکل کر شدتِ پیاس کے عالم میں تشنگی بجھانے کی خاطر حوضِ کوثر کی طرف جائے اور اسے وہاں سے دھتکار کر بھگا دیا جائے، یہ کتنی ذلت آمیز اور بدترین سزا ہوگی؟

پل صراط کی ہولناکی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ، فَأَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يَجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهٖ، وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ اِلَّا الرُّسُلُ، وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ، وَبِهٖ كَلَالِيْبُ مِثْلَ شَوْكِ السَّعْدَانِ، لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا اِلَّا اللّٰهُ، تَخْطِفُ النَّاسَ بِاَعْمَالِهِمْ، مِنْهُمُ الْمُوْبَقُ بِعَمَلِهٖ، وَمِنْهُمُ الْمُخَرْدَلُ، ثُمَّ يَنْجُوْ. (بخاری: كتاب الرقاق: باب الصراط جسر جهنم)

ترجمہ: جہنم کے اوپر پل صراط رکھا جائے گا، تمام پیغمبروں میں سب سے پہلے میں اپنی امت کے ساتھ اسے عبور کروں گا، اس دن صرف رسول ہی بولیں گے، اور ان کا بول صرف یہی ہوگا: ''خدایا! بچالے بچالے''۔ پل صراط میں

سعدان نامی خاردار درخت کے کانٹوں جیسے خطرناک اور نوک دار آنکڑے ہوں گے، وہ کتنے بڑے ہوں گے، اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، وہ انسانوں کو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے اچک لیں گے، کچھ تو تباہ وہلاک ہوجائیں گے، کچھ ٹکڑے ٹکڑے کردئے جائیں گے، پھر نجات ملے گی۔

جو انسان پل صراط کے اوپر سے اچک لیا جائے گا اور آنکڑوں کی زد میں آکر رہے گا وہ درحقیقت اپنی بدکرداری اور بدکاری کی سزا کے طور پر اس صورتِ حال سے دوچار ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے:

حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ. (بخاری: کتاب الرقاق: باب حجبت النار بالشهوات)

ترجمہ: جہنم کو شہوتوں سے گھیر اور ڈھانپ دیا گیا ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ دوزخ تک پہنچانے والے گناہوں میں عام طور پر نفس کی شہوت ولذت کا بڑا سامان ہوتا ہے؛ لہٰذا جو شخص نفس کی شہوتوں سے مغلوب ہوکر گناہ کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، بدکار انسان اپنے جو قدم بدکاری کی راہ پر رکھتا ہے، احادیث کی روشنی میں جب اس کے قدم پل صراط پر پڑیں گے تو اسے انتہائی دردناک سزا میں مبتلا کیا جائے گا۔

اعضاء کی گواہی

نصوص سے ثابت ہے کہ تمام بدکاروں اور گنہ گاروں کے اعضاء قیامت کے روز ان کے خلاف شہادت دیں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس آدمی نے اپنا ہاتھ اجنبی عورت پر رکھا اور شہوت سے رکھا تو قیامت میں وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن سے بندھا ہوگا، اگر اس نے اس کا بوسہ لے لیا ہوگا تو اس کے دونوں ہونٹ جہنم میں کٹ کر گر پڑیں گے، اور اگر اس نے زنا بھی کیا ہوگا تو قیامت کے دن اس کی ران گواہی دے گی کہ مجھ پر حرام کام کیا گیا ہے، چناں چہ اللہ اس کی طرف غصے سے دیکھے گا تو اس کے چہرے کا گوشت گر پڑے گا، اس پر وہ زانی زبان سے انکار کرے گا تو زبان بھی بول پڑے گی، اسی

طرح تمام اعضاء کی شہادت کا ذکر ہے۔ (بے حیائی: نعیم ابرار ۲۱، بحوالہ الزواجر)

جہنم کی بدترین سزا

قرآنِ کریم میں بدکاری کی سزائے جہنم کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے:

وَلَا يَزْنُوْنَ، وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَاماً، يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا. (الفرقان: ٦٨-٦٩)

(اللہ کے نیک بندے) زنا کے مرتکب نہیں ہوتے، جو یہ کام کرے گا وہ اپنے گناہ کا وبال پائے گا، قیامت کے روز اس کو مکرر عذاب دیا جائے گا، اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

''ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں شادی شدہ زناکار پر لعنت کرتی ہیں، اور جہنم میں ایسے لوگوں کی شرم گاہوں سے ایسی سخت بدبو پھیلے گی کہ اہل جہنم بھی اس سے پریشان ہوں گے، اور آگ کے عذاب کے ساتھ ان کی رسوائی بھی جہنم میں ہوتی رہے گی''۔ (نگاہ کی حفاظت: مجموعہ مکاتیب حضرت قاری صدیق صاحبؒ، مرتبہ: مفتی محمد زید صاحب ۴۸، بحوالہ تفسیر مظہری)

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ: ''دوزخ میں آگ کے کچھ تابوت ہیں، کچھ قومیں ان تابوتوں میں قید ہوں گی، جب یہ تابوت والے راحت طلب کریں گے تو تابوت کھول دئے جائیں گے، جب یہ تابوت کھلیں گے تو ان کی چنگاریاں دیگر اہل جہنم پر جا گریں گی، چناں چہ دوزخی بیک وقت فریاد اور ان تابوت والوں پر لعنت کریں گے، یہ تابوت والے وہ لوگ ہوں گے جو عورتوں کی شرم گاہوں کو حرام طریقے کے ساتھ غصب کریں گے۔ (زنا کریں گے) (بحر الدموع لابن الجوزی ۴۵)

بے شمار آیات واحادیث میں گنہ گاروں اور بدکاروں کے لئے جہنم کے عذابِ الیم کا ذکر آیا ہے، اور ہر بندے کو زنا اور دیگر گناہوں سے دور رہنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

ایک عرصے تک جنت کی نعمتوں سے محرومی

نصوص سے ثابت ہے کہ گنہ گار افراد اپنے گناہوں کی سزا پانے کے لئے اور گناہوں کی آلائش سے پاکی حاصل کرنے کے لئے جہنم میں ڈالے جائیں گے، ایک مدت تک سزا پانے کے بعد پھر انہیں نکالا جائے گا۔ حدیث میں ہے:

فَيُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتُحِشُوْا، فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ.

(بخاری: کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشهوات)

ترجمہ: پھر انہیں جہنم سے اس حال میں نکالا جائے گا کہ وہ جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے، پھر ان پر آبِ حیات انڈیلا جائے گا۔

ایک عرصے تک جنت کی نعمتوں سے محرومی کی سزا ہر زنا کار و بدکار کو بھگتنی پڑے گی۔
امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کے بقول:

''اللہ جل شانہ کا فیصلہ ہے کہ دنیا میں ریشمی لباس پہننے والا روز قیامت ریشمی لباس سے محروم رہے گا، دنیا میں شراب پینے والا آخرت کی شرابِ طہور سے محروم رہے گا، اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں حرام طریقے سے شہوت رانی کرنے والا آخرت میں (ایک عرصہ تک کے لئے ہی سہی) حوروں کی نعمت سے محروم رہے گا''۔ (روضۃ المحبین ۳۶۲)

زنا کی انہیں مضرتوں کے پیشِ نظر آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

مَا مِنْ ذَنْبٍ بَعْدَ الشِّرْكِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ نُطْفَةٍ وَضَعَهَا رَجُلٌ فِيْ رَحِمٍ لَا يَحِلُّ لَهٗ. (ابن کثیر ۳۸/۲)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے نطفہ کو ایسی شرم گاہ میں رکھے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے، یعنی زنا کرے۔

زنا کے قلبی اور روحانی نقصانات

زنا اور بدکاری سے انسان کے قلب اور روح کو ناقابل تدارک نقصانات پہنچتے ہیں، جن میں یہ چند نمایاں ہیں:

دل کا زنگ

قرآنِ کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. (التطفیف: ۱٤)

ترجمہ: ہرگز نہیں؛ بلکہ دراصل ان (گنہ گاروں) کے دلوں میں ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ ارشاد منقول ہے:

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا أَخْطَأَ خَطِيْئَةً نُكِتَتْ فِيْ قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، فَاِذَا نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ صُقِلَ عَلَيْهِ، وَاِنْ عَادَ زِيْدَ فِيْهَا حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهٗ، وَهُوَ الرَّانُ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ. (ترمذی شریف: ابواب تفسیر القران، سورة ویل للمطففین)

ترجمہ: بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگا دیا جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ سے رک جاتا ہے اور توبہ کرتا ہے اور اللہ سے معافی کا طالب ہوتا ہے، تو اس کا دل پاک وصاف وشفاف کر دیا جاتا ہے، اور اگر دوبارہ وہی گناہ کرتا ہے تو سیاہ دھبہ بڑھا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ یہ سیاہی پورے دل پر چھا جاتی ہے، یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ نے فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ زنا وبدکاری کے نتیجے میں دل پر ایک زنگ چھا جاتا ہے اور جب تک سچے دل سے توبہ نہ کی جائے یہ زنگ دور نہیں ہوتا۔

دل کی ظلمت اور سیاہی

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ، فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ. (مسلم: کتاب الایمان، باب رفع الامانۃ)

ترجمہ: دلوں پر فتنے پیش کئے جائیں گے، جو دل فتنے میں لت پت ہو جائے اس میں سیاہ داغ لگا دیا جائے گا اور جو دل فتنے کو قبول کرنے سے انکار کر دے اس میں سفید روشن نشان لگا دیا جائے گا۔

یہ ایک طویل حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دل کی مثال ایک کوزے کی سی ہے، جسے الٹ دیا جائے، تو اندر کی سب چیزیں باہر آ جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی انسان خواہش نفس کا پیروکار بن جائے اور گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے تو ہر گناہ کے ساتھ اس کے دل میں ایک ظلمت اور سیاہی پیدا ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ اسلام کا نور اس کے اندرون سے رخصت ہونے لگتا ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''گناہ گار و بدکار انسان کے دل میں ایک وحشت اور ظلمت پیدا ہو جاتی ہے، گناہ میں لذت نفس اور تکمیل شہوت کا جو کچھ اور جیسا کچھ بھی سامان ہو، مگر ہر لذت اس ظلمت کے آگے ہیچ ہے، مگر یہ ظلمت ہر ایک کو نہیں محسوس ہوتی، اسے وہی محسوس کر سکتا ہے جس کا دل بالکل مردہ نہ ہوا ہو۔ جس کے دل میں رمق حیات باقی ہو وہ گناہ کی ظلمت اپنے دل پر ایسی ہی محسوس کرتا ہے، جیسے رات کی تاریکی محسوس و مشاہد ہوتی ہے، پھر یہ ظلمت بڑھتی جاتی ہے، اور باطن کی ظلمت کا اثر ظاہر اور چہرے پر بھی نمایاں ہونے لگتا ہے''۔ (الداء والدواء ۸۶-۸۷)

بدکاروں کا حال یہی ہوتا ہے کہ فسق و فجور کا کوئی مقام اور موقع ان سے بچتا نہیں ہے، گناہ کی کوئی حرکت ان سے چھوٹنے نہیں پاتی ہے، چناں چہ اللہ ان کے دلوں کو ظلمت زدہ اور

سیاہ کر دیتا ہے، اور جس کا باطن واندرون ظلمت زدہ اور پلید ہوجائے اس کی بدنصیبی کا کیا ٹھکانہ ہوسکتا ہے؟

ہوس ناک عشق کی تباہ کاری

عشق مجازی ایک خطرناک مرض ہے، قرآن میں زنا کاروں کو اسی مرض کا اسیر بتایا گیا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے تذکرے میں امرأۃ العزیز کے عشق اور فسق کا ذکر آیا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے عشق مجازی کے فسق ہونے پر اور روح کے لئے عشق مجازی کے عذابِ الیم ہونے پر مفصل گفتگو فرمائی ہے۔ (روح کی بیماریاں، از: حضرت اقدس مرشدی مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم ۵)

یہ اتنا تباہ کن مرض ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ عربی شاعر کے بقول:

فَمَا فِیْ الْأَرْضِ أَشْقیٰ مِنْ مُحِبٍّ ☆ وَاِنْ وَجَدَ الْهَویٰ حُلْوَ الْمَذَاقِ
تَـرَاهُ بَـاكِـيـاً فِـیْ كُـلِّ حِيْـنٍ ☆ مَـخَـافَةَ فِـرَاقٍ اَوْ لِاشْتِيَـاقٍ
فَيَبْـكِـیْ اِنْ نَـأَوْا شَـوْقـاً اِلَيْهِمْ ☆ وَيَبْـكِـیْ اِنْ دَنَـوْا حَـذَرَ الْفِرَاقِ
فَتَسْـخُـنُ عَيْـنُـهٗ عِنْدَ الْفِـرَاقِ ☆ وَتَسْـخُـنُ عَيْـنُـهٗ عِـنْـدَ التَّلَاقِ

ترجمہ: اس روئے زمین پر عاشق سے زیادہ بدبخت کوئی نہیں، اگرچہ وہ خواہش نفس کو لذیذ وشیریں باور کرے، عاشق ہر وقت روتا ہوا ہی ملے گا، کبھی معشوق کے فراق کے ڈر سے اور کبھی شوقِ ملاقات میں، محبوب دور ہو تو شوقِ لقاء اور وصال میں روتا ہے، قریب ہو تو جدائی کے ڈر سے روتا ہے، فراق کی حالت میں بھی آنکھ اشک بار رہتی ہے اور وصال کی حالت میں بھی آنکھ اشک بار رہتی ہے۔ (والذین ہم لفروجہم حافظون: خمیس محمد ۱۴۸)

حضرت اقدس مرشدی مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

"عشق مجازی عذابِ الیم ہے، روح دنیا ہی میں نہایت بے سکون وپریشان ہوجاتی ہے، نیند حرام ہوجاتی ہے، ہر وقت اسی معشوق کا خیال ستاتا رہتا ہے، دوزخ جو مجرمین کی جگہ

ہے اس کے آثار وعلامات دنیا ہی میں ان مجرمین اور گنہ گاروں پر کرب وتکلیف روحانی اور امراضِ جسمانی کی صورت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں''۔(روح کی بیماریاں ۲۶-۲۷)

اسی لئے مولانا رومیؒ کا یہ شعر بالکل حق ہے ؎

عشق را با حی با قیوم دار
عشق با مردہ نباشد پائدار

ترجمہ: عشق تو اسی ذات سے کرنا ضروری ہے جو زندہ اور اس کائنات کی پالنہار ہے، مرنے والوں کے ساتھ عشق پائدار نہیں رہتا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ بدکار وزناکار انسان عشق مجازی کے روگ میں عام طور پر مبتلا ہوجاتا ہے، اور اس کے نتیجے میں اس کا دل تمام سنجیدہ کاموں سے بیزار ہوجاتا ہے، اور اس کی زندگی بے مصرف ہونے لگتی ہے۔

زنا کے دینی ومذہبی نقصانات

نور ایمان سے محرومی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

لَا يَزْنِی الزَّانِیُ حِيْنَ يَزْنِیُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ. (بخاری: کتاب الحدود، باب الزنا وشرب الخمر)

ترجمہ: زناکار زنا کے وقت مؤمن نہیں رہتا۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا یہ مطلب نقل فرمایا ہے:

يُنْزَعُ مِنْهُ نُوْرُ الْإِيْمَانِ فِی الزِّنَا. (ایضاً)

ترجمہ: زنا کی وجہ سے انسان کا نور ایمانی سلب کرلیا جاتا ہے۔

حضرت عثمان بن ابی صفیہؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

مَا مِنْ عَبْدٍ يَزْنِيْ اِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْهُ نُوْرَ الْاِيْمَانِ.

(نضرة النعيم ٤٥٨٢/١٠)

ترجمہ: جو بندہ زنا کرتا ہے اللہ اس کا نورِ ایمانی سلب فرمالیتا ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

لَا يَكُوْنُ هٰذَا مُؤْمِناً تَاماً، وَلَا يَكُوْنُ لَهٗ نُوْرُ الْاِيْمَانِ.

(مشكاة المصابيح: باب الكبائر ١٧)

ترجمہ: زنا کار کامل مؤمن نہیں ہوتا، اور اسے ایمان کا نور حاصل نہیں رہتا۔

حضرت ابوہریرہؓ کی آپ ﷺ سے دوسری روایت ہے:

اِذَا زَنَى الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِيْمَانُ، فَكَانَ فَوْقَ رَأْسِهٖ كَالظُّلَّةِ، فَاِذَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ رَجَعَ اِلَيْهِ الْاِيْمَانُ. (مشكاة المصابيح: باب الكبائر ١٨، بحواله: ترمذى وابوداؤد)

ترجمہ: جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس (کے قلب) سے ایمان نکل جاتا ہے، اور اس کے سر کے اوپر سائبان کی طرح آجاتا ہے، پھر جب وہ اس کام سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان اس کے پاس لوٹ آتا ہے۔ (بعض روایات میں توبہ کی شرط بھی ہے)

ایک روایت میں ہے:

مَنْ زَنىٰ خَرَجَ مِنْهُ الْاِيْمَانُ، فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

(فتح البارى ٦٢/١٢، بحواله طبرانى)

ترجمہ: جو زنا کرتا ہے اس کا ایمان اس کے دل سے نکل جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ (اور اس کا ایمان لوٹ آتا ہے)

ایک حدیث میں ہے:

مَنْ زَنیٰ وَشَرِبَ الْخَمْرَ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْهُ الْاِيْمَانَ كَمَا يَخْلَعُ الْاِنْسَانُ الْقَمِيْصَ مِنْ رَأْسِهٖ. (مستدرك الحاكم ٢٢/١)

ترجمہ: جو زنا اور شراب نوشی کرتا ہے اللہ اس کا ایمان نکال لیتا ہے، جیسے کہ انسان اپنے سر سے قمیص اتارتا ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ ایمان سے محرومی خواہ وہ چند لمحوں کے لئے ہی کیوں نہ ہو؛ کتنی خطرناک بات ہے؟ اگر آدمی یہ تصور کرلے کہ کیا پتہ انہیں محرومی کے لمحات میں اللہ کا بلاوا آجائے تو ایمان کے بغیر موت ہوگی اور اس کے بے حد ہولناک نتائج ہوں گے، تو یہ تصور زنجیرِ پا بن کر گناہوں اور فواحش کی سمت چلنے سے اسے روک دے گا۔

غیرت وحمیت کا فقدان

بدکاری اور زنا کے مضرات میں یہ چیز بہت نمایاں ہے کہ انسان کی غیرت وحمیت کم ہوتے ہوتے بالآخر ختم ہوجاتی ہے، اور بسا اوقات انسان دیوث بن جاتا ہے، وہ اپنے اہل خانہ کو زنا اور گناہ کی راہ پر چلنے سے روکنے کی ہمت نہیں پاتا؛ اس لئے کہ اس کا دامن خود اسی غلاظت میں لتھڑا رہتا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک بار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھ لوں تو فوراً اس کی گردن اڑادوں گا، جب یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ؟ لَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّيْ.

(بخاری: كتاب الحدود: باب من رأى مع امرأته رجلاً فقتله)

ترجمہ: یہ سعد کی غیرت ہے، کیا تمہیں اس پر تعجب ہے، یقیناً میں اس

سے زیادہ غیرت مند ہوں، اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ باغیرت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یَغَارُ، وَغَیْرَۃُ اللّٰہِ اَنْ یَأْتِیَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ.

(بخاری: کتاب النکاح: باب الغیرة)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ کو غیرت آتی ہے، اور اللہ کو سب سے زیادہ غیرت اس سے آتی ہے کہ مسلمان اللہ کی حرام کردہ چیز کا ارتکاب کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نقل کرتی ہیں:

مَا اَحَدٌ أَغْیَرَ مِنَ اللّٰہِ أَنْ یَرىٰ عَبْدَہٗ أَوْ أَمَتَہٗ یَزْنِیْ. (ایضاً)

ترجمہ: کوئی بھی اللہ سے زیادہ باغیرت نہیں ہے، اس سے کہ اللہ اپنے کسی بندے یا بندی کو زنا کرتے ہوئے دیکھے۔

بدکاری اور بے غیرتی میں تلازم ہے، اور بے غیرتی کا لازمی نتیجہ دیوثی ہے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا خَیْرَ فِیْ مَنْ لَا غَیْرَۃَ لَہٗ، فَمَنْ کَانَ ھٰکَذَا فَھُوَ الدَّیُّوْثُ.

(نضرة النعیم ۱۰/۴۵۰۰)

ترجمہ: بے غیرت آدمی ہر خیر سے خالی اور دیوث ہوتا ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"انسان جب گناہ اور بدکاری کا عادی ہوجاتا ہے تو اس کے اندر سے غیرت ختم ہوجاتی ہے، اور بسا اوقات انسان گناہ کو گناہ بھی نہیں سمجھتا، اور یہیں سے اس کی بربادی شروع ہوجاتی ہے"۔ (الداء والدواء ۱۰۹)

حیا کا خاتمہ

زنا کاری اور بدکاری کی راہ میں حیا سب سے بڑا حائل ہے، جو بندہ زنا کاری کی راہ

پر چلتا ہے، سب سے پہلے اس کے اندر سے حیا کا جوہر گراں مایہ رخصت ہوتا ہے، اور بے حیائی اس کا مزاج بن جاتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے:

اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِيْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ.

(بخاری: کتاب الادب: باب اذا لم تستحیی)

ترجمہ: جب تم میں حیا نہ رہے تو جو چاہو کرو۔

علامہ خطابی کے بقول:

''اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جو چیز انسان کو شر کے ارتکاب سے روکتی ہے وہ اس کی حیا ہے، جب حیا کے تقاضے پر انسان عمل چھوڑ دیتا ہے تو پھر وہ ہر شر کا ارتکاب بے باک ہوکر کرتا ہے''۔ (فتح الباری ۱۰/۶۴۱)

انسان اگر حیا کا التزام کرلے تو اس میں خیر غالب رہتا ہے، اور اگر انسان بے حیائی پر اتر آئے تو اس میں شر غالب آجاتا ہے، حیا ہی انسان کو شہوت پرستی کی راہ پر چلنے سے روکتی ہے۔ عربی شاعر کے بقول:

وَرُبَّ قَبِيْحَةٍ مَا حَالَ بَيْنِيْ ☆ وَبَيْنَ رُكُوْبِهَا اِلَّا الْحَيَاءُ
فَكَانَ هُوَ الدَّوَاءَ لَهَا وَلٰكِنْ ☆ اِذَا ذَهَبَ الْحَيَاءُ فَلَا دَوَاءُ

ترجمہ: بہت سی برائیاں ایسی ہیں کہ ان کے ارتکاب سے صرف حیا ہی مانع بنتی ہے، ان سے بچنے کی تدبیر صرف حیا ہے، مگر جب حیا ختم ہوجاتی ہے تو کوئی مانع اور تدبیر باقی نہیں بچتی۔ (روضۃ العقلاء: ابن حبان البستی ۴۸)

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر خوب لکھا ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

''گناہوں کی سزاؤں اور مضرات میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی وجہ سے حیا ختم ہوجاتی ہے، حیا دلوں کی حیات کا جوہر اصل ہے، اور ہر خیر کی اساس ہے۔ صحیح حدیث میں **الحیاء خیر کلہ**۔ (حیا از اول تا آخر خیر ہے) فرمایا گیا ہے، حیاء کا خاتمہ ہر خیر کا خاتمہ ہے، بے حیا انسان مردے کی مانند ہے، بے حیائی اور بے غیرتی میں چولی دامن کا ساتھ ہے،

جو بندہ حیا کرتا ہے وہ قیامت کے روز اللہ کی سزا سے محفوظ رہے گا، اور جو گناہ سے حیا نہ کرے وہ اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتا''۔ (الداء والدواء ۱۳۱-۱۳۳ ملخصاً)

ایک جگہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

''ہر انسان میں دو جذبے ہوتے ہیں، اور اس کی سرگرمیاں دونوں میں سے کسی ایک کی مرہونِ منت ہوتی ہیں، ایک حیا ہے، دوسرا ہویٰ (خواہش نفس) ہے۔ اگر انسان حیا کے تقاضے پر عمل کرتا ہے تو وہ خیر پر قائم رہتا ہے اور اگر ہویٰ کے تقاضے پر عمل کرتا ہے تو اس سے شر ہی صادر ہوتا ہے''۔ (مفتاح دار السعادۃ ۲۷۷)

واضح ہو کہ بدکاری کا بدترین نقصان بے حیائی اور بے شرمی اور حیا کے خاتمے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

سوءِ خاتمہ

بسا اوقات زنا سوءِ خاتمہ کا باعث ثابت ہوتا ہے، سوء خاتمہ کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان زنا اور گناہ کا ارتکاب کرتا رہے اور توبہ کرکے باز نہ آئے، توفیق توبہ سے محرومی بہت خطرناک بات ہے۔

حافظ عبد الحق اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''سوء خاتمہ کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں، ان میں دنیا پرستی، آخرت سے بے فکری، گناہوں پر جرأت و جسارت نمایاں ہیں، بسا اوقات انسان گناہ کا عادی ہو جاتا ہے، اور گناہ اس کے قلب و حواس پر چھا جاتا ہے، اس کی عقل پر گناہ کی ظلمت سے پردے پڑ جاتے ہیں، دل نورِ ایمان سے محروم ہو جاتا ہے، پھر اسی عالم میں اس کی موت آ جاتی ہے، نہ اسے توبہ کی توفیق ملتی ہے اور نہ اصلاحِ حال کا موقعہ''۔ (الجواب الکافی لابن القیم ۱۷۵)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''گناہوں کے ارتکاب کا اصل سبب یہ ہے کہ انسان پر شہوتیں غالب آ جاتی ہیں، اور دل میں ان کا خیال راسخ ہو جاتا ہے، انسان زندگی میں جن چیزوں سے مانوس اور عادی

رہتا ہے، موت کے وقت بھی انہیں چیزوں کی یاد اور فکر انسان پر مسلط ہوتی ہے، اگر گناہوں کی طرف طبیعت مائل اور عادی رہتی ہے تو مرتے وقت بھی گناہوں کی فکر رہتی ہے، اور اسی حال پر انسان مرجاتا ہے، جس پر گناہوں کا غلبہ ہو اور جس کی برائیاں نیکیوں سے زیادہ ہوں، تو ایسے لوگوں کے لئے سوء خاتمہ کا خطرہ بہت زیادہ رہتا ہے''۔ (احیاء علوم الدین ۲۷۳/۴)

معاصی کی کثرت اور طاعات سے محرومی

بدکاری کے نقصانات میں سے یہ بھی ہے کہ پھر انسان گناہوں کا عادی ہوجاتا ہے اور ایک گناہ دوسرے گناہ پر مجبور کردیتا ہے، زنا کے ساتھ بالعموم بے حیائی، بے غیرتی، بے پردگی، عریانیت، کذب وخیانت، شراب وکباب، ناپاکی کی عادت اور دیگر گناہ جمع ہوجاتے ہیں، زنا بجائے خود مجموعہ فواحش ہے؛ اسی لئے قرآن میں اس کو ''فواحش'' (جمع کے ساتھ) فرمایا گیا ہے۔ (الانعام ۱۵۱)

گناہوں کی کثرت اور زنا کی نحوست انسان کو اعمالِ صالحہ سے محروم کردیتی ہے، اور اسے نیکی سے اور اللہ کی کتاب سے وحشت ہونے لگتی ہے۔ غالب نے کہا ہے ؎

جانتا ہوں ثوابِ طاعت وزہد
پَر طبیعت اِدھر نہیں آتی

اس پر حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھیؒ کی تضمین ہے:

جانتے گر ثوابِ طاعت وزہد
پھر طبیعت اِدھر نہ کیوں آتی

(عرفانِ محبت)

احساسِ گناہ کا خاتمہ

زنا اور بدکاری کا ایک بدترین نقصان یہ ہے کہ جو آدمی اس کا عادی ہوجاتا ہے اس کے اندر سے گناہ کے گناہ ہونے کا احساس اور شعور ختم ہوجاتا ہے، پھر وہ شہوت اور بے حیائی

کی راہوں پر علانیہ چلتا ہے اور اسے کوئی باک اور عار نہیں ہوتا، بسا اوقات اپنی بدکاری کے واقعات کو اظہار فخر کے طور پر برملا بیان کرتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

كُلُّ اُمَّتِیْ مَعَافیً اِلَّا الْمُجَاهِرِیْنَ. (الجامع الصغير ٢٧٦/٢)

ترجمہ: سب کو معاف کردیا جائے گا مگر جو علانیہ گناہ کریں، گناہوں کو برملا بیان کریں ان کو معاف نہیں کیا جائے گا۔

روایات میں آتا ہے کہ اللہ پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے، جو بندہ اپنے گناہ کا اعلان واظہار کرتا ہے وہ بدترین مجرم ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی دعاؤں میں ایک دعا یہ بھی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ.

(مسلم: كتاب الحج: باب استحباب الذكر)

اس کا حاصل یہ ہے کہ خدایا! میں نیکی کے بعد برائی کا عادی بننے سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

دعا کی نامقبولیت

زنا کا جرم اس قدر سنگین ہے کہ وہ دعا کی مقبولیت ختم کردیتا ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے ناقل ہیں:

تُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ نِصْفَ اللَّيْلِ، فَيُنَادِیْ مُنَادٍ: هَلْ مِنْ دَاعٍ فَيُسْتَجَابُ لَهُ، هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطیٰ؟ هَلْ مِنْ مَكْرُوْبٍ فَيُفَرَّجُ عَنْهُ، فَلاَ يَبْقیٰ مُسْلِمٌ يَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ اِلَّا زَانِيَةً.

(السلسلة الصحيحة للالبانی ٦٢/٣، بحواله معجم اوسط للطبرانی)

ترجمہ: آدھی رات کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے

ہیں، اور ایک آواز لگانے والا پکارتا ہے کہ ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا قبول کرلی جائے؟ ہے کوئی سوالی جسے دیا جائے؟ ہے کوئی پریشان حال جس کی پریشانی دور کی جائے؟ پھر جو مسلمان بھی دعا کرتا ہے اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے سوائے زنا کار عورت کے کہ اس کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔

زنا کے اخلاقی نقصانات

بہیمی جذبات اور حیوانی خصلتوں کا غلبہ

خداوند قدوس نے حیوانات کو عقل سے خالی رکھا ہے، اور ان میں شہوانی جذبات پیدا فرمائے ہیں، اسی لئے حیوانی فطرت یہ ہے کہ وہ اپنے شہوانی تقاضے جب جب جہاں چاہے پورے کرتے ہیں، جب کہ انسان کو اللہ نے عقل وشعور کی دولت بے بہا عطا فرمائی ہے؛ تاکہ وہ اپنے شہوانی جذبات کو بے لگام نہ ہونے دے، حلال مواقع میں قضائے شہوت کرے اور حرام شہوت رانی کی تمام صورتوں سے کلی طور پر اجتناب اور گریز کرے۔

اب جو انسان غلط صحبت اور ماحول کی وجہ سے یا اپنی دناءتِ طبع کے تحت بدکاری اور زنا کاری کی فاسقانہ اور فاجرانہ راہ پر چل پڑتا ہے، وہ درحقیقت انسانیت وشرافت کے لبادے سے نکل کر حیوانیت اور شہوانیت کا خول پہن لیتا ہے، انسان بشری شریفانہ اخلاق واقدار اور سیرت وکردار کے بجائے حیوانی اور شہوانی خصلت اپنائے، یہ سنگین ترین اخلاقی جرم اور نقصان ہے۔

قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے:

أَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِباًّ عَلٰى وَجْهِهٖ أَهْدٰى اَمْ مَّنْ يَّمْشِيْ سَوِياًّ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. (الملك: ۲۲)

ترجمہ: بھلا سوچو! جو شخص منہ اوندھائے چل رہا ہو وہ زیادہ صحیح راہ پانے والا ہے یا وہ جو سیدھا ایک ہموار سڑک پر چل رہا ہو؟

واضح کر دیا گیا ہے کہ اپنی خواہشوں کے غلام افراد جانوروں کی طرح ہیں، اور وہ کبھی راہ یاب نہیں ہو سکتے، قرآن نے خواہش پرستوں کو جا بجا جانوروں اور بطور خاص کتوں کے مانند قرار دیا ہے۔

حسنِ اخلاق سے محرومی

زنا کے نقصانات میں سے یہ بھی ہے کہ جو انسان اس راہ پر چلنے کا عادی ہو جاتا ہے، وہ اخلاق و کردار کے لحاظ سے گراوٹ کے آخری مقام پر آ جاتا ہے، وہ بجائے صلہ رحمی کے قطع رحمی کرتا ہے، خوش اخلاقی کے بجائے بداخلاقی اس کا مزاج بن جاتا ہے، حسن سلوک کے بجائے وہ بدسلوکی کا عادی ہو جاتا ہے، دوسروں سے بدمعاملگی اس کا شیوہ بن جاتا ہے، وہ خندہ روئی کے بجائے ترش روئی سے ملتا ہے، بشاشت کے بجائے کراہت سے ملتا ہے، بدزبانی، بے ہودہ گوئی، فحش کلامی، گالم گلوچ اور تند خوئی زنا اور بدکاری کے لوازم میں سے ہیں۔

محاسن اخلاق کے اصول میں ''حکمت، شجاعت، عفت، عدل'' چار امور ہیں۔

(احیاء العلوم ۸۹/۳)

زنا کار و بدکار افراد ان تمام سے بالعموم اور عفت سے بالخصوص محروم ہوتے ہیں، اس راہ پر چلنے کے عادی انسان میں نہ حکمت ہوتی ہے اور نہ شجاعت، وہ اپنی عفت کو گدلا کر چکا ہوتا ہے اور عدل سے اس کا دامن خالی ہوتا ہے۔

جبن اور بزدلی

رسول اللہ ﷺ نے جبن سے اللہ کی پناہ مانگی ہے اور امت کو اسی کی تلقین بھی فرمائی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس میں جبن ہوتا ہے وہ زندگی کے ہر میدان میں نامراد رہتا ہے،

بزدل کے اوصاف کے بارے میں کہا گیا ہے:

''اگر پرندے کی آہٹ پالے تو اس کا دل دھڑکنے اور کانپنے لگے، ایک مچھر کاٹ لے تو نیند اڑ جائے، دروازہ کی دستک سے گھبرا اٹھے، مکھی کی بھنبھناہٹ سے پریشان ہو جائے، کوئی گھور کر دیکھ لے تو بے ہوش ہو جائے، تیز ہوا چلے تو اسے دشمن کا حملہ سمجھ کر کانپ اٹھے''۔ (المستطرف ۲/۲۳)

گناہ بالخصوص بدکاری اور زنا کاری کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ طبیعت میں شجاعت کے بجائے بزدلی اور جبن کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، ایسا آدمی خدا، خلق خدا اور خود اپنی نگاہ میں ذلیل و بے مایہ ہو جاتا ہے، ہر چیز سے ڈرتا ہے اور کوئی بھی مثبت اقدامی کام انجام دینے کی پوزیشن میں نہیں رہتا۔

زنا کے یہ چند نمایاں اخلاقی مضرات ہیں، ان کے علاوہ اور بہت سے نقصانات اور بہت سی اخلاقی کمزوریاں ہیں جو اس عمل سے لازمی تعلق رکھتی ہیں۔ ایک مفکر کے بقول:

''بے حیائی، فریب کاری، جھوٹ، بدنیتی، خود غرضی، خواہشات کی غلامی، ضبط نفس کی کمی، خیالات کی آوارگی، طبیعت میں ذواقی اور ہرجائی پن، اور ناوفاداری، یہ سب زنا کے وہ اخلاقی اثرات ہیں جو خود زانی کے نفس پر مترتب ہوتے ہیں، جو شخص یہ خصوصیات اپنے اندر پرورش کرتا ہے اس کی کمزوریوں کا اثر محض صنفی معاملات ہی تک محدود نہیں رہتا؛ بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں اس کی طرف سے یہی ہدیہ جماعت کو پہنچتا ہے''۔ (پردہ ۱۱۵)

زنا کے معاشی نقصانات

رزق کی تنگی اور کشاکش

قرآنِ کریم میں جابجا واضح فرمایا گیا ہے کہ تقویٰ، پرہیزگاری اور گناہ سے اجتناب کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے بے سان و گمان رزق بندے کو عطا کیا جاتا ہے، رزق میں

فراخی فرمائی جاتی ہے، اور تنگی و بدحالی دور کردی جاتی ہے۔ چناں چہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً، وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (الطلاق: ۲-۳)

ترجمہ: جو اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا، اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔

یہی مضمون ایک حدیث میں یوں بیان ہوا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

اِنَّ نَفْساً لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا، فَاتَّقُوا اللّٰهَ، وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ، فَاِنَّهٗ لاَ يُنَالُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ. (تخريج احاديث مشكلة الفقر للالبانی ۱۵)

ترجمہ: کوئی انسان نہیں مرے گا جب تک کہ اپنا پورا رزق حاصل نہ کرلے، تو تم اللہ سے ڈرو، اور اچھے انداز سے رزق طلب کرو، اللہ کا رزق اس کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

اِنَّ الْعَبْدَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهٗ. (مسند احمد ۲۹۲/۱٦)

ترجمہ: بندہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے رزق سے محروم کردیا جاتا ہے۔

قرآنِ کریم میں وارد ہوا ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكاً. (طٰہٰ: ۱۲٤)

جو میرے درسِ نصیحت سے منہ موڑے گا اس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی۔

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں:

مَنِ انْقَطَعَ اِلَى اللّٰهِ كَفَاهُ كُلَّ مَؤُنَةٍ، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لاَ يَحْتَسِبُ. (تفسير ابن كثير ۱۰۳/۵)

جو اللہ کے لئے یکسو ہو جائے اللہ اس کی ہر ضرورت کے لئے کافی ہو جاتا ہے، اور اس کو ایسے راستے سے رزق عطا کرتا ہے کہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اللہ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے، اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں، بے قیاس وگمان روزی ملتی ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں، جنت ہاتھ آتی ہے، اجر بڑھتا ہے، اور ایک عجیب قلبی سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (تفسیر عثمانی ۶۹۹/۲، سورۃ الطلاق)

اس تفصیل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ نیکی اور دین داری رزق کی فراخی کی ضامن ہے، جب کہ گناہ اور بدکاری کا نقصان یہ ہے کہ روزی تنگ کر دی جاتی ہے اور رزق سے محرومی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

قحط اور خشک سالی

بدکاری اور زنا کا ایک بدترین نقصان قحط اور خشک سالی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، بارش نہ ہونا، پانی کی نافراہمی، فصل کا نقصان، گرانی، پیداوار نہ ہونا یا بہت کم ہونا یہ سب اسی میں شامل ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے:

مَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيهِمُ الزِّنَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَةِ. (مسند احمد)

ترجمہ: جس قوم میں زنا پھیل جاتا ہے اسے قحط سالی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

یہ زنا کی نحوست ہے کہ اس کا نقصان اجتماعی ہوتا ہے، چند بدکاروں کے برے

کرتوت کے نتیجے میں آنے والی قحط سالی سے پوری قوم متأثر اور پریشان ہوتی ہے۔

برکت سے محرومی

قرآنِ کریم میں برکت کا حق دار اہل ایمان اور اصحاب تقویٰ ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا گیا:

وَلَوْ أَنَّ اَهْلَ الْقُرىٰ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ. (الاعراف: ۹۶)

ترجمہ: اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے، تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

مولانا دریابادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

’’اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مؤمنین متقین کے لئے غیب سے کارسازیاں ہوتی ہیں، اور برکاتِ سماوی وارضی سے مراد بھی وہ کل چیزیں ہیں جو انجام کار کے لحاظ سے مبارک اور مفید ہوتی ہیں، ’’فتح برکات‘‘ سے مراد ہر امر میں آسانیاں پیدا کرنا ہے‘‘۔ (تفسیر ماجدی: ۱۹۶/۲)

معلوم ہوا کہ بدکار وگنہ گار افراد برکاتِ الٰہیہ سے محروم رہتے ہیں، بے برکتی ان کے ہر عمل میں ظاہر ہوتی ہے، چناں چہ مال کے افراط کے باوجود نہ انہیں اپنے کام پورے ہوتے معلوم ہوتے ہیں، نہ اپنے مقاصد حاصل ہوتے نظر آتے ہیں، وہ قرض کی لعنت میں مبتلا رہتے ہیں، اور مستقل افکار میں گھرے رہتے ہیں۔

ہر میدانِ زندگی میں ناکامی

بدکاری کا ایک وبال یہ بھی ہے کہ تمام تر جدوجہد، کدوکاوش اور محنتوں کے باوجود انسان کام یابی کی منزل طے نہیں کر پاتا، پورا ہوتا کام بھی رک جاتا ہے، قدم قدم پر رکاوٹیں دامن گیر ہوجاتی ہیں، جو کام بھی وہ شروع کرتا ہے، بداعمالی کی نحوست اسے گھن کی طرح چاٹ ڈالتی ہے، اور اس کے نصیب میں نامرادی اور محرومی کے سوا کچھ نہیں آتا، دنیا کے

تجربات اور روزمرہ کے مشاہدات اس پر شاہد عدل ہیں۔

زنا کے معاشرتی نقصانات

قتل وفساد

قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ. (الروم: ۴۱)

ترجمہ: لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد برپا ہوگیا ہے؛ تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمالِ بد کا مزہ چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔

معاصی اور بطور خاص بدکاری اور زنا کے نتیجے میں جو فساد اور کشت وخون شروع ہوتا ہے وہ بالکل عیاں ہے، مرد وعورت کا بے حجابانہ اختلاط، انٹرنیٹ اور ویڈیو کی لعنت، سینما اور ٹی وی کے مضر اثرات، کسی صاحب نظر سے مخفی نہیں ہیں، آئے دن یہ خبریں آتی رہتی ہیں کہ زنا کے بعد مرد یا عورت کو قتل کر دیا گیا، مرد نے زنا کی راہ میں حائل بیوی کو یا بیوی نے شوہر کو موت کے گھاٹ اتار دیا، ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ بدکاری بالعموم قتل وفساد پر منتج ہوتی ہے۔

رشتوں کا بکھراؤ

جس گھر میں بدکاری کی لعنت گھس جاتی ہے وہاں بگاڑ کے دروازے چوپٹ کھل جاتے ہیں، رشتوں کی ڈور ڈھیلی ہوتی چلی جاتی ہے، دو خاندانوں میں اسی وجہ سے لامتناہی اختلاف ونزاع شروع ہوجاتا ہے، بھائیوں میں دراڑ پڑجاتی ہے، زوجین کے تعلقات ناخوش گوار ہوجاتے ہیں۔

سید قطب شہیدؒ لکھتے ہیں:

''جس خاندان میں شہوانیت کی یہ بلا گھس جاتی ہے وہ خاندان بکھر اور ٹوٹ جاتا ہے، امن وسکون غارت ہو جاتا ہے، عزت واحترام رخصت ہو جاتا ہے، سماج کی تشکیل میں گھر اور خاندان کلیدی کردار ادا کرتا ہے، اور اس میں امن وپاکیزگی کی فضا برقرار رہنا از حد ضروری ہوتا ہے؛ لیکن جب شہوانیت اپنے پنجے گاڑ دیتی ہے تو خاندان اور رشتے اسی کردار کی گندگی کی بنا پر بکھر جاتے ہیں، اور عفت وحیا کی ردا تار تار ہو جاتی ہے، رشتوں کا تقدس پامال ہو جاتا ہے، اور قرابتیں ٹوٹ جاتی ہیں''۔ (فی ظلال القرآن ۴/۲۴۵۵)

ذلت ورسوائی

بدکاری وفحاشی انسان کو ذلت وخواری کے عمیق غار میں دھکیل دیتی ہے، معاشرے میں اس کی قدر ختم ہو جاتی ہے، پورا سماج اس پر نفریں اور ملامت بھیجتا ہے، نہ گھر کے اندر ایسے انسان کی عزت رہتی ہے اور نہ گھر کے باہر۔ حد تو یہ ہے کہ صرف ایک آدمی کی بدعملی کی وجہ سے اس کا پورا خاندان مطعون ہوتا ہے، اور باحیا سماج ایسے لوگوں کو دور رکھنے اور پاس نہ آنے دینے کی مکمل کوشش کرتا ہے۔

نسب پر داغ

زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والا بچہ حرامی ہوتا ہے، اور زنا کار عورت کے پورے خاندان اور نسب پر اس کی وجہ سے انتہائی بدنما داغ لگ جاتا ہے، یہ اتنا بڑا عار ہوتا ہے کہ لاکھ جتن کئے جائیں تو بھی ختم نہیں ہوتا، پھر بسا اوقات اس بچے کو قتل بھی کر دیا جاتا ہے، اور زنا کے ساتھ قتل کا جرم بھی کیا جاتا ہے۔

زنا کا فروغ

عموماً یہ ہوتا ہے کہ ایک انسان کی بدکاری دوسروں کو اسی گناہ کی طرف آمادہ کرتی ہے، یہ بھی ہوتا ہے کہ بدکار انسان کے گھر اور خاندان میں بھی یہ لعنت پھیل جاتی ہے، اور ''جیسی

کرنی ویسی بھرنی'' کے بموجب زانی کی بیوی یا اولاد بھی اسی راہ پر چل پڑتی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے:

عِفُّوْا تَعِفَّ نِسَاؤُکُمْ فِیْ الْمَحْرَمِ ☆ وَتَجَنَّبُوْا مَا لَا یَلِیْقُ بِمُسْلِمِ

اِنَّ الزِّنَا دَیْنٌ فَاِنْ اَقْرَضْتَهٗ ☆ کَانَ الْوَفَا مِنْ اَهْلِ بَیْتِکَ فَاعْلَمِ

(دیوانِ شافعی ۹۷)

ترجمہ: تم پاک دامنی اختیار کرو، تمہاری عورتیں حرام سے پاک دامن رہیں گی، اور ہر اس کام سے بچو جو مسلمان کے شایانِ شان نہ ہو، بلاشبہ زنا ایک قرض ہے، اگر یہ قرض تم نے لیا (یعنی زنا کا ارتکاب کرلیا) تو اس کی ادائیگی تمہارے اہل خانہ کے ذریعہ ہوگی۔ (یعنی گھر والوں میں کوئی اس راہ پر ضرور چلے گا)

مزید فرماتے ہیں:

یَا هَاتِکاً حُرَمَ الرِّجَالِ وَقَاطِعاً ☆ سُبُلَ الْمَوَدَّةِ عِشْتَ غَیْرَ مُکَرَّمِ

لَوْ کُنْتَ حُراً مِنْ سُلَالَةِ مَاجِدٍ ☆ مَا کُنْتَ هَتَّاکاً لِحُرْمَةِ مُسْلِمِ

مَنْ یَزْنِ یُزْنَ بِهٖ وَلَوْ بِجِدَارِهٖ ☆ اِنْ کُنْتَ یَا هٰذَا لَبِیْباً فَافْهَمِ

(ایضاً)

ترجمہ: اے حرمتوں کو پامال کرنے والے اور محبتوں کی ڈور کاٹنے والے! خدا کرے کہ تم ذلیل بن کر جیو، اگر تم شریف، باکردار اور خاندانی ہوتے تو کسی مسلمان کی حرمت و آبرو کو پامال نہ کرتے، اگر تم میں ذرا بھی عقل ہے تو یہ سمجھ لو کہ جو زنا کرتا ہے اس کے ساتھ زنا ہوتا ہے (یعنی اس کے اہل خانہ میں کوئی نہ کوئی یہ حرکت ضرور کرتا ہے)

ایسے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں، اور ایک انسان کی بے راہ روی نہ جانے کتنوں کے بگاڑ کا باعث بن جاتی ہے اور بدکاری کی لعنت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

عذابِ الٰہی

جس قوم یا سماج میں بدکاری کی وبا پھیل جاتی ہے وہ سماج عذابِ الٰہی کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا ظَھَرَ الرِّبَا وَالزِّنَا فِیْ قَرْیَۃٍ فَقَدْ اَحَلُّوْا اَنْفُسَھُمْ عَذَابَ اللّٰہِ.

(المستدرک: ۲/۳۷)

ترجمہ: جب کسی علاقے میں سودخوری اور زناکاری عام ہوجاتی ہے تو اللہ کا عذاب آنے کے قریب ہوجاتا ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں:

لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ مَا لَمْ یَفْشُوْا فِیْھِمْ وَلَدُ الزِّنَا، فَاِذَا فَشَا فِیْھِمْ وَلَدُ الزِّنَا فَاَوْشَکَ اَنْ یَعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعَذَابٍ. (مجمع الزوائد ۶/۲۵۷)

ترجمہ: میری امت اس وقت تک خیر پر قائم رہے گی جب تک کہ اس میں ولدالزنا کی کثرت نہ ہو، اور جب امت میں ولدالزنا کی کثرت ہوجائے گی تو قریب ہے کہ اللہ سب کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبات میں ملتا ہے:

''جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے خدا اس میں مصیبت کو پھیلا دیتا ہے''۔

معلوم ہوا کہ جس معاشرہ میں زنا عام ہوجائے، ناجائز اولاد کی کثرت ہونے لگے وہ معاشرہ عذابِ الٰہی کے نشانے پر آجاتا ہے، پھر عذاب کا ظہور مختلف شکلوں میں ہوتا ہے، طوفان وسیلاب ہو، زلزلہ ہو، رزق سے محرومی ہو، یہ سب اسی عذاب کے مظاہر ہیں۔

جرائم کا طوفانِ بلاخیز

زنا اور بدکاری کے نتیجے میں سماج میں جرائم کا ایسا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جس پر بند لگانا

بے حد دشوار ہوجاتا ہے، زنا کے ذریعہ جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ احساس محرومی وکم تری کے سائے میں پروان چڑھتی ہے، بسا اوقات ان میں اپنے سماج کے تئیں بے پایاں نفرت وعداوت پیدا ہوجاتی ہے، جس کے نتیجے میں ان کے دلوں میں آتش انتقام مشتعل ہوجاتی ہے، پھر سن شعور کو پہونچنے کے بعد ان کے ذریعہ قتل وغارت اور جرائم وفواحش کے تمام اقدامات انجام پاتے ہیں۔

ہماری نوجوان نسل مخلوط ماحول اور ٹی وی کلچر کی نحوست سے متأثر ہوکر زنا اور بدکاری کی راہ پر دوڑ رہی ہے، اور اس کے لئے ہر جرم کرتی ہے اور اسے کوئی باک نہیں ہوتا۔ رہزنی، چوری، قتل، اغوا اور جبر کے تمام جرائم پوری دنیا میں آج کھلے عام ہو رہے ہیں، اور جرائم کا یہ طوفانِ بلاخیز زنا اور بدکاری کا وبال اور انجام بد ہے۔

زنا کے جسمانی نقصانات

مہلک ولا علاج امراض کی کثرت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے اور ارشاد فرمایا:

یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ: لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يُعْلِنُوْا بِهَا، اِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْاَوْجَاعُ الَّتِيْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِيْ اَسْلَافِهِمُ الَّذِيْنَ مَضَوْا....... (ابن ماجه: كتاب الفتن، باب العقوبات)

ترجمہ: اے گروہِ مہاجرین! جس قوم میں علانیہ زناکاری عام ہوجاتی ہے اس میں طاعون اور ایسے امراض پیدا ہوجاتے ہیں جو پچھلی امتوں میں نہ تھے۔

موجودہ دنیا میں ہر جگہ جو خطرناک امراض پھیلے ہوئے ہیں، ان سے اِس حدیث پاک کی نمایاں تصدیق وتائید ہورہی ہے، ایڈز کی مہلک ترین بیماری بھی (جس کا گراف دن بدن بڑھتا جارہا ہے) فواحش کے اسی سیلابِ بلاخیز کی دَین ہے، اس کے علاوہ جنسی امراض کی ایک طویل فہرست ہے، اور یہ امراض بالعموم زنا وبے راہ روی کے نتیجے میں ہی پیدا ہوتے

ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی صداقت مسلم ہے:

مَا تَشِیْعُ الْفَاحِشَةُ فِیْ قَوْمٍ قَطُّ اِلَّا عَمَّهُمُ الْبَلاءُ. (ایضاً)

ترجمہ: جس قوم میں بھی بے حیائی عام ہو جاتی ہے اس پر آفات و بلیات کا عمومی نزول ہونے لگتا ہے۔

نفسیاتی مشکلات

بدکار اور شہوت پرست افراد بالعموم نفسیاتی مشکلات میں مبتلا رہتے ہیں، قلبی بے اطمینانی، بے سکونی، اور دلی مسرت وراحت سے محرومی ان کے ساتھ چمٹی رہتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ جو بندۂ مؤمن اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے اللہ کی اطاعت میں مشغول رہتا ہے، بظاہر وہ کتنی ہی دنیوی تنگیوں میں گھرا ہوا کیوں نہ ہو؟ اور دنیا والوں سے الگ تھلک کیوں نہ ہو؟ مگر وہ روئے زمین کا انتہائی خوش قسمت انسان ہے، اور اسے اطمینانِ قلب، انشراحِ صدر، قلبی سرور وراحت کی وہ دولت حاصل ہے جو بے بہا بھی ہے اور قابل رشک بھی۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيَاةً طَيِّبَةً، وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (النحل: ۹۷)

ترجمہ: جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مؤمن ہو، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے، اور آخرت میں ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔

اس آیت میں پاکیزہ زندگی کے ضمن میں دنیا میں سعادت کی تمام شکلیں، قلبی اطمینان اور سکون وجمعیتِ خاطر کی تمام قسمیں، طاعات کی توفیق اور نورانیتِ قلب کی دولتیں آجاتی ہیں۔

اسی حقیقت کو یوں بھی بیان فرمایا گیا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ، أَلاَ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. (الرعد: ۲۸)

ترجمہ: جولوگ صاحب ایمان ہیں اور جن کے دل اللہ کی یاد سے مطمئن ہیں، سنو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کوسکون ملا کرتا ہے۔

جب کہ اس کے برخلاف بدکاری اور بدعملی کے عادی افراد کے بارے میں قرآن یہ کہتا ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکاً، وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی. قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی، وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْراً. قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیَاتُنَا فَنَسِیْتَھَا، وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی. (طٰہٰ: ۱۲۴-۱۲۶)

ترجمہ: جو بدبخت میرے درسِ نصیحت سے منہ موڑے گا اس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی، اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے، وہ کہے گا: پروردگار! دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ اللہ فرمائے گا: ہاں! اسی طرح تو ہماری آیات کو جب کہ وہ تیرے پاس آئی تھیں، تو نے بھلا دیا تھا، اسی طرح آج تو بھلایا جارہا ہے۔

واضح کردیا گیا کہ اعراض، انکار، بدکاری اور بدعملی کی روش پر چلنے والے افراد اِس دنیوی زندگی میں ہمہ وقت تنگی اور محرومی سے دوچار رہیں گے، وہ سکون، اطمینان، فراغ خاطر، شرحِ صدر، راحتِ قلب اور انبساطِ روح کی تمام لذتوں سے محروم رہیں گے۔

بدکاری اور نفسیاتی الجھن میں تلازم ہے، بدکار انسان کی بے سکون زندگی، بے نور وسیاہ چہرہ، تاریک وظلمت زدہ دل اور بے سکون روح خود اس کی الجھنوں کا اعلان کرتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

اِنَّ لِلسَّیِّئَۃِ اِسْوِدَاداً فِیْ الْوَجْہِ وَظُلْمَۃً فِیْ الْقَلْبِ وَوَھْناً فِی الْبَدَنِ وَنَقْصاً فِی الرِّزْقِ وَبُغْضَۃً فِیْ قُلُوْبِ الْخَلْقِ. (الی العابثین بالاعراض: د/عبد اللہ الطیار ۳۳)

ترجمہ: گناہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ چہرے پر سیاہی آجاتی ہے، دل تاریک اور جسم کمزور ہو جاتا ہے، رزق میں کمی آجاتی ہے، اور خلق خدا کے دل پھر جاتے ہیں۔

بدکار انسان ہمہ وقت ذہنی دباؤ میں رہتا ہے، کچھ کرنا چاہتا ہے مگر کر نہیں پاتا، پرسکون زندگی کا آرزومند رہتا ہے مگر غرقِ عصیاں رہتے ہوئے ایسا کیوں کر ممکن ہے؟

چہرے کی بدرونقی

زنا کا ایک جسمانی نقصان چہرے کی بدرونقی اور سیاہ روئی کی شکل میں سامنے آتا ہے، یوں تو ہر گناہ میں یہ تاثیر ہے کہ اس سے چہرے پر سیاہی آجاتی ہے، جس کا ذکر اوپر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ارشادِ گرامی میں آچکا ہے؛ تاہم بطور خاص زنا اور بدکاری کا یہ لازمی اثر احادیث میں بیان ہوا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

اِیَّاکُمْ وَالزِّنَا، فَاِنَّ فِیْهِ اَرْبَعَ خِصَالٍ، یُذْهِبُ الْبَهَاءَ عَنِ الْوَجْهِ، وَیَقْطَعُ الرِّزْقَ، وَیُسْخِطُ الرَّحْمٰنَ، وَیُسَبِّبُ الْخُلُوْدَ فِیْ النَّارِ.

(المعجم الاوسط للطبرانی: باب ذم الزنا ٢٥٤/٦)

ترجمہ: زنا سے بچو؛ اس لئے کہ اس کے نتیجے میں یہ چار چیزیں ہو کر رہتی ہیں: (۱) زنا چہرے کی رونق ختم کر دیتا ہے (۲) رزق منقطع کر دیتا ہے (۳) اللہ کو ناراض کر دیتا ہے (۴) جہنم کے دائمی عذاب کا سبب بنتا ہے۔

فقر وافلاس

زنا کے مضرات میں یہ بھی ہے کہ اس سے فقر وافلاس کے دروازے چوپٹ کھل جاتے ہیں، شہوت رانی اور حرام کاری کا منحوس عمل بالآخر اپنا سب کچھ لٹا دینے پر منتج ہوتا ہے۔ اوپر مذکور حدیث میں زنا کا یہ اثر بتایا گیا ہے کہ اس سے رزق منقطع ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں صراحۃً ارشاد ہے:

اَلزِّنَا یُوْرِثُ الْفَقْرَ. (شعب الایمان للبیہقی)

ترجمہ: زنا فقر وافلاس پیدا کرتا ہے۔

اس لعنت میں مبتلا افراد واقوام کا طائرانہ تجزیہ اس فرمانِ نبوی کی حرف بہ حرف تائید وتصدیق کرتا ہے، موجودہ حالات میں جو معاشی بحران پورے عالم کا ناسور بنا ہوا ہے، اس میں من جملہ دیگر اسباب، جرم زنا کا رواج عام کلیدی مقام رکھتا ہے۔

زنا اور بدکاری کے چند نمایاں نقصانات اوپر ذکر کیئے گئے ہیں، ان کے علاوہ بے شمار نقصانات ہیں جو اس جرم کے لوازم میں سے ہیں، اسی جرم کے رواجِ عام اور ٹی وی کلچر کے فروغ نے لڑکوں اور لڑکیوں کو قبل از وقت بلوغ کی منزل تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مضمون کا خاتمہ عارف باللہ ولی کامل حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان جملوں پر کیا جائے، فرماتے ہیں:

''زانی کا فعل زنا خود اپنے اوپر بھی ظلم ہے کہ اس سے اخلاق واعمال کی مٹی پلید ہوتی ہے، خون اور روپیہ بے فائدہ ضائع ہوتا ہے، مادۂ تولید ناحق برباد ہوتا ہے، صحت پر ناخوش گوار اثر پڑتا ہے، ذلت ورسوائی ہوتی ہے، زانی خوف وہراس میں مبتلا رہتا ہے، حزن وملال سے دوچار ہوتا ہے، مرض متعدی میں اپنے کو گرفتار کرتا ہے، بے حیائی، فریب کاری، جھوٹ، بدنیتی، خودغرضی، نفسانی خواہش کی غلامی، ضبط نفس کی کمی، خیالات کی آوارگی اور دوسرے بیسیوں جسمانی، ذہنی اور روحانی امراض میں زنا آدمی کو مبتلا کرتا ہے، زنا کار خاندان کی عزت کو داغ لگاتا ہے، خاندان کے لئے برائی کا نمونہ قائم کرتا ہے، زنا نسوانی عفت وعصمت کی لوٹ ہے''۔ (نگاہ کی حفاظت ۵۲، مرتبہ: مفتی محمد زید صاحب)

واقعہ یہی ہے کہ ان مضرات اور ان جیسے دیگر بے شمار نقصانات ہی کے پیش نظر اسلام بے حد سختی کے ساتھ زنا پر قدغن لگاتا ہے، اور کسی بھی طرح گوارا نہیں کرتا کہ اس جرم کے مہلک جرثومے سماج میں پرورش پائیں۔

○●○

بابِ چہارم

پردہ اور بے حجابی

پردہ اور حجاب کا اسلامی، منظّم اور حکیمانہ نظام (ایک جائزہ)

حجاب اور پردے کا مقصود

اس واضح حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اسلام میں ''پردہ اور حجاب'' کا جو مرتب نظام قرآن وسنت میں واضح کیا گیا ہے، فی الواقع عفت وعصمت کی حفاظت وضمانت اور شرم وحیا کی بقا اس سے وابستہ ہے، اس کا واحد مقصد خواتین کو تحفظ فراہم کرنا ہے نہ کہ انہیں قید اور پابند کرنا۔ جذبات واحساسات اور اخلاق وکردار کو آوارگی سے بچائے رکھنے، تہذیب اور تمدن کو زوال اور سقوط سے محفوظ رکھنے، معاشرتی برائیوں کا سدباب کرنے اور خانگی زندگی کو خوش گوار وکامیاب بنانے کے لئے پردہ انتہائی لازمی اور اولین ضرورت ہے۔

مردوزن کا بے محابا اختلاط پوری انسانی تاریخ میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخرالزماں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی بھی زمانے میں پسندیدہ نہیں سمجھا گیا؛ بلکہ اسے ناروا قرار دیا گیا، اور اسلام میں تو اس پر انتہائی شدومد سے قدغن لگائی گئی اور انسدادِ فواحش اور حجاب کا باضابطہ نظام مرتب کر کے اسے واجب العمل قرار دیا گیا ہے، اور اس کا اصل مقصود یہ بتایا گیا ہے کہ سماج جنسی آوارگی سے پاک رہے، اور سماج کے افراد اپنے دلوں کو سفلی اور شہوانی بے لگام جذبات سے پاک رکھیں، اور اخلاقِ عالیہ کی عظمتوں اور رفعتوں کو حاصل کر کے ایک مثالی، باحیا اور پاکیزہ تمدن اور معاشرے کی تشکیل میں اپنا مطلوبہ کردار ادا کریں۔

ستر

انسان کے جسم کا وہ حصہ جسے ''ستر'' کہا جاتا ہے، اسے چھپانا ابتداء ہی سے فرض ہے،

اور یہ شرعی ذمہ داری ہونے کے ساتھ ساتھ عقلی اور طبعی ذمہ داری بھی ہے، اور یہ فرض تمام انبیاء اور پیغمبروں کی شریعت میں رہا ہے؛ بلکہ ایمان کے بعد انسان پر عائد ہونے والا سب سے بڑا فرض ''ستر عورت'' ہی ہے، اور نماز جیسی عظیم عبادت بھی اس کے بغیر درست نہیں ہوتی، مرد وعورت دونوں اس حکم کے پابند ہیں، جلوت وخلوت دونوں حالتوں میں اس کی پابندی لازمی ہے، فقہی تفصیل کے مطابق مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے (احناف کے نزدیک ناف ستر میں داخل نہیں ہے، جب کہ گھٹنہ ستر میں داخل ہے) باندیوں کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے، اور پیٹ، پیٹھ اور پہلو بھی ستر ہے۔ آزاد عورت کا ستر چہرہ، ہتھیلیوں اور پیروں کے سوا پورا جسم ہے۔ (ملاحظہ ہو: الفقہ الاسلامی وادلتہ: د/ وہبۃ الزحیلی ۱/۵۸۴)

پردہ اور اس کے درجات

ستر عورت کے فرض کے علاوہ شریعت میں دوسرا فرض حجاب اور پردے کا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کریں، یہ فرض جملہ تفصیلات کے ساتھ ۵ھ میں نازل ہوا ہے، پردے سے متعلق قرآنِ کریم کی سات آیات اور حضور اکرم ﷺ کی ستر سے زائد روایات کی روشنی میں پردے کے تین درجات واضح ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معارف القرآن میں اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) **حجابِ اشخاص بالبیوت**: پردے کا پہلا اور اصل مطلوبِ شرعی درجہ یہ ہے کہ عورتیں گھروں میں رہیں۔ قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ. (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: تم اپنے گھروں میں رہو۔

حدیث میں وارد ہوا ہے:

اَقْرَبُ مَا تَکُوْنُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا.

ترجمہ: عورت اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے بیچ میں مستور ہو۔

حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بدر کے غزوہ میں شرکت کی آپ ﷺ سے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: قَرِیْ فِیْ بَیْتِکِ۔ جاؤ اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو۔

سب سے بیش قیمت انسانی جوہر عصمت وعفت ہے، جس کی حفاظت اسی وقت ہوسکتی ہے کہ مرد وعورت ایک دوسرے سے الگ رہیں، جس سماج میں عورتیں گھروں سے نکل کر بے ضرورت نقل وحرکت کرتی ہیں، اس سماج سے عفت وعصمت کا خاتمہ ہونے لگتا ہے، اندرونِ خانہ کی جو ذمہ داری - تقسیم کار کے اصول کے پیش نظر - اسلام نے عورت کو دی ہے، اس کے ساتھ باہر کی یہ بے جا تفریح اور سیر سپاٹے کبھی نہیں نبھ سکتے۔

اس لئے حجابِ شرعی کا اصل مفہوم تو یہی ہے کہ عورتیں گھروں کو لازم پکڑے رہیں۔

(۲) **حجاب بالبرقع**: شریعت اسلام چوں کہ فطری شریعت ہے، جس میں تمام انسانی اعذار وضروریات کی بہر صورت رعایت کی گئی ہے، بارہا ایسے ضروری یا اضطراری مواقع پیش آتے ہیں جن میں عورتوں کا گھروں سے باہر نکلنا ناگزیر ہوجاتا ہے، ایسے مواقع کے لئے پردے کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ عورت سر سے لے کر پیر تک لمبا برقع یا چادر اوڑھے، جس میں جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو، صرف ایک آنکھ کھلی رہے، جس سے راستہ نظر آئے، باقی پورا جسم مع چہرہ چھپا رہے۔ قرآن میں: یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ. (الاحزاب: ۵۹) جلباب (لمبی چادر) استعمال کرنے کا جو حکم آیا ہے اس کی یہی مراد ہے، اور یہی وضاحت رئیس المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ گھروں سے باہر نکلنے کی اجازت ضرورت کے مواقع، برقع کے التزام، خوشبو کے بغیر نکلنے، بجنے والے زیورات سے

اجتناب، راستے کے کنارے پر چلنے اور مردوں کے ہجوم میں داخل نہ ہونے کی سخت شرائط کے ساتھ مشروط رکھی گئی ہے، اور ایسا صرف جوہرِ عفت کے تحفظ کی خاطر ہے۔

(۳) **پردۂ شرعی میں چہرے کا حکم**: ضرورت کے پیشِ نظر عورتیں گھروں سے باہر نکلیں تو سارا جسم مستور رہنا ضروری ہے؛ البتہ چہرہ اور ہتھیلیوں کا مستور رہنا ضروری ہے یا نہیں؟ یہ فقہاء کے درمیان مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور فی الواقع یہ اختلاف سورۃ النور کی آیت قرآنی: **وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا** ۔(اپنی زینت عورتیں ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہو جائے) میں ''الا ما ظہر منہا'' کے استثناء سے پیدا ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس استثناء کی تفسیر چہرہ اور ہتھیلیوں سے کی ہے، چناں چہ چہرہ اور ہتھیلیوں کے کھلا رکھنے کو فقہاء کی ایک جماعت اسی تفسیر کی بنیاد پر جائز قرار دیتی ہے، امام ابوحنیفہؒ کا مسلک بھی یہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس استثناء کی تفسیر برقع اور چادر سے کی ہے، چناں چہ چہرہ وغیرہ کا کھلا رہنا اس تفسیر کے پیش نظر جائز نہیں ہے۔ حضرت امام مالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے کہ عورت کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں پورا جسم مع چہرہ چھپانا ضروری ہے۔

ملحوظ رہے کہ احناف اور دیگر جو حضرات چہرہ کھلا رکھنا جائز قرار دیتے ہیں، وہ بھی اس جواز کی شرط کے طور پر فتنہ کا اندیشہ نہ ہونا اور چہرے پر بناؤ سنگار نہ ہونا ذکر کرتے ہیں، اور چوں کہ عورت کی زینت کا اصل مرکز چہرہ ہے، اس لئے بالعموم اُس کو کھلا رکھنے میں فتنے کا اندیشہ ہوتا ہے؛ اس لئے اسے بھی مستور رکھنا ضروری قرار پائے گا۔ متأخرین احناف نے اس مسئلے میں فتویٰ ائمہ ثلاثہ کے قول پر دیا ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ اب بالاتفاق پردے کا یہ تیسرا درجہ (چہرہ کھلا رکھنا) ممنوع ہے، اور عورت کا اصل پردہ گھروں میں قیام ہے جب کہ ضرورۃً باہر نکلنے کی صورت میں پورے جسم کا مع چہرہ مستور رکھنا ضروری ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: معارف القرآن ۷/۲۰۴-۲۲۰)

پردہ قرآن کی روشنی میں

حجاب شرعی کی سب سے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ پورے جسم کے لئے ساتر ہو، عورت کے پورے جسم کو چھپالے، وہ دبیز ہواور کشادہ ہو، نہ باریک ہو کہ اس سے جسم نظر آئے اور نہ تنگ ہو۔

قرآنِ کریم میں عام حکم ہے:

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ، ذٰلِكَ اَدْنٰىٓ اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ، وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْراً رَّحِيْماً. (الاحزاب: ۵۹)

ترجمہ: اے نبی! آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلم عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں پھیلالیا کریں، یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے؛ تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں، اللہ غفور رحیم ہے۔

اس آیت کریمہ سے (۱) عورتوں کے لئے پردہ کا وجوب (۲) اور پورے جسم کو چھپانے والے برقع اور چادر کے استعمال کا ضروری ہونا دونوں باتیں ثابت ہورہی ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس آیت کے اترنے کے بعد انصار کی خواتین سیاہ چادروں میں ملبوس ہوکر باہر نکلا کرتی تھیں۔ (مصنف عبدالرزاق ۱۲۳/۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول: ''اللہ انصار کی عورتوں پر رحمت نازل کرے، اس آیت کے نزول کے بعد وہ اس حکم کا اہتمام کے ساتھ التزام کرتی تھیں اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے بھی جب آتی تھیں تو سیاہ چادریں اوڑھ کر آیا کرتی تھیں''۔ (الدر المنثور ۲۶۰/۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''اس آیت میں اللہ عزوجل نے تمام عورتوں کو حکم فرمایا ہے کہ جب بھی کسی ضرورت سے گھروں سے باہر نکلیں تو اپنا پورا جسم مع سر وچہرہ

ڈھانک لیں، صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں‘‘۔ (ایضاً)

امام محمد بن سیرینؒ نے حضرت عبیدہ بن سفیان سے پوچھا کہ اس حکم قرآنی پر عمل کا طریقہ کیا ہے؟ انہوں نے خود چادر اوڑھ کر بتایا، اور اپنی پیشانی اور ناک اور ایک آنکھ چھپا کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔ (احکام القرآن ۳/۴۵۷)

امام برسوی حنفی لکھتے ہیں:

’’آیت کے معنی یہ ہیں کہ ضرورت کے وقت گھروں سے نکلنے کی صورت میں عورتیں چادروں سے اپنے جسموں اور چہروں کو ڈھانک لیا کریں، وہ باندیوں کی طرح چہرہ کھول کر اور جسم کے اعضاء عریاں کر کے نہ نکلا کریں؛ تاکہ فاسق وفاجر لوگ ان کے ساتھ تعرض اور ایذاء کا معاملہ نہ کرسکیں، نیک عورت کی پہچان اہل حقیقت کی نگاہوں میں یہ ہے کہ خوفِ خدا اس کا حسن وجمال ہو، قناعت اس کی دولت ہو، عفت وعصمت اور تہمتوں سے اجتناب اس کا جوہر وزیور ہو‘‘۔ (تنویر الاذہان من تفسیر روح البیان: اسماعیل البرسوی ۳/۲۵۴)

قرآنِ کریم میں دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَاِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعاً فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ، ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ. (الاحزاب: ۵۳)

ترجمہ: نبی کی بیویوں (اسی حکم میں تمام مؤمن عورتیں ہیں) سے اگر تم کو کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔

یہ آیت کریمہ اس باب میں انتہائی صریح ہے کہ عورتیں مردوں سے مکمل پردہ کریں، اجنبی مردوں سے اپنا پورا جسم اس اہتمام سے چھپائیں کہ مردوں کی نظر ان پر بالکل نہ پڑ سکے، بتایا گیا ہے کہ یہ پردہ مرد وزن ہر ایک کے دل کو پاک رکھنے کا انتہائی مؤثر ذریعہ ہے، اور اسی طرح فواحش میں ابتلاء سے بچاؤ ہوسکتا ہے، یہ بھی اشارہ کر دیا گیا ہے کہ بے پردگی لعنت اور نجاست اور خبیثانہ عمل ہے، جب کہ پردہ اللہ کی رحمت، شریفانہ عمل اور دل ونگاہ کی

طہارت ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اس آیت سے یہ اصول معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا پورا جسم ستر ہے، اسے چھپانا ضروری ہے، بلاضرورتِ شدیدہ اس کا اظہار جائز نہیں ہے، براہِ راست یہ حکم ازواج مطہرات کے بارے میں ہے؛ لیکن دوسری عورتیں بدرجۂ اولیٰ اس حکم کی مخاطب ہیں''۔ (الجامع لاحکام القرآن ۱۴/۲۲۷)

علامہ شنقیطی نے لکھا ہے:

''اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ یہ آیت ازواجِ مطہرات کے ساتھ خاص ہے، تب بھی اس امر میں کسے شک ہوسکتا ہے کہ ازواجِ مطہرات پوری امت کے لئے سب سے بہتر نمونہ ہیں، آج بے پردگی اور عام مخلوط مجالس اور تعلیم کی دعوت دینے والے بدباطن افراد اگر عورتوں کو ازواجِ مطہرات کی پیروی سے روکتے ہیں تو وہ اپنے دل کے روگ اور اپنے باطن کی غلاظت کا اظہار کرتے ہیں''۔ (اضواء البیان: محمد امین شنقیطی ۶/۵۹۲)

مخلوط مجالس، مخلوط تعلیم، جمہوری اداروں اور دفاتر میں مرد وزن کا آزادانہ اختلاط اور میل جول دلوں کو گندا کرنے والا عمل ہے، جسے قرآن کے حکم حجاب کو نہ ماننا ہو وہ صاف انکار کردے، مگر قرآن کے حکم کی علانیہ مخالفت اور ڈھٹائی کے ساتھ اسے دلوں کی غلاظت کا ذریعہ نہ تسلیم کرنا انتہائی ذلیل حرکت ہے۔

قرآن ہر خاتون کو صراحۃً تاکید کرتا ہے:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى. (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: زمانۂ جاہلیت کی طرح سج دھج مت دکھاتی پھرو۔

عورت کے لئے بے پردگی، اجنبیوں کے سامنے اپنے محاسن ومفاتن کا اظہار اور اپنے چہرے اور زینت کی نمائش اس آیت میں حرام قرار دے دی گئی ہے، اس میں کسے شبہ ہوسکتا ہے کہ عورت کے حسن وجمال کا اصلی مرکز اس کا چہرہ ہے، جسم کے دیگر حصوں کو مستور رکھا جائے اور مرکز حسن چہرے کو کھلا رکھا جائے، یہ کب معقول بات ہوسکتی ہے؟ اسی لئے

شریعت نے پورے پردے کی تاکید فرمائی ہے۔

پردہ احادیث نبویہ کے آئینہ میں

آیاتِ قرآنیہ کی صراحتوں کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کی صریح اور صحیح احادیث سے پردے کے وجوب کا حکم ثابت ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا، وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُحْرِمَاتٍ، فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا أَسْدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا، فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ. (مسند احمد: ۲۱۵/۱۱)

ترجمہ: سوار ہمارے پاس سے گذرتے تھے، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں ہوتی تھیں، جب وہ لوگ ہمارے سامنے آجاتے تو ہم اپنی چادریں اپنے سروں کی طرف سے اپنے چہروں پر ڈال لیتی تھیں، اور جب وہ گذر جاتے تو منہ کھول لیتی تھیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حالت احرام میں گنجائش کے باوجود پردے کا اس قدر اہتمام ضروری ہے تو دیگر حالتوں میں یہ اہتمام کس قدر ضروری ہوگا؟

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت نبہان کا بیان ہے کہ:

''ام سلمہ نے مجھے مکاتب بنایا (آزادی کے لئے رقم متعین کردی) پھر مجھ سے دریافت کیا کہ متعینہ رقم میں کتنا باقی رہ گیا؟ میں نے بتایا تو حکم دیا کہ میں وہ رقم ان کے بھائی یا بھتیجے کو ادا کردوں، پھر مجھ سے پردہ شروع کردیا، مجھے اس پر رونا آگیا، میں نے کہا کہ میں رقم ادا نہ کروں گا اور آپ کا غلام رہوں گا، آپ پردہ نہ کریں، مگر انہوں نے مجھے قسم دی، اور کہا کہ: بیٹے! تم رقم ادا کرو، آزاد ہوجاؤ، اور اب تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: **اِذَا كَانَ لِاِحْدَاكُنَّ مُكَاتَبٌ، فَكَانَ عِنْدَهٗ مَا يُؤَدِّيْ، فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ.** اگر تم میں سے کسی خاتون کے پاس مکاتب غلام ہو، اور اس کے پاس اتنی رقم ادا کرنے کا انتظام ہو جس سے وہ آزاد ہوسکے، تو عورتیں اس سے پردہ کریں''۔ (مسند احمد ۲۸۹/۶)

اس حدیث سے پردے کے تعلق سے اسلام کے نظام کی اہمیت اور نزاکت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد نکاح فرمایا، کچھ مسلمانوں کو شبہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا ہے یا باندی بنایا ہے، پھر انہوں نے باہم طے کیا کہ دیکھا جائے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا عام مسلمانوں سے پردہ کراتے ہیں؟ اگر پردہ کراتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا ہے، اور اگر پردہ نہیں کراتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باندی بنایا ہے، چناں چہ دیکھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا پردہ کراتے ہیں، پھر سب کو یقین ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زوجیت میں لے لیا ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب فضیلۃ اعتاقہ امتہ)

اس حدیث سے پردے کی اہمیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے اس کے اہتمام کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

واقعۂ افک کے ذیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ صبح کے وقت اس مقام پر پہنچے جہاں میں قافلہ سے بچھڑ گئی تھی، اور قافلہ کی واپسی کی منتظر تھی، پردے کا حکم آنے سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے، انہوں نے دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا، اور زور سے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا، جسے سن کر میں نیند سے بیدار ہو گئی، فوراً میں نے اپنے چہرے کو چادر سے ڈھانک لیا۔ (بخاری شریف: کتاب المغازی: باب حدیث الافک)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پردے کا تعلق چہرہ سمیت پورے جسم کو ڈھانکنے اور مستور رکھنے سے ہے، پردے کے سلسلہ میں صحابہ وصحابیات کے احتیاط کا عالم یہ تھا کہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا "افلح" ملاقات کے لئے آئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پردے کا اہتمام کیا اور ان سے ملنے سے انکار کر دیا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ بتایا کہ وہ تمہارے رضاعی چچا

ہیں، تم ان سے ملاقات کرسکتی ہو۔ (مسلم: کتاب الرضاع: باب تحریم الرضاعۃ فی ماء الفحل)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ. (فيض القدير ٢٦٦/٦)

ترجمہ: عورت پردے میں رہنے کی چیز ہے، عورت جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ پردے کا تعلق عورت کے پورے جسم، اور جسم کے ہر ہر عضو اور حصے سے ہے، اس کے علاوہ متعدد احادیث میں شوہر کے قریبی رشتہ داروں مثلاً دیور وغیرہ کو موت قرار دیا گیا ہے، یہ رشتہ دار اسی گھر میں عموماً رہتے ہیں، اور عورت گھروں میں عموماً اپنا چہرہ کھلا رکھتی ہے، اس کے باوجود پردے کا حکم دیا گیا ہے، اور شوہر کے قریبی رشتہ داروں کے لئے مثلاً دیور کے لئے اپنی بھابھی سے پردے کا حکم دیا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ اس پردے میں چہرہ بھی شامل ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ عورتیں فجر کی نماز میں مسجد نبوی میں شریک ہوتی تھیں، وہ چادروں میں لپٹی ہوتی تھیں، نماز کے بعد مسجد سے نکل کر گھروں کو لوٹتی تھیں، اور کوئی انہیں پہچان نہ پاتا تھا۔ (بخاری: کتاب الصلاۃ: باب وقت الفجر)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں چہرہ سمیت پورے جسم کو چادروں میں مستور رکھتی تھیں، اسی لئے ان کو پہچانا نہیں جاتا تھا، اگر ان کے چہرے مستور نہ رہتے تو وہ ضرور پہچان لی جاتیں۔

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک بار خدمت نبوی میں آئے، حضرت ام سلمہؓ و میمونہؓ وہاں موجود تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو، وہ بولیں کہ یہ تو نابینا ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو۔ (مسند احمد ۲۹۶/۶)

جب نابینا انسان سے پردے کا حکم عورتوں کو دیا جا رہا ہے، تو بینا مردوں سے پردے کا حکم کس قدر اہم اور لازمی ہوگا، اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

''ہمیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حکم تھا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقعوں پر کنواری اور شادی شدہ، پاک و ناپاک سبھی عورتوں کو عید گاہ لے چلیں (تاکہ مسلمانوں کی شوکت کا اظہار اور دشمنوں کی حوصلہ شکنی ہو) پاک عورتیں نماز میں شریک رہتی تھی، جب کہ ناپاک عورتیں نماز نہیں پڑھتی تھیں، ہاں دعا میں شریک رہتی تھیں، اس پر میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ اگر کسی خاتون کے پاس پردے کی چادر نہ ہو تو کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی بہن یا سہیلی اسے اپنی چادر اوڑھالے''۔ (بخاری: کتاب الحیض: باب شہود الحائض العیدین)

اس حدیث سے گھر سے نکلنے کی حالت میں پورے پردے کے التزام واہتمام کا صریح ثبوت ملتا ہے، بقول حافظ ابن حجر عسقلانی: ''بغیر چادر و پردے کے عورت کا باہر نکلنا ناجائز ہے''۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ (فتح الباری ۱/۴۲۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو انسان از راہِ تکبر اپنا کپڑا گھسیٹے (تہبند یا پائجامہ ٹخنے سے نیچے لٹکائے) قیامت کے روز اللہ اس کی طرف نگاہِ رحمت نہ فرمائے گا، سوال کیا گیا کہ عورتوں کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ وہ اپنا کپڑا لٹکائیں گی؛ تاکہ ان کے پاؤں چھپ جائیں۔ (مسند احمد ۱/۷، ۲۹۵)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عورت اپنے پاؤں بھی مستور رکھے گی، جب پیر کا یہ حال ہے تو چہرے کا چھپانا کس قدر ضروری ہوگا؟ سمجھا جا سکتا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا، اور ایک خاتون کا تذکرہ کیا جسے میں پیغام نکاح دینے والا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ پہلے اسے دیکھ لو، یہ زیادہ مناسب ہے؛ تاکہ محبت

وتوافق رہے، چناں چہ میں اس خاتون کے گھر گیا، پیغام نکاح دیا اور اس کے والدین کو آپ ﷺ کی تاکید بتائی، والدین نے گویا اس کو (میرے اسے دیکھنے کی خواہش کو) ناپسند سمجھا، وہ خاتون اندر سے سن رہی تھی، وہ آڑ سے بولی: اگر حضور ﷺ کا حکم ہے تو تم دیکھ سکتے ہو ورنہ میں تمہیں قسم دیتی ہوں............ گویا وہ بھی اس کام کو بہت بھاری سمجھ رہی تھی، مگر حکم نبوی کی تعمیل میں تیار ہوگئی، میں نے اسے دیکھا، پھر اس سے نکاح کرلیا''۔

(ابن ماجہ: کتاب النکاح: باب النظر الی المرأۃ)

غور کیا جائے اس حدیث سے صحابہ کے اس معاشرے کی جھلک نظر آتی ہے جو سرتاپا عفت اور صلاح وخیر کا معاشرہ تھا، مرد عورت کو دیکھنے سے ہچکچا رہا ہے، حکم نبوی پر جاتا ہے، لڑکی کے والدین ناگواری ظاہر کررہے ہیں، لڑکی قسم دے رہی ہے، پھر حکم نبوی کی تعمیل میں مرد عورت کو دیکھ پاتا ہے، اگر بے پردگی کا معاشرہ ہوتا تو لڑکے کو لڑکی کے والدین سے نہ اجازت کی ضرورت ہوتی، اور نہ لڑکی قسم دیتی، مگر وہ معاشرہ حیا اور پردے کا مجسم معاشرہ تھا، پردہ ان کے ہاں آج مروجہ مزین اور ہیجان انگیز نقابوں اور چادروں کا نام نہیں تھا؛ بلکہ وہ عورت کو ازسرتاپا مستور رکھتے تھے، اور ان کی عفت، حیا اور پردہ سب ضرب المثل تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مردے کی تدفین میں قبرستان گئے، واپسی پر اس مردے کے گھر سے گذر ہوا، گھر کے دروازے پر آپ ﷺ نے ایک خاتون کو پردے میں دیکھا، پہچان نہ سکے، پھر معلوم ہوا کہ فاطمہؓ ہیں، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: فاطمہ! تم یہاں کیسے؟ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: میں اہل خانہ کی تعزیت میں آئی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم بھی قبرستان گئی تھی؟ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: نہیں! عورتوں کے قبرستان جانے سے آپ نے منع فرمایا ہے، پھر میں کیسے جاسکتی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم قبرستان جاتی تو اس جرم میں جنت سے محروم کردی جاتی، تم جنت نہ دیکھ پاتی، جب تک کہ تمہارے باپ کا دادا جنت نہ دیکھ لیتا۔ (اشارہ حضرت عبدالمطلب کی طرف ہے، کہ جس طرح وہ جنت کا

دیدار نہ کرسکیں گے، تم بھی نہ کرسکتی)''۔ (مسند احمد ۲/۱۶۸، ابوداؤد: کتاب الجنائز: باب التعزیۃ)

اس حدیث سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پردے اور پورے جسم کو چھپانے کا انداز سامنے آتا ہے، ان کے مکمل پردے کی وجہ سے خود ان کے والد گرامی جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک اپنی صاحب زادی کو نہ پہچان سکے۔

حضرت صفیہ بنت شیبہ کہتی ہیں کہ:

''ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے، قریش کی خواتین اور ان کے فضل وکمال کا تذکرہ ہونے لگا، حضرت عائشہ نے فرمایا: بلاشبہ قریش کی خواتین کو فضیلت حاصل ہے، مگر بخدا میں نے انصار کی خواتین سے زیادہ افضل وبرتر، اور آیاتِ قرآنی کی تصدیق اور احکام الٰہی کی تعمیل میں ان سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔ سورۃ النور میں جب یہ آیت اتری: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ (عورتیں اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں) یہ آیت خواتین نے اپنے مردوں کی زبانی جیسے ہی سنی، ہر عورت نے اس حکم کی تعمیل میں اس طرح سبقت کی کہ چند لمحوں میں ہر خاتون نے آنچل ڈال لیا اور مسجد میں سیاہ چادروں میں سر سے پیر تک مستور ہوکر حاضر ہونے لگیں۔ (الدر المنثور ۶/۱۸۱)

حجاب اور پردے کا حکم آنے کے بعد صحابیات کی صورتِ حال یہی تھی کہ ایک لمحہ تاخیر کیے بغیر اس حکم پر عمل شروع کر دیا، اور بنا کسی قیل وقال فوراً اپنے کو مطلوب شرعی پردے کا پابند بنالیا۔

پردے کی شرطیں

حجاب شرعی کی شرطوں میں مکمل ساتر ہونے، کشادہ ہونے، تنگ نہ ہونے اور باریک نہ ہونے کے ساتھ یہ بھی ہے کہ وہ ہیجان انگیز نہ ہو، اور اس کا مقصود پردہ ہو، اظہارِ زینت نہ ہو، عورت نقاب وچادر میں مستور ہوکر جب نکلے تو خوشبو لگائے ہوئے نہ ہو، اسی طرح نقاب غیر مسلم عورتوں کی پوشاک سے مشابہت نہ رکھتا ہو، موجودہ رائج نقاب بالعموم حجابِ شرعی کی

ضرورت پوری نہیں کرتا ہے، وہ درحقیقت ایرانی کلچر کی دین ہے، نقاب حجاب کی ضرورت اسی وقت پوری کرے گا جب وہ مذکورہ بالا شروط پر کھرا اترے۔

آزادی کا فریب

ایک طویل عرصے سے آزادیٔ نسواں کے نام سے اس دنیا میں انتہائی پرفریب تحریک چلائی جارہی ہے، اور اس کی سرپرستی یہود ونصاریٰ اور مشرکین تینوں جماعتیں اپنے اپنے انداز سے کرتی آرہی ہیں، اخلاق واقدار عالیہ کو کچلنے اور خواتین کے سروں سے روشن خیالی، آزادی اور مساوات کے خوش نما الفاظ واصطلاحات کی آڑ میں ردائے عصمت وعفت اتار دینے کا کام یہ تحریک روز اول سے کرتی چلی آرہی ہے۔

عریانیت، فحاشی اور بے پردگی کا جو سیلاب آزادیٔ نسواں کی منحوس تحریک، مغربی کلچر، ٹی وی اور میڈیا کے ذریعہ مسلم سماج میں در آیا ہے، اس نے بدکاری، بے راہ روی، بے حیائی، مردوزن کا آزادانہ مبنی برآوارگی میل جول، اور لامتناہی بگاڑ کے عمیق ومہیب غار میں امت کو پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔

اسلامی عفت وعصمت کے تمام ضابطوں کو اور حجاب وپردے کے حکیمانہ نظام کو جیل خانہ، قید اور عورتوں کے استحصال سے تعبیر کرنے کا جو مزاج عام ہوتا جارہا ہے، اس نے انسانی سماج کو معاشرتی تباہی اور اخلاقی افلاس کی آخری حد تک پہنچادیا ہے۔ اور بقول ایک مفکر:

> ’’مردوزن کے بے محابا اختلاط سے پورے معاشرے میں بداخلاقی، جنسی جرائم، بے راہ روی اور آوارگی کی جو تباہ کن وبائیں پھوٹی ہیں، وہ کسی بھی باخبر انسان سے پوشیدہ نہیں، عائلی نظام کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ہے، حسب ونسب کا کوئی تصور باقی نہیں رہا، عفت وعصمت داستانِ پارینہ بن چکی ہے، طلاقوں کی کثرت نے گھر کے گھر اجاڑ دئے ہیں، جنسی جنون تصور کی خیالی سرحدیں بھی پار کرچکا ہے، اور فحاشی کے عفریت نے انسانیت کی ایک ایک قدر کو بھنبھوڑ کر رکھ دیا ہے‘‘۔ (اصلاح معاشرہ: مولانا محمد تقی عثمانی ۱۰۷)

راہِ نجات

ان خطرناک اور اخلاق سوز حالات میں مسلم سماج کے لئے سفینۂ نجات صرف اور صرف اسلام کا نظام عفت وعصمت اور نظام پردہ وحجاب ہی ہے، مسلم خواتین کے لئے حجاب وپردہ کا نظام ہی ضامن عفت وعصمت ہے، اور تمام معاشرتی واخلاقی مسائل اور بگاڑ کا حل وعلاج اسی نظام سے وابستہ ہے، اوراس نظام کی عملی تطبیق ہماری مذہبی ذمہ داری ہونے کے ساتھ ہی سماجی، اخلاقی، عقلی، فطری اور ملی ضرورت بھی ہے۔

تبرج اور بے حجابی کی لعنت

تبرج

قرآنِ کریم اور احادیث نبویہ میں ''تبرج'' کی اصطلاح ذکر ہوئی ہے اور اسلامی معاشرے کے لئے اسے بے حد زہرناک اور خطرناک امر قرار دیا گیا ہے، خواتین اسلام کو قرآن نے بہت تاکید اور سختی سے تبرج کی روش اپنانے سے روکا اور منع کیا ہے۔

تبرج کی حقیقت یہ ہے کہ عورت اجنبی نامحرم مردوں کے سامنے اپنے مفاتن ومحاسن اور زینت کا اظہار ونمائش کرے، ناز وانداز سے چلے اور دوسروں کو رجھنے کا موقع دے، اپنے لباس اور انداز سے دوسروں کو دعوتِ نظارہ دے اور حجابِ شرعی کا بالکل اہتمام نہ کرے۔

شرائط حجاب

شریعت اسلام نے پردے کا تاکیدی حکم دیا ہے، اور یہ تلقین کی ہے کہ: (۱) عورت اپنا پورا جسم پردے میں رکھے (۲) نقاب سے اظہار زینت نہیں؛ بلکہ حجاب مقصود ہو (۳) نقاب باریک نہ ہو، جس سے جسم نظر آئے؛ بلکہ دبیز ہو (۴) تنگ نہ ہو؛ بلکہ کشادہ ہو (۵) خوشبو نہ لگا رکھی ہو (۶) مردوں جیسا لباس نہ ہو (۷) غیر مسلم عورتوں کی پوشاک سے مشابہت نہ ہو (۸) اس سے ریا ونمائش مقصود نہ ہو۔

جو عورت ان تمام شرائط یا ان میں سے کسی شرط کی رعایت نہ کرے؛ بلکہ مخالفت کرے وہ بلاشبہ اس ''تبرج'' کی مرتکب ہے، جس سے سختی سے روکا گیا ہے، یہ صورتِ حال بہت قابل افسوس ہے کہ آج مسلم عورتوں میں بے حجابی اور تبرج کی لعنت فیشن کے طور پر اس

طرح جڑ پکڑ چکی ہے کہ زمانۂ جاہلیت کی بے حجابی اس کے آگے گرد ہوگئی ہے۔

موجودہ تبرج

زمانۂ جاہلیت میں تبرج کی جو شکلیں رائج تھیں، ان میں مفسرین نے عورتوں کا بے پردہ اور ناز و ادا سے چلنا اور دوپٹہ قاعدے سے نہ رکھنا ذکر کیا ہے، مگر موجودہ دور میں بے حجابی اور بے حیائی کی جو نت نئی شکلیں اور طریقے منظر عام پر آرہے ہیں اور جن کا اوسط مرور ایام سے بڑھتا ہی جارہا ہے، ان کا شاید اس دور میں تصور بھی نہ تھا، اخلاق باختگی اور حیاسوزی کے جو لباسی و تصویری مناظر اس وقت ہیں، ان کی زمانۂ قدیم میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''ہم جس زمانہ میں زندگی بسر کررہے ہیں، بلاشبہ وہ انتہائی غلیظ، اندھی، حیوانی، شہوانی اور گھٹیا جاہلیت میں غوطہ زن ہے، جس میں تمام انسانی قدریں اور شریفانہ اوصاف پادر ہوا بن چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو معاشرہ ایسی زندگی گذارتا ہے وہ ہر نوع کی برکتوں اور رحمتوں سے تہی دامن رہتا ہے، معاشرے کی پاکیزگی کی ضمانت انہیں امور کو اختیار کرنے میں ہے جن کی تعلیم کتاب وسنت میں ملتی ہے''۔ (فی ظلال القرآن ۵/۲۸۶۱)

مسلم معاشرے کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بلامبالغہ ۸۰/ فیصد خواتین بے حجابی اور تبرج کی لعنت میں مبتلا ہیں، اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اسے گناہ اور بے حیائی سمجھا ہی نہیں جاتا، پھر جو عورتیں نقاب میں رہتی ہیں، ان میں ۹۰/ فیصد عورتوں کا نقاب حجاب کا مقصد کم اور نمائش کا مقصد زیادہ پورا کرتا ہے۔

تبرج کی ممانعت قرآن میں

ازواج مطہرات کو بلاواسطہ اور تمام خواتین کو بالواسطہ حکم دیا جارہا ہے:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى. (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: زمانۂ جاہلیت کی طرح تبرج و بے حجابی مت کرو۔

جب ازواج مطہرات کو (جو کہ عفت ودیانت اور حجاب وستر کی پابندی میں شاہ کار تھیں) یہ حکم ہے تو دیگر خواتین کی طرف یہ خطاب اور حکم کہیں زیادہ اہتمام والتزام کے ساتھ متوجہ ہوگا اوران کے لئے اس حکم کی پابندی کہیں زیادہ لازمی قرار پائے گی۔ قرآن میں یہ بھی صراحت کردی گئی ہے کہ تبرج سے ممانعت کا حکم بے مقصد نہیں ہے؛ بلکہ اس کا مقصد ﴿لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ﴾ تمام گندگیوں اور غلاظتوں سے سماج کو پاک صاف کرنا ہے۔

قرآن میں سورۃ النور میں پردے کے بیان کے ضمن میں واضح فرمایا گیا ہے کہ بوڑھی عورتیں جو اس عمر کو پہنچ چکی ہوں کہ نہ وہ محل رغبت ہوں، اور نہ ان کی بے پردگی سے فتنے کا احتمال ہو، اسی طرح ان کو دیکھ کر مردوں میں صنفی جذبہ پیدا نہ ہوتا ہو، اوران کی اپنی خواہشات بھی مٹ چکی ہوں، ان کو نامحرم کے روبرو اس ہیئت سے آنے کی اجازت ہے کہ ان کے جسم پر چادر وغیرہ لپٹی ہوئی نہ ہو، یہ شریعت کی طرف سے بوڑھی عورتوں کے لئے سہولت ہے کہ ان کے حق میں اجنبی مرد محارم کی طرح ہوجاتے ہیں، اور جن اعضاء کا چھپانا محارم سے ضروری نہیں ان کا چھپانا ایسی بوڑھیوں کے لئے غیرمحرموں سے بھی ضروری نہیں ہے، مگر اس کے ساتھ قرآن نے ﴿غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ﴾ (بشرطیکہ یہ بوڑھی عورتیں زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں) کی قید لگادی ہے، اور واضح کردیا ہے کہ تبرج (مردوں کے سامنے اپنے حسن وآرائش کا اظہار) بوڑھی عورتوں کے لئے بھی حرام ہے۔ مذکورہ سہولت واجازت صرف انہیں بوڑھی عورتوں کے لئے ہے، جن میں بننے ٹھننے کا شوق باقی نہ رہا ہو، اور اگر یہ شوق باقی ہے تو شریعت یہ اجازت نہیں دیتی، جب بوڑھی عورتوں کو تبرج سے اس سختی سے روکا جارہا ہے تو جوان عورتوں کو تبرج سے بچنا اور جسم کے اخفاء کے باب میں کس قدر اہتمام کرنا ضروری ہے؟ اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

تبرج کی ممانعت حدیث میں

(۱) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ تین افراد اللہ کی رحمت سے محروم ہوتے ہیں، اور قیامت میں ان کا کیا حالِ بد ہوگا یہ مت پوچھو، ان میں

سے ایک وہ عورت ہے جس کا شوہر اس کے پاس نہ ہو، اس کی ضروریات کے لئے کافی رقم اس کے پاس چھوڑ گیا ہو، پھر اس کے پیچھے وہ عورت تبرج (آرائش و جمال کا اظہار) کرے۔ (مسند احمد ۶/۱۹)

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئیں، آپ ﷺ نے ان سے شرک نہ کرنے، چوری اور زنا نہ کرنے، اولاد کو قتل نہ کرنے اور بہتان تراشی سے بچنے پر بیعت لینے کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى﴾ جاہلیت کی طرح آرائش کا اظہار مت کرو۔ (مسند احمد ۲/۱۹۶)

تبرج کے مفاسد

تبرج کے مفاسد و مضرات بے شمار ہیں:

(۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ کبیرہ گناہ اور اللہ کی کھلی نافرمانی اور بغاوت ہے۔ ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''وہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوسکیں گی اور نہ اس کی خوشبو پاسکیں گی؛ بلکہ جہنم کا ایندھن بنی رہیں گی جو عریانیت اور بے حجابی اختیار کریں، مردوں کو مائل کریں اور خود مردوں کی طرف مائل ہوں''۔ (مسلم شریف)

(۲) یہ قرآنی حکم کی علانیہ مخالفت ہے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولىٰ﴾ (زمانۂ جاہلیت کی طرح تبرج و بے حجابی مت کرو)۔ (الاحزاب: ۳۳)

(۳) اس عمل پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے، اور رحمت سے محرومی ہوتی ہے۔ حدیث میں ایسی عورتوں کے بارے میں حکم ہے: اِلْعَنُوْهُنَّ فَاِنَّهُنَّ مَلْعُوْنَاتٌ۔ ان پر لعنت بھیجو، ایسی عورتیں ملعون ہیں۔ (ابن حبان)

(۴) تبرج شیطان کی پیروی ہے، اس کی دعوت اور خوشی اسی بے حیائی اور عریانیت میں ہے۔

(۵) تبرج سے معاشرتی زندگی کا نظام تہہ وبالا ہوتا ہے، اس سے شہوانی جذبات کی برانگیختگی اور زنا ولذت پستی کے رجحان کو فروغ ملتا ہے، بے حجاب عورتیں نوجوانوں کی مرکز توجہ ہوتی ہیں، اور ان کو مقصدیت سے ہٹا کر شہوانیت کی راہ پر لانے کا سب سے بڑا محرک ثابت ہوتی ہیں۔

(٦) یہ یہود ونصاریٰ کا طریقہ ہے، جو امتِ مسلمہ میں پروان پا چکا ہے، اور اس سے اس نبوی پیشین گوئی کی تصدیق ہوتی ہے جس میں وارد ہوا ہے کہ: ''اے مسلمانو! تم ضرور سابق اقوام کی مکمل پیروی کروگے اور یہ چیز تم کو گمراہ کردے گی''۔ (متفق علیہ)

(۷) ازدواجی رشتے اور خاندانی نظام کی تباہی اور بگاڑ کا سب سے بڑا ذریعہ یہی تبرج ہے، عریاں وبے حجاب عورت کے مفاتن مرد کو اپنا اسیر بنا لیتے ہیں، پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ اسے اپنی بیوی کی فکر ہوتی ہے اور نہ خاندان کی، اور خاندانی شیرازہ بکھراؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۸) اس عمل سے قیامت کے دن حسرت وندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ: ''جو عورت اپنے شوہر کی وفات کے بعد آزاد وبے لگام ہو جائے اور تبرج وبے حجابی پر اتر آئے، تو اس کا قیامت کے روز کیا برا حال ہوگا یہ مت پوچھو''۔ (مسند احمد)

اس کے علاوہ تبرج خود عورت کی نسوانیت کی توہین ہے، جس سے اس کا وقار مجروح ہوتا ہے، اسی طرح یہ عمل اپنے شوہر اور خاندان کے ساتھ خیانت کے مرادف ہے، اور اس سے زنا اور بدکاری کی راہیں کھلتی ہیں، اور تباہی وفساد کا دروازہ چوپٹ کھل جاتا ہے۔ اسی لئے شریعت اسلام نے - جو بجا طور پر دین فطرت ہے- تبرج اور بے حجابی پر مکمل روک لگا دی ہے، اور ان تمام اسباب ووسائل پر بندش لگا دی ہے جو بے حجابی اور بے حیائی کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

○●○

بابِ پنجم

اسلام کا نظامِ نکاح اور عفت وعصمت

اسلامی نظام نکاح

مقاصد، فوائد، مصالح اور ترغیبات

اسلامی نظام نکاح کے مقاصد

اسلام دین فطرت ہے، اور اس کا سب سے بڑا امتیاز وہ روحِ اعتدال ہے جو اس کی ہر تعلیم اور ہر حکم میں جلوہ گر نظر آتی ہے، انسان میں موجود فطری اور خلقی جنسی احساسات وجذبات کی تسکین اور تکمیل کے لئے اسلام نے انتہائی مرتب، جامع اور حکیمانہ ازدواجی نظام متعین کیا ہے، اسلام نہ تو جنسی لذت کو اصل مقصود حیات قرار دیتا ہے اور نہ اس جذبے کو شر محض قرار دے کر اس کی بیخ کنی چاہتا ہے، افراط وتفریط کی ان دونوں انتہاؤں سے اسلام کا دامن پاک ہے، اور اس کا معتدل نظام ازدواج اس پر شاہد عدل ہے، اسلام کے اس نظام کی ایک جھلک اس آیت مبارکہ میں دیکھی جاسکتی ہے:

وَمِنْ اٰیَاتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجاً لِتَسْکُنُوْآ اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً. (الروم: ۲۱)

ترجمہ: اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں؛ تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔

اس آیت میں واضح فرمادیا گیا ہے کہ ازدواجی زندگی کا اصل مقصود اور اس نظام کی

سب سے بڑی برکت سکونِ دل اور راحت قلب کی دولت گراں مایہ ہے، نکاح کو ذریعۂ محبت ورحمت بنایا گیا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ مرد وزن کا ازدواجی ربط صرف مذہبی اور قانونی ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ قلبی وطبعی بھی ہوتا ہے۔

مفسرین کے بقول محبت کا تعلق زمانۂ شباب سے اور رحمت کا تعلق بڑھاپے سے ہوتا ہے۔ شباب کے عالم میں مرد وزن محبت کی راہ پر چلتے ہیں، اور بڑھاپے میں یہ محبت، طبعی رحمت وترحم میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول آیت مذکورہ میں محبت ومودت سے جائز طریقے سے جنسی خواہش کی تسکین کی طرف، اور رحمت سے اولاد کی طرف اشارہ ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر قرطبی ۱۴/۱۷) یہی تفسیر حضرت حسن بصریؒ سے بھی منقول ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر ابی السعود ۴/۳۵۷)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حیات انسانی میں سکون سب سے بیش قیمت دولت ہے، اور اس دولت کا حصول نکاح کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ ارشاد قرآنی ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا. (الاعراف: ۱۸۹)

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا؛ تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔

غور کیا جائے تو نکاح کی معنویت کے اظہار کے لئے ''سکون'' سے زیادہ جامع کوئی لفظ ہو ہی نہیں سکتا، جس کے ذیل میں قلبی، طبعی، ذہنی، جسمانی، دماغی، جنسی وصنفی ہر قسم کا سکون آجاتا ہے، اور اسی کو سورۃ الفرقان میں ﴿قرۃ اعین﴾ (آنکھوں کی ٹھنڈک) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اہل ایمان کے اوصاف میں ان کی یہ دعا بھی مذکور ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ. (الفرقان: ۷۴)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے

آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

اسی کو حدیث پاک میں: ''لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلُ النِّكَاحِ'' (دو محبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے بہتر اور کوئی چیز دیکھی نہیں گئی) کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: ابن ماجہ: ابواب النکاح، باب فضل النکاح)

اسلام کا نظام نکاح انسان کے شہوانی جذبات کو بے لگام اور بے مہار ہونے سے بچاتا ہے، اور بے شمار برائیوں اور مفاسد سے روکتا ہے، اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ: (۱) مرد وعورت کے اخلاق و پاکیزگی کا تحفظ ہو (۲) نسل انسانی کی بقا اور افزائش ہو (۳) سکون و محبت پیدا ہو (۴) دینی اور معاشرتی مصالح کی رعایت کی جائے۔ اسی لئے اسلام اپنے ہر پیروکار کو نکاح کی تاکید و ترغیب دلاتا ہے، اور بے نکاحی زندگی سے شدت سے روکتا ہے۔ ذیل میں ہم اسلام کی ان تاکیدی و ترغیبی تعلیمات کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں:

نکاح کی تلقین و تاکید

قرآنِ کریم میں اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ. (النساء: ۳)

ترجمہ: جو عورتیں تمہیں پسند آئیں تم ان سے نکاح کرو۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے ''باب الترغیب فی النکاح'' (نکاح کی ترغیب کا بیان) کے عنوان سے ایک مستقل باب ذکر فرمایا ہے، اور اس کے ذیل میں مذکورہ آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔ بقول حافظ ابن حجر: فَانْكِحُوْا (نکاح کرو) امر (حکم) کا صیغہ ہے، جس کا کم سے کم درجہ استحباب کا ہے، اس سے نکاح کی ترغیب ثابت ہوتی ہے۔ (فتح الباری ۹/۱۰۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ

اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَاِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. (صحيح بخاری: كتاب النكاح، باب من لم يستطع الباءة فليصم)

ترجمہ: اے جوانو! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ ضرور نکاح کرلے؛ کیوں کہ اسی سے نگاہ میں احتیاط آتی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے، اور جو حقوقِ زوجیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو وہ روزے رکھے؛ کیوں کہ روزہ شہوت توڑنے کا ذریعہ ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں محدثین وفقہاء نے نکاح کے شرعی حکم کی تفصیل ذکر کی ہے، اس سلسلہ میں ایک بحث اس سے متعلق ہے کہ نکاح عبادات کے باب سے ہے یا مباحات کے باب سے؟ حضراتِ احناف وحنابلہ نکاح کو عبادات میں شمار کرتے ہیں۔ حضراتِ شافعیہ نکاح کو مباحات میں شمار کرتے ہیں۔ حضراتِ مالکیہ ایک قول کے مطابق یہ فرماتے ہیں کہ نکاح ''اقوات'' میں سے ہے، قوت اس چیز کو کہتے ہیں جس کے بغیر زندگی گذارنا مشکل ہوجاتا ہے، اور نکاح ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر زندگی گذارنا مشکل ہوجاتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نکاح تفکہات کی قبیل سے ہے، اور فواکہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ استعمال ہوں تو بہت بہتر، نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح نکاح ہو تو بہت بہتر، نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(ملاحظہ ہو: کشف الباری شرح بخاری: کتاب النکاح ۱۳۰، بحوالہ فتح القدیر واوجز المسالک)

اسی طرح حضراتِ احناف وحنابلہ کے نزدیک نوافل میں اشتغال کی بہ نسبت نکاح افضل ہے، جب کہ حضراتِ شافعیہ کے نزدیک نوافل کا اشتغال نکاح سے زیادہ افضل ہے۔ (ایضاً)

امت کے تقریباً تمام علماء وفقہاء غلبۂ شہوت اور مبتلائے زنا ہونے کے اندیشہ کی صورت میں نکاح کو لازم قرار دیتے ہیں، ہاں اگر یہ غلبہ وخدشہ نہ ہو، اور عام نارمل حالات ہوں تو فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔

امام ابن حزم ظاہری، ابوداؤد ظاہری وغیرہ عام حالات میں بھی نکاح کو فرض ولازم

قرار دیتے ہیں، اور استدلال یہ کرتے ہیں کہ زنا سے بچنا فرض ہے، اور یہ بچاؤ نکاح کے بغیر نہیں ہوسکتا، اس لئے نکاح بھی فرض ہوگا۔ (ملاحظہ ہو: المبسوط للسرخسی ۱۹۳/۴) دیگر فقہاء عام حالات میں نکاح کو سنت یا مستحب یا مباح قرار دیتے ہیں۔

مسلک حنفی میں اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) شوہر جسمانی و مالی ہر دو لحاظ سے حقوق زوجیت کی ادائیگی پر قادر ہو، مہر اور نفقہ دے سکتا ہو، اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں اسے مبتلائے زنا ہوجانے کا یقین بھی ہو، تو اس پر نکاح فرض ہے۔

(۲) حقوق کی ادائیگی پر قادر ہو، اور بے نکاح رہنے میں ابتلائے زنا کا یقین نہ ہو؛ بلکہ اندیشہ وخدشہ ہو اور اس کی شہوت مشتعل بھی ہو تو اس پر نکاح واجب ہے۔

(۳) حقوقِ زوجیت ادا کرسکتا ہو، اور اس کی صورتِ حال معتدل اور نارمل ہو، نہ تو شہوانی جذبات غالب ہوں اور نہ وہ سرد مہری کا شکار ہو، تو اس کے لئے نکاح سنت مؤکدہ ہے، تحفظ عفت اور طلب اولاد صالح کی نیت سے نکاح پر اسے اجر ملے گا، اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں ترکِ سنت کی وجہ سے وہ گنہ گار ہوگا۔

(۴) اگر مرد کو یہ خدشہ ہو کہ نکاح کی صورت میں وہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا تو نکاح مکروہِ تحریمی ہے۔

(۵) اور اگر مرد کو کسی وجہ سے نکاح کی صورت میں عورت پر ظلم اور اس کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ اور اس کی حق تلفی کا یقین ہو، تو اس کے لئے نکاح حرام وناجائز ہے۔

(۶) اگر مرد کو نکاح نہ کرنے کی صورت میں مبتلائے زنا ہونے کا، اور نکاح کرنے کی صورت میں عورت پر ظلم وحق تلفی کا یقین ہو، تو راجح قول کے مطابق اس کے لئے نکاح حرام ہوگا۔

(ملاحظہ ہو: الفقہ الاسلامی وادلتہ: ڈ/ وہبۃ الزحیلی ۳۲/۷، درمختار مع الشامی ۳/۶-۷)

نکاح سنت انبیاء ورسل ہے

اسلام نے نکاح کی ترغیب وتاکید اس انداز سے بھی فرمائی ہے کہ اسے انبیاء کی عام سنت بتایا ہے۔قرآنِ کریم میں ارشادفرمایا گیا ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِنْ قَبْلِکَ، وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجاً وَّذُرِّيَّةً. (الرعد: ۳۸)

ترجمہ: آپ سے پہلے ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں، اوران کو ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا۔

بقول امام قرطبیؒ:

''یہ آیت کریمہ نکاح کی ترغیب وتاکید کررہی ہے، اور بے نکاحی زندگی سے روک رہی ہے، اور نکاح کو پچھلے رسولوں کی سنت قرار دے رہی ہے''۔(تفسیر قرطبی ۳۲۷/۹)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم ﷺ سے نقل کرتی ہیں:

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِیْ فَلَيْسَ مِنِّیْ، وَتَزَوَّجُوْا فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ،وَمَنْ کَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْکِحْ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ، فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهٗ وِجَاءٌ. (صحیح ابن ماجة للالبانی: ۳۱۰/۱)

ترجمہ: نکاح میری سنت ہے، جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے (میرے طریقے پر) نہیں ہے،تم شادیاں کرو، میں دیگر امتوں پر تمہاری کثرت کی وجہ سے فخر کروں گا، جو بھی وسعت رکھتا ہو ضرور نکاح کرے، وسعت نہ رکھتا ہو تو روزوں کا اہتمام کرے، روزہ اس کے زورِ شہوت کو توڑ دے گا۔

اس حدیث پاک میں ''سنت'' سے مراد طریقہ ہے، اور حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو نکاح نہیں کرتا وہ پیغمبرانہ طریقے کو چھوڑ کر اور اتباع واطاعت کے بجائے رہبانیت اور ترکِ دنیا کا غیر شرعی طریقہ اپناتا ہے۔(نیل الاوطار: شوکانی ۱۱۷/۶)

حضرت عکاف بن وداعہ رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے پوچھا:

عکاف! کیا تمہارے پاس بیوی ہے؟ جواب دیا: نہیں! آپ نے پوچھا: باندی ہے؟ جواب دیا: نہیں! پوچھا: جسمانی اعتبار سے تندرست ہو؟ جواب دیا: ہاں! پوچھا: مالی وسعت ہے؟ جواب دیا: ہاں! آپ نے فرمایا:

فَاَنْتَ اِذاً مِنْ اِخْوَانِ الشَّیَاطِیْنِ، اِنْ کُنْتَ مِنْ رُھْبَانِ النَّصَاریٰ فَالْحَقْ بِھِمْ، وَاِنْ کُنْتَ مِنَّا فَاصْنَعْ کَمَا نَصْنَعُ، فَاِنَّ مِنْ سُنَّتِنَا النِّکَاحَ، شِرَارُکُمْ عُزَّابُکُمْ، وَاِنَّ اَرْذَلَ مَوْتَاکُمْ عُزَّابُکُمْ. (الفقه الاسلامی: زحیلی ۳۶/۷ بحواله هیثمی)

ترجمہ: تب تو تم شیطان کے بھائی دوست ہو، اگر تم عیسائی راہبوں میں سے ہو تو انہیں سے جاملو، اور اگر ہم میں سے ہو تو ہمارے طریقے پر چلو، ہماری سنت نکاح ہے، تم میں بدترین وہ ہیں جو بے نکاح ہیں، اور جو بے نکاح مر گئے وہ بدترین مردے ہیں۔

دنیا کی سب سے بہتر متاع

اسلام نے نکاح کو دنیا کی سب سے بہتر متاع کے حصول کا ذریعہ قرار دے کر نکاح کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے راوی ہیں:

اَلدُّنْیَا مَتَاعٌ، وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ.

(صحیح مسلم باب الوصیة بالنساء)

ترجمہ: دنیا ایک متاع ہے، اور دنیا کی سب سے بہتر متاع و دولت نیک بیوی ہے۔

اسی مضمون کو دوسری حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے:

اَرْبَعٌ مَنْ اُعْطِیَھُنَّ، فَقَدْ اُعْطِیَ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ، قَلْباً شَاکِراً، وَلِسَاناً ذَاکِراً، وَبَدَناً عَلَی الْبَلَاءِ صَابِراً، وَزَوْجَۃً لَا تَبْغِیْهِ خَوْناً فِیْ نَفْسِھَا وَمَالِهٖ. (الترغیب والترهیب للمنذری ۴۱/۳)

ترجمہ: چار چیزیں جسے دے دی جائیں اسے دنیا وآخرت کی ہر خیر مل گئی: (۱) شکر وسپاس کے جذبات سے لبریز دل (۲) ذکر الٰہی سے تر زبان (۳) مصائب پر صبر کرنے والا جسم (۴) ایسی نیک بیوی جو اپنی عزت وآبرو اور شوہر کے مال کے معاملہ میں کوئی خیانت گوارا نہ کرے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قرآن میں: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ والی آیت اتری، جس میں سونے چاندی اور دولت کا ذخیرہ جمع کرنے اور زکاۃ ادا نہ کرنے والوں کے انجام بد کا ذکر ہے، تو اس وقت دورانِ سفر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا مال بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاكِرٌ، وَقَلْبٌ شَاكِرٌ، وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهٗ عَلٰى اِيْمَانِهٖ. (ترمذی شریف: کتاب النکاح)

ترجمہ: سب سے بہتر مال ذکر والی زبان، شکر والا دل اور شوہر کے ایمان میں مددگار صاحب ایمان بیوی ہے۔

لباسِ زندگی

قرآن میں عورتوں کو مردوں کے لئے اور مردوں کو عورتوں کے لئے لباسِ زندگی بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ. (البقرۃ: ۱۸۷)

ترجمہ: وہ تمہارے لئے لباس ہیں، اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

یہ قرآنی تعبیر نکاح کی اہمیت اور مقصدیت کا انتہائی جامع، بلیغ اور معنی خیز بیان ہے، لباس کا لفظ اپنے جلو میں اس موقعِ استعمال میں بے حد معنویت رکھتا ہے۔

لباس کا پہلا مقصد پردہ پوشی ہے، وہ انسان کے جسم کے لئے ساتر ہوتا ہے، بالکل اسی

طرح نکاح کے بعد میاں بیوی ایک دوسرے کے پردہ پوش ہوجاتے ہیں، جذبات کا ہیجان بالکل طوفانی ہوتا ہے، اور نکاح نہ ہوتو یہ ہیجان بگاڑ پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، انسانی نفس کے عیوب کی پردہ پوشی بیوی کے لئے شوہر کے ذریعہ سے، اور شوہر کے لئے بیوی کے ذریعہ ہی سے ہوسکتی ہے، عفت مآبی اور حیا کے لئے نکاح سب سے اہم چیز ہے، اور حیا باطن کا اصل لباس ہے، اور حیا کو حاصل کرنے میں شوہر کو بیوی سے اور بیوی کو شوہر سے جو تعاون ملتا ہے وہ کسی اور چیز سے نہیں ملتا۔

لباس کا دوسرا مقصد زینت وآرائش ہے، لباس کے ذریعے انسان زینت وجمال اور سلیقہ وشائستگی سے اپنے کوآراستہ کرتا ہے، غور کیا جائے تو یہی چیز اور زیادہ وسعت کے ساتھ شوہر وبیوی کو ایک دوسرے سے حاصل ہوتی ہے، ازدواجی تعلق کی برکت سے ہی خانگی زندگی کی تمام رونقیں، بہاریں اور آرائشیں حاصل ہوتی ہیں۔

لباس کا تیسرا مقصد سردوگرم اور دیگر خطرات سے حفاظت ہے، اخلاقی اعتبار سے دیکھا جائے تو ازدواجی زندگی مردوعورت دونوں کو شہوانیت، حیوانیت اور شیطانیت کے تمام حملوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

قرآن کی یہ تعبیر ”کہ عورتیں لباس زندگی ہیں“ اس قدر جامع ہے کہ اس سے یورپ کا یہ الزام خود بخود ہوا ہوجاتا ہے کہ اسلام عورت کی تحقیر کرتا ہے، اس الزام سے بڑا جھوٹا الزام اور کیا ہوسکتا ہے؟ کسی اور مذہبی تعلیم میں میاں بیوی کے باہمی اعتماد ومودت وتعلق کے لئے اسلام کی اس تعلیم کے درجے کی کوئی چیز ڈھونڈے بھی نہیں ملتی، یہ اسلام کا امتیاز ہے کہ وہ مردوزن کو ایک دوسرے کا لباس حیات بتاکر نکاح کی باعفت زندگی گذارنے کی تلقین وتائید فرماتا ہے۔

دین کی تکمیل

نکاح کی ترغیب وتاکید کے تعلق سے یہ حدیث نبوی بڑی اہمیت کی حامل ہے:

مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ اِمْرَأَةً صَالِحَةً، فَقَدْ اَعَانَهُ عَلٰى شَطْرِ دِيْنِهٖ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِيْ الشَّطْرِ الْبَاقِيْ. (المستدرك ۱۶۱/۲)

ترجمہ: جسے اللہ نیک بیوی عطا فرمائے تو اس کا نصف دین مکمل ہوجاتا ہے، اب باقی نصف میں اسے اللہ سے ڈرنا ہے۔

مزید ارشاد ہے:

اِذَا تَـزَوَّجَ الْـعَبْدُ فَقَدْ اِسْتَكْمَلَ الدِّيْنَ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِيْ النِّصْفِ الْبَاقِيْ. (الترغیب والترهیب ۴۲/۳)

ترجمہ: جب بندہ شادی کرلیتا ہے تو وہ اپنا نصف دین مکمل کرلیتا ہے، پھر اسے باقی نصف کے بارے میں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔

واقعہ یہ ہے کہ بالعموم گناہوں کا صدور وارتکاب منہ اور شرم گاہ سے ہوتا ہے، اسی لئے ان کی حفاظت پر جنت کی ضمانت ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:

مَـنْ وَقَـاهُ الـلّٰـهُ شَـرَّ اثْنَتَيْنِ وَلَجَ الْجَنَّةَ: مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ. (تفسیر قرطبی ۳۲۷/۹ بحواله مؤطا)

ترجمہ: جسے اللہ جبڑوں کے درمیان کی چیز زبان، اور پیروں کے درمیان کی چیز شرم گاہ کے شر سے بچالے وہ جنت میں جائے گا۔

جب انسان نکاح کرلیتا ہے تو شرم گاہ کے شر سے عموماً محفوظ ہوجاتا ہے، اب اسے صرف منہ کے شر سے اپنی حفاظت کرنی ہے، گویا اس نے معصیت کا ایک دروازہ بند کرکے آدھا دین مکمل کرلیا، اب اسے منہ کی حفاظت کرکے معصیت کا دوسرا دروازہ بند کرنا اور باقی آدھے دین کو مکمل کرنا ہے، اسی لئے حضرت طاؤس کا فرمان ہے:

لَا يَتِمُّ نُسُكُ الشَّابِّ حَتّٰى يَتَزَوَّجَ. (مصنف ابن ابی شیبة ۱۲۷/۴)

ترجمہ: نوجوان کی عبادت نکاح کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتی۔

بیوی کے ساتھ جنسی تسکین کا اجر

ازدواجی زندگی میں زن وشو کے جنسی تعلقات پر جو اجر وثواب من جانب اللہ عطا ہوتا ہےاس کو بیان کر کے حضور اکرم ﷺ نے ہر مسلمان کو نکاح کی ترغیب مؤثر انداز میں فرمائی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَفِیْ بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَیَأْتِیْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ، وَیَکُوْنُ لَهٗ فِیْهَا اَجْرُهٗ، قَالَ: أَرَأَیْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِیْ حَرَامٍ أَکَانَ عَلَیْهِ فِیْهَا وِزْرٌ؟ فَکَذٰلِکَ إِذَا وَضَعَهَا فِیْ حَلَالٍ کَانَ لَهٗ اَجْرٌ. (صحیح مسلم)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے قضائے شہوت کرے تو اس میں صدقہ جیسا ثواب ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے اوراس پر ثواب بھی پائے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ جب شرم گاہ کے حرام استعمال پر گناہ ملتا ہے تو جائز استعمال پر ثواب کیوں نہ ملے گا؟

بے نکاحی زندگی سے ممانعت

اسلام نے اپنے متبعین کو بے نکاحی زندگی اور تجرد سے شدت سے منع کیا ہے، خواہ یہ تجرد نوافل وعبادات میں اشتغال وانہماک کی نیت ہی سے کیوں نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باہم یہ طے کیا کہ وہ اپنی جنسی شہوت کو کسی تدبیر سے ختم کر دیں گے، اور دنیا کی لذتوں اور شہوتوں سے کنارہ کش ہو جائیں گے، اور عیسائی راہبوں کی طرح دنیا میں گشت لگاتے رہیں گے، یہ بات جب آپ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا کہ میرا معاملہ یہ ہے کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، رات میں سوتا بھی ہوں اور عبادت بھی کرتا ہوں، اور

عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، یہی میرا طریقہ ہے، اور جو میرے طریقے کو اپنائے وہ مجھ سے ہے، اور جو نہ اپنائے وہ مجھ سے نہیں ہے، پھر انہیں لوگوں کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا، اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ. (المائدة: ۸۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ کرو، اور حد سے تجاوز مت کرو، اللہ کو حد سے تجاوز کرنے والے پسند نہیں ہیں۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۲/۸۷)

اسی سے ملتا جلتا دوسرا واقعہ یہ بھی ہے کہ تین صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال ازواجِ مطہرات سے معلوم کرنے آئے، پھر انہوں نے یہ طے کیا کہ رات بھر نماز پڑھیں گے، ہمیشہ روزے سے رہیں گے اور عورتوں سے الگ رہیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

أَمَا وَاللّٰهِ: اِنِّیْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّیْ اَصُوْمُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّیْ وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ.

(بخاری: کتاب النکاح: باب الترغیب)

ترجمہ: سنو! بخدا میں تم میں سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا اور پرہیزگار ہوں، مگر میں روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جو میرے اس طریقے سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تبتل (عورتوں سے انقطاع اور جدائی اختیار کرنے) کی اجازت مانگی،

آپ ﷺ نے سختی سے منع فرما دیا، اگر آپ ﷺ انہیں اجازت دے دیتے تو ہم اپنے کو خصی بنا لیتے؛ تاکہ محل شہوت ہی ختم ہو جائے اور ہم عبادت کے لئے یکسو ہو جائیں، مگر یہ عمل سخت ناپسندیدہ ہے۔ (بخاری: کتاب النکاح: باب ما یکرہ من التبتل والخصاء)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''رسول اکرم ﷺ نکاح کا حکم دیتے تھے اور بے نکاح رہنے سے منع فرماتے تھے، اور بے حد محبت کرنے والی کثرت سے بچہ جننے والی عورت سے نکاح کی تلقین کرتے تھے''۔ (مسند احمد: ۲۴۵/۳)

حضرت سعید بن ہشام بن عامر نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بے نکاح رہنے کی اجازت چاہی، حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو، قرآن میں نکاح کو انبیاء کا طریقہ بتایا گیا ہے، اس لئے تم بے نکاح مت رہو۔ (المحلی لابن حزم ۹/۴۴۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ اپنے مرض الوفات میں انہوں نے اپنے احباب سے کہا:

زَوِّجُوْنِیْ، اِنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اَلْقَ اللّٰہَ عَزْباً. (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲۷/٤)

ترجمہ: میرا نکاح کرا دو، میں بے نکاحی کی حالت میں اللہ سے ملنا ناپسند سمجھتا ہوں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

لَوْ لَمْ اَعِشْ فِیْ الدُّنْیَا اِلَّا عَشْراً، لَاَحْبَبْتُ اَنْ یَّکُوْنَ عِنْدِیْ فِیْھِنَّ اِمْرَأَۃٌ. (ایضاً)

ترجمہ: اگر میری زندگی کے صرف دس ہی دن باقی ہوں، تب بھی میری خواہش یہ ہوگی کہ اس وقت بھی میری زوجیت میں کوئی خاتون ہو۔

انہیں کا یہ قول بھی ہے:

لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنْ اَجَلِیْ اِلَّا عَشَرَةَ اَيَّامٍ، وَاَعْلَمُ اَنِّیْ اَمُوْتُ فِیْ اٰخِرِهَا يَوْماً، وَلِیْ طَوْلُ النِّكَاحِ فِيْهِنَّ لَتَزَوَّجْتُ مَخَافَةَ الْفِتْنَةِ. (المغنی لابن قدامة ٤٤٦/٦)

ترجمہ: اگر میری زندگی کے صرف دس دن بچیں اور مجھے معلوم ہو جائے کہ دسویں دن میں مر جاؤں گا، اور ان دنوں مجھے وسعت نکاح ہو تو بھی فتنہ سے بچنے کے لئے میں نکاح کرلوں گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوالزوائد نامی آدمی سے فرمایا:

مَا يَمْنَعُكَ مِنَ النِّكَاحِ اِلَّا عَجْزٌ اَوْ فُجُوْرٌ. (مصنف ابن ابی شیبه ١٢٧/٤)

ترجمہ: اگر تم نکاح نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو تم نکاح سے عاجز و نامرد ہو، یا زنا و فجور کی زندگی پسند کرتے ہو۔

واقعہ بھی یہی ہے کہ بے نکاحی زندگی گذارنے کے پس پردہ بالعموم یہی دو عنصر کارفرما ہوتے ہیں، یا تو انسان حقوق زوجیت کی ادائیگی سے مالی یا جسمانی یا کسی اور سبب سے عاجز ہوتا ہے، یا پھر اسے نکاح قید معلوم ہوتا ہے اور اسے زنا اور بدکاری کی راہ ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔

علامہ مروزی حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کرتے ہیں:

''امام احمد نے فرمایا کہ تجرد اور بے نکاح رہنے کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی نکاح فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اٹھتے تھے تو کچھ نہ ہوتا تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے نکاح رہنا گوارا نہ کیا؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کی تلقین اور بے نکاحی زندگی سے اجتناب کا حکم فرماتے رہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ ۔(دنیا کی چیزوں میں سے میرے دل میں عورت کی محبت ڈال دی گئی ہے) اس پر امام مروزی نے کسی بزرگ کی بے نکاحی کا حوالہ دیا، یہ سنتے ہی امام احمدؒ خفا ہو گئے اور جوش میں فرمایا کہ تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کرو، اور یاد رکھو کہ بے نکاح شخص کی نفلی عبادتوں کے ثواب سے زیادہ ثواب نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے اور اس کے رو رو کر باپ سے کچھ کھانے کے لئے مانگنے اور باپ کے اس کی تمنا پوری کرنے کے عمل میں ہے''۔

(روضۃ المحبین لابن القیم ۲۳۰)

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ ﷺ نے بیوی سے محروم مرد کو اور شوہر سے محروم عورت کو افراطِ مال و دولت کے باوجود مسکین قرار دیا ہے۔

(اسلام کا نظام عفت، از: مفتی ظفیر الدین مفتاحی ۵۸ بحوالہ جمع الفوائد)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ بے حد فیصلہ کن ہے:

مَنْ دَعَاکَ اِلیٰ غَیْرِ التَّزْوِیْجِ فَقَدْ دَعَاکَ اِلیٰ غَیْرِ الْاِسْلَامِ.

(المغنی ٦/٤٤٧)

ترجمہ: جو بے نکاح رہنے کی دعوت دیتا ہے وہ اسلام سے باہر آنے کی دعوت دیتا ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ نکاح سے دوری بے حیائی کا باعث ہے، اور حیا کے ختم ہونے سے ایمان کا ختم ہونا نصوص اور تجربات دونوں سے ثابت شدہ حقیقت ہے۔

○●○

مالی مسائل-اورنکاحِ مسنون

مسئلہ، حل اور تدبیر

فوری نکاح کی ترغیب

عفت وعصمت کے تحفظ کے پیش نظر اسلام اپنے متبعین کو نہ صرف یہ کہ نکاح کی ترغیب دیتا ہے؛ بلکہ اس میں جلدی کرنے اورتاخیر نہ کرنے کی تاکید بھی کرتا ہے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کومخاطب کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یـا عَـلِیُّ! ثَلاثٌ لا تُؤَخِّرْھَا: اَلصَّلاۃُ اِذَا اٰنَـتْ، وَالْجَنَازَۃُ اِذَا حَضَرَتْ، وَالأَیِّمُ اِذَا وَجَدْتَّ لَھَا کُفُواً. (ترمذی: کتاب الصلاۃ: باب ما جاء فی الوقت الاول من الفضل)

ترجمہ: اے علی! تین چیزوں کومؤخر مت کرو، نماز جب اس کا وقت آئے، جنازہ جب آ جائے اور بے نکاح عورت جب تمہیں اس کا مناسب جوڑ مل جائے۔

نکاح کی رکاوٹیں

شادی میں تاخیر بسا اوقات حرام میں ابتلاء کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے، فی الواقع جنسی مشکلات کا ازالہ بھی اسی وقت ہوسکتا ہے جب شادی میں تاخیر نہ کی جائے؛ بلکہ عجلت سے کام لیا جائے؛ لیکن بسا اوقات نکاح کے راستے میں متعدد رکاوٹیں آ جاتی ہیں، کبھی سرپرستوں کی غفلت اورکوتاہی نکاح کے لئے رکاوٹ بن جاتی ہے، اور کبھی مالی تنگ دستی

آڑے آجاتی ہے۔ اسلام دین فطرت ہونے کے ناطے ان رکاوٹوں کو پیش نظر رکھتا ہے، نکاح کی تاکید اور اس میں تعجیل کا حکم دینے کے ساتھ ہی یہ رکاوٹیں نظر انداز بھی نہیں کی گئی ہیں؛ بلکہ ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی تدبیریں اور مناسب حل کی صورتیں بھی اسلام نے بتائی ہیں، اسلام نے فقر کی رکاوٹ کے لئے کیا طریقے اور تدابیر بتائی ہیں، ذیل میں ہم انہیں کا جائزہ لیں گے۔

فقر کی رکاوٹ

فقر وافلاس شادی کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہے، تنگ دستی انسان کی خود اعتمادی اور احساس ذمہ داری کو ختم کر دیتی ہے، ایسا انسان احساس کم تری میں مبتلا ہو کر اپنے کو کسی ذمہ داری اور بطور خاص ازدواجی ذمہ داریوں کی انجام دہی کا اہل نہیں سمجھتا۔ دوسری طرف مال ودولت کی محبت اور ہوس میں ڈوبا ہوا انسانی معاشرہ ایسے افراد کو بہ نگاہِ تحقیر دیکھتا ہے، اور ان کے ذاتی کمالات وامتیازات واخلاق کو پیش نظر رکھنے کے بجائے صرف ان کی ناداری پر توجہ مرکوز رکھتا ہے، اور ان سے کوئی معاملہ کرنا بطور خاص رشتے استوار کرنا ننگ وعار سمجھتا ہے، اس لحاظ سے فقر شادی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ بن جاتا ہے۔

نادار کو اسلام کی تلقین

اسلام تنگ دست ونادار افراد کو ناداری اور افلاس پر توجہ دئے بغیر نکاح وشادی کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآءِكُمْ، اِنْ يَكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ، وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. (النور: ۳۲)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں، اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو، اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے

انہیں غنی کر دے گا، اللہ بڑی وسعت اور علم والا ہے۔

امام ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اس آیت سے نادار کے نکاح کی دلیل ملتی ہے، کوئی ہرگز یہ نہ کہے کہ میرے پاس مال نہیں ہے؛ اس لئے میں نکاح نہیں کر سکتا، انسان کا رزق اور اس کے اہل وعیال کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے نکاح کی از خود پیش کش کرنے والی خاتون کا نکاح ایسے نادار مرد سے کیا تھا جس کے پاس ایک تہبند کے سوا کچھ نہ تھا''۔ (احکام القرآن ۳/۳۶۰)

مفسر ابوالسعودؒ رقم طراز ہیں:

''مرد و عورت میں سے کسی ایک کا فقر کسی بھی حال میں سنت نکاح کی ادائیگی سے مانع نہ ہونا چاہئے؛ اس لئے کہ اللہ کے فضل سے بڑی کوئی چیز نہیں، دولت آنی جانی چیز ہے، اللہ جسے چاہتا ہے بے سان وگمان نوازتا ہے''۔ (تفسیر ابی السعود ۴/۵۶)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے مسلمانو! اللہ نے تم کو نکاح کا جو حکم دیا ہے، بے چون وچرا اس کی تعمیل کرو، اس کے نتیجے میں اللہ نے آیت قرآنی (مذکورہ) میں تونگری کا جو وعدہ فرمایا ہے، ضرور پورا کرے گا''۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/۳۸۷)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اس آیت کے بعد تو معاشرے میں کوئی بے نکاح موجود ہی نہ رہنا چاہئے، ہر مسلمان کو چاہئے کہ سنتِ نکاح کی ادائیگی کر کے اللہ کا رزق اور مال حاصل کرے''۔

(احکام القرآن للجصاص ۳/۳۲۰)

علامہ عثمانیؒ نے خوب لکھا ہے:

''بعض لوگ نکاح میں اس لئے پس وپیش کرتے ہیں کہ نکاح ہو جانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھے گا؟ انہیں سمجھا دیا کہ ایسے موہوم خطرات پر نکاح سے مت رکو، روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے، کیا معلوم ہے کہ خدا چاہے تو میاں بیوی ہی کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشائش کر دے، نہ مجرد رہنا غنا کا موجب ہے اور نہ نکاح کرنا فقر وافلاس

کومستلزم ہے، یہ باتیں حق تعالیٰ کی مشیت پر ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿وان خفتم عیلة فسوف یغنیکم اللّٰہ من فضلہ ان شاء﴾ (اگر تم کومحتاجی کا اندیشہ ہے تو عنقریب اللہ اگر چاہے گا تو اپنے فضل سے تم کوغنی کردے گا) اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے بھی یہ چیز معقول ہے کہ نکاح کر لینے یا ایسا ارادہ کرنے سے آدمی پہلے سے بڑھ کر کمائی کے لئے جدوجہد کرتا ہے''۔ (تفسیر عثمانی ۲/۱۸۵)

امام بخاری نے صحیح البخاری کتاب النکاح میں ''باب تزویج المعسر'' (تنگ دست کی شادی کرانے کا بیان) کے عنوان سے ایک باب ذکر کیا ہے، اور اس میں اِسی آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ سے نقل کرتی ہیں:

تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ، یَأْتِیْنَکُمْ بِالْاَمْوَالِ. (مجمع الزوائد ٤/٢٥٥)

ترجمہ: عورتوں سے نکاح کرو، وہ تمہارے پاس مال لائیں گی۔ (اس کا مطلب جہیز نہیں ہے؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی برکت سے اللہ تمہارا رزق فراخ فرمادے گا)

اسی طرح احادیث میں عفت و پاکیزگی کے ارادے سے نکاح کرنے والے کے لئے اللہ کی طرف سے لازمی مدد آنے کا ذکر آیا ہے، اور یہ مدد عام ہے جو مادّی اور معنوی، مالی و غیر مالی تمام صورتوں کو حاوی ہے۔ (ملاحظہ ہو: ترمذی کتاب النکاح)

فقر و افلاس قابل عیب وصف نہیں

دوسری طرف اسلام یہ تلقین بھی کرتا ہے کہ کسی انسان کی تحقیر اس کے فقر اور مالی بدحالی کے پیش نظر کسی بھی طرح جائز نہیں ہے، عزت و ذلت خدا کے ہاتھ میں ہے، بہت سے نادار اللہ کی بارگاہ میں دولت مندوں سے کہیں زیادہ برتر و افضل ہوتے ہیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

مَرَّ رَجُلٌ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ: مَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ ھٰذَا؟ قَالُوْا: حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ یُنْکَحَ، وَاِنْ شَفَعَ اَنْ یُشَفَّعَ، وَإِنْ قَالَ أَنْ یُسْتَمَعَ، قَالَ: ثُمَّ سَکَتَ، فَمَرَّ رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ، فَقَالَ: مَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ ھٰذَا؟ قَالُوْا: حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَّا یُنْکَحَ، وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا یُشَفَّعَ، وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا یُسْتَمَعَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ھٰذَا خَیْرٌ مِنْ مِلأِ الْأَرْضِ مِثْلَ ھٰذَا. (بخاری: کتاب النکاح: باب الأکفاء فی الدین)

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کے پاس سے ایک آدمی کا گذر ہوا، تو آپ ﷺ نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا کہ اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ صحابہ نے کہا کہ یہ آدمی اس بات کا مستحق ہے کہ اگر کہیں پیغام نکاح بھیجے تو اس کا نکاح کردیا جائے، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے، اور اگر بات کرے تو اس کی بات سنی جائے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر آپ ﷺ خاموش ہوگئے، اتنے میں ایک مسلمان فقیر آدمی وہاں سے گذرا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس آدمی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یہ اس کا مستحق ہے کہ اگر پیغام نکاح بھیجے تو اس کا نکاح نہ کرایا جائے، سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے، اور اگر بات کرے تو اس کی بات نہ سنی جائے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ فقیر اس جیسے روئے زمین کے تمام سرمایہ داروں سے بہتر ہے۔

اس حدیث میں پوری وضاحت کے ساتھ رسول اکرم ﷺ نے نادار وفقیر افراد کے تعلق سے اسلام کا تصور واضح کردیا ہے اور یہ ثابت کردیا ہے کہ فقر قابل عیب وذلت چیز نہیں ہے، اور اس بنیاد پر نہ کسی کی تنقیص روا ہے اور نہ کسی رشتے کا ٹھکرانا درست ہے۔

نادار کا تعاون

اسلام نکاح کے آرزومند وضرورت مند نادار افراد کی معنوی مدد کے ساتھ ہی مالی مدد

پر مسلمانوں کو ابھارتا ہے، اس لئے والدین پر اولاد کے نکاح کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، مسلم معاشرہ کو اس کا پابند و مکلّف بنایا گیا ہے کہ ناداروں کی شادی میں تعاون کیا جائے، اسلامی حکومت کو مسئول بنایا گیا ہے کہ وہ ناداری کی وجہ سے بے نکاح رہنے والوں کے نکاح کا قومی خزانے اور بیت المال سے بندوبست کرے۔

اولاد کے نکاح کے تئیں والدین کا فرض

جہاں تک والدین کا تعلق ہے تو یہ بالکل واضح ہے کہ شریعت نے ان کو اولاد کی عفت کے تحفظ کی ذمہ داری بھی دی ہے، اور عفت کا تحفظ نکاح کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

مَنْ وُلِدَ لَهٗ وَلَدٌ، فَلْيُحْسِنْ اِسْمَهٗ وَاَدَبَهٗ، فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ، فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ، فَاَصَابَ إِثْماً فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلٰى اَبِيْهِ. (مشکاۃ المصابیح: کتاب النکاح: باب الولی فی النکاح ۲۷۱، بحوالہ شعب الایمان)

ترجمہ: جس کے ہاں بچہ پیدا ہو، وہ بچے کا اچھا نام رکھے، تربیت کرے، جب وہ بالغ ہوجائے تو اس کی شادی کرے، بلوغ کے بعد اگر باپ نے شادی نہیں کی اور اس سے گناہ ہوگیا، تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے۔

اِسی طرح تورات کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

فِيْ التَّوْرَاةِ مَكْتُوْبٌ: مَنْ بَلَغَتْ اِبْنَتُهٗ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ سَنَةً وَلَمْ يُزَوِّجْهَا فَاَصَابَتْ اِثْماً فَاِثْمُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ. (ایضاً)

ترجمہ: تورات میں تحریر ہے کہ جس کی لڑکی بارہ سال کی ہوجائے (بالغ ہوجائے) اور وہ اس کی شادی نہ کرے اور اس لڑکی سے کوئی گناہ صادر ہوجائے تو وہ گناہ اس شخص پر ہوگا۔

اِن احادیث سے معلوم ہوا کہ والدین کی ایک ذمہ داری اولاد کی ایسی تعلیم و تربیت ہے

جوان کے لئے ہر مرحلۂ زندگی میں راہ نما ثابت ہو، اور ان کے دل میں خوفِ خدا کی وہ کیفیت پیدا کرے جو گناہوں کی وادی میں قدم رکھنے سے روک سکے، اور دوسری ذمہ داری والدین کی یہ ہے کہ بلوغ کے بعد اولاد کی شادی کی فکر کریں، اور اس باب میں غفلت اور کسل مندی کو ہرگز آڑے نہ آنے دیں، اگر وقت پر اولاد کی شادی نہ کی جائے، خواہ اس کا سبب مال ہو یا کچھ اور، اور خدانخواستہ اولاد گناہ میں مبتلا ہو جائے، تو اولاد کے ساتھ والدین بھی گناہ سے بچ نہیں سکیں گے۔

امام ابن قدامہ صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں:

وَيَلْزَمُ الرَّجُلَ اِعْفَافُ اِبْنِهٖ، اِذَا احْتَاجَ اِلَى النِّكَاحِ. (المغنی ۵۸۷/۷)

ترجمہ: بیٹا نکاح کا ضرورت مند ہو تو باپ کے لئے اس کا نکاح کرنا اور اس کی عفت کا انتظام کرنا لازم ہے۔

ایک مغربی مفکر نے لکھا ہے:

''آج والدین اولاد کے نکاح وعفت کی طرف توجہ کے بجائے اس کی اور اپنی آمدنی اور جیب پر توجہ دیتے ہیں، والدین اپنی جوانی گذار چکے ہیں، اب ان کو خدا جانے کیوں اولاد کے جوان جذبات کا احساس وپاس نہیں رہتا، والدین کو چاہئے کہ آمدنی اور پیسوں کا معاملہ دوسرے درجہ میں رکھیں، اور اولاد اور سماج کی پاکیزگی اور سکون کو پہلے درجے میں رکھیں، اور نظام فطرت سے بغاوت نہ کریں، اور مالی قربانی پیش کر کے اپنی اولاد کی فوری شادی کی ذمہ داری نبھائیں''۔ (مباہج الفلسفہ: ۱۲۹-۱۳۰، مصنفہ: ڈاکٹر وِل ڈیورانٹ، مترجمہ عربی: ڈ/ احمد فواد)

نکاح کے باب میں معاشرہ کی ذمہ داری

والدین کو مسئول بنانے کے علاوہ اسلام نے پورے معاشرے کو بے نکاحوں کی شادی کا ذمہ دار بنایا ہے۔ قرآنِ کریم ہر مسلمان کو صراحۃً خطاب کرتا ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ. (النور: ۳۲)

ترجمہ: تم اپنے میں سے مجرد و بے نکاح لوگوں، اور اپنے غلاموں

وباندیوں میں سے نیک لوگوں کا نکاح کراؤ۔

بقول قرطبی علیہ الرحمہ:

زَوِّجُوا مَنْ لاَ زَوْجَ لَهُ مِنكُمْ، فَإِنَّهُ طَرِيقُ التَّعَفُّفِ.

(تفسیر قرطبی ۲۳۹/۲)

ترجمہ: جو تم میں غیر شادی شدہ ہوں ان کا نکاح کرو، یہی پاک دامنی کی راہ ہے۔

سید قطب شہیدؒ لکھتے ہیں:

"قرآن کا یہ حکم پوری جماعت مسلمہ کو ہے، بیشتر علماء اسے استحبابی حکم قرار دیتے ہیں، ہماری رائے یہ ہے کہ یہ واجبی حکم ہے، اور اس کے معنی یہ نہیں کہ مسلمانوں کا حاکم وامام بے نکاح کو نکاح پر مجبور کرے؛ بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح کی رغبت وضرورت رکھنے والے افراد کی مدد کرنا اور ان کو بدکاری سے بچانا مسلمانوں کی واجبی ذمہ داری ہے، سماج کو زنا سے محفوظ رکھنا ضروری ہے، اور اس کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ بے نکاحوں کے نکاح میں تعاون کیا جائے؛ اس لئے یہ بھی ضروری ہوگا"۔ (فی ظلال القرآن ۲۵۱۵/۴)

احادیث کا جائزہ لیا جائے تو بے نکاحوں کے تعاون کی متعدد مثالیں موجود ملتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغام نکاح دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی کے بعد ولیمہ بھی تو کرنا ہوگا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ولیمہ کا نظم نہیں تھا، اس موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ذمہ داری لی، مثلاً حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے گوشت کی ذمہ داری لی، اسی طرح تعاون سے ولیمہ ہوا۔ (مسند احمد ۳۵۹/۵)

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی ایک مفصل حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

"میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ربیعہ! کیا تم شادی نہیں کروگے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا میں نادار ہوں، میرے پاس اتنا مال نہیں کہ خرچ چلا سکوں، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوتاہی نہیں کرنا چاہتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، کچھ دنوں کے بعد دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ربیعہ! کیا تم شادی نہ کروگے؟ میں نے وہی جواب دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے، میں نے دل میں سوچا کہ میرے

لئے دنیا وآخرت کی خیر کس چیز میں ہے؟ یہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں؛ اس لئے آئندہ میں آپ ﷺ کو نفی میں جواب نہ دوں گا، پھر میں خدمت میں لگ گیا، تیسری بار جب آپ ﷺ نے فرمایا: ربیعہ! کیا تم نکاح نہ کروگے؟ تو میں نے عرض کیا: جیسا آپ ﷺ کا حکم ہو، اس پر آپ ﷺ نے ایک انصاری صحابی کے پاس مجھے بھیجا اور فرمایا: جاؤ! یہ کہہ دینا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے؛ تاکہ آپ فلاں خاتون کا (جو اسی خاندان کی تھیں) مجھ سے نکاح کردیں، میں نے جاکر یہ بات کہی، وہ پورا گھر خوش ہوگیا اور جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے قاصد کا ہم استقبال کرتے ہیں، تم ضرور اپنی مراد حاصل کروگے، انہوں نے کوئی تحقیق کئے بغیر محض میری بات پر مکمل اعتماد کیا اور بڑے لطف وکرم کا معاملہ کیا اور میرا نکاح کردیا، میں آپ ﷺ کی خدمت میں آیا، میں کچھ فکرمند تھا، آپ ﷺ نے سبب دریافت کیا، میں نے کہا کہ مجھے فکر یہ ہے کہ بیوی کو دینے کے لئے مہر کا نظم میرے پاس نہیں ہے، آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ میرے لئے کچھ سونا فراہم کریں؛ تاکہ میں مہر ادا کرسکوں، چناں چہ سونا فراہم ہوا، اور میں نے اس کے ذریعہ بیوی کا مہر ادا کردیا، جس سے میری سسرال کے لوگ بے حد خوش ہوئے، پھر میں خدمت نبوی میں آیا، اس بار بھی میں غمزدہ تھا، آپ ﷺ نے وجہ پوچھی، میں نے بتایا کہ ولیمہ کا انتظام نہیں ہے، کیا کروں؟ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ولیمہ کے لئے جانور کا نظم کرنے کو کہا، ایک فربہ مینڈھا لایا گیا، پھر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے غلہ منگوایا، آپ ﷺ کے گھر میں صرف ۹ / صاع جو تھا، آپ ﷺ نے سب عنایت فرمادیا، کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے روٹی اپنے ذمہ لے لی، اس طرح ولیمہ ہوگیا، کچھ دنوں کے بعد آپ ﷺ نے مجھے زمین بھی عطا فرمائی''۔ (مسند احمد ۴/ ۵۸، مجمع الزوائد ۴/ ۲۵۷)

حاصل یہ ہے کہ بے نکاحوں کے نکاح میں مالی واخلاقی دونوں تعاون امت کی ذمہ داری ہے؛ تاکہ معاشرہ زنا اور بدکاری کی لعنت سے محفوظ رہ سکے۔

نکاح کے تعلق سے حکومت کی ذمہ داری

نادار و بے نکاح شخص کے نکاح کا نظم اسلام والدین، معاشرہ وسماج کے علاوہ اسلامی

حکومت کی ذمہ داری بھی قرار دیتا ہے، اسلامی حکومت اس تعلق سے دو کام کرسکتی ہے: (۱) ایسے شخص کے لئے مستقل آمدنی کا ذریعہ فراہم کردے؛ تاکہ وہ معاشی طور پر خوش حال ہوسکے اور اپنا نکاح خود کرسکے (۲) یا پھر بیت المال سے نکاح کے لئے خاص مالی امداد کرے۔

پہلے کام کی نظیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ملتی ہے:

''ایک آدمی خدمت نبوی میں آیا، عرض گذار ہوا کہ میں نے ایک انصاری خاتون سے نکاح کرلیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر پوچھا: اس نے کہا: چار اوقیہ چاندی مہر ہے، اس نے اپنی ناداری ظاہر کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتنی رقم تو ہمارے پاس نہیں ہے؛ البتہ ہم تم کو ایک لشکر میں بھیجیں گے اور تم کو غنیمت میں مطلوبہ رقم مل جائے گی، چناں چہ قبیلۂ بنی عبس کی طرف ایک لشکر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھیجا اور مطلوبہ رقم اسے مل گئی''۔ (مسلم شریف)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے آمدنی کا ایک جائز ذریعہ فراہم کیا، جس کے نتیجے میں وہ مہر کی ادائیگی پر قادر ہوگیا، دوسرے کام یعنی بیت المال سے نکاح کے لئے امداد کا ثبوت خلفائے راشدین کے عمل سے ملتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح کیا اور ایک ماہ تک بیت المال سے مصارف دیتے رہے، پھر منع فرمادیا۔ (ملاحظہ ہو: کتاب الاموال: ابوعبید قاسم بن سلام ۲۳۲)

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور خلافت میں امیر عراق عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو لکھا:

اُنْظُرْ كُلَّ بِكْرٍ، وَلَيْسَ لَهُ مَالٌ، فَشَاءَ اَنْ تُزَوِّجَهُ، فَزَوِّجْهُ وَاصْدُقْ عَنْهُ. (ایضا: ۲۵۱)

ترجمہ: اگر تم کسی نکاح کے آرزومند بے نکاح نادار کو دیکھو تو اس کا نکاح کرادو اور مہر اپنی طرف سے ادا کرادو۔

معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت کی بے شمار ذمہ داریوں میں ایک ذمہ داری یہ بھی ہے۔

سنتِ نکاح اور مالی اسراف کا طوفانِ بلاخیز

(مہر، جہیز اور ولیمہ میں اسراف کا جائزہ)

رسوم بد کا طوفان

غربت وناداری کی بنا پر بہت سے مرد وزن شادی سے محروم رہ جاتے ہیں، غیر اسلامی رسوم وروایات کی جکڑنوں میں مسلم سماج اس طرح بندھا ہوا ہے کہ نکاح جیسا آسان اور ارزاں عمل رسوم کے حصار میں محصور ہونے کی وجہ سے اس قدر مشکل اور گراں ہوتا جارہا ہے کہ غریب تو غریب ہے، اوسط درجہ کا آدمی اس سے بھاگتا پھر رہا ہے، اسلام نے ہر شعبۂ زندگی اور بالخصوص نکاح کے باب میں اسراف اور فضول خرچی کی تمام صورتوں پر قدغن لگادی ہے اور نکاح کو آسان تر بنانے کی دعوت دی ہے؛ تاکہ مسلم معاشرہ کا کوئی فرد سنت نکاح سے محروم نہ رہے، اور سماج بدکاری اور بے حیائی کی ہر لعنت سے پورے طور پر محفوظ ہوجائے۔

مہر کی اہمیت ومقدار

مہر لوازم نکاح میں سے ہے، اس کی ادائیگی مرد کے ذمے ہے۔ قرآنِ کریم میں ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (عورتوں کو خوش دلی سے ان کے مہر ادا کردو) کا وجوبی حکم ہے، مہر دراصل عورت کے اعزاز کا ایک رمز ہے، اس کا مقصد عورت کا اعزاز ہے، مہر نہ تو عورت کی قیمت ہے اور نہ صرف ایک رسمی اور فرضی کارروائی کا نام ہے، اسلام مہر کو لازم کرتا ہے، مگر اسے نکاح کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیتا۔ اسی لئے اس کی زیادہ سے

زیادہ مقدار کی کوئی تحدید وتعیین نہیں کی گئی ہے، اسلام نے مہر کی کوئی ایسی آخری حد متعین نہیں کی ہے جس کے بعد اجازت نہ رہے؛ لیکن احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہر کا اتنا رہنا مطلوبِ شرعی ہے جو بآسانی ادا ہوسکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر اپنے اجتہاد سے مہر کی تحدید کرنی چاہی اور چار سو درہم سے زیادہ مہر متعین کرنے پر روک لگادی، اور یہ فرمایا کہ اس سے زیادہ مہر نہ باندھا جائے، اگر مہر کی زیادتی باعث اعزاز دینی ودنیوی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ضرور کرتے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم اپنی بیویوں اور صاحب زادیوں کا مہر بارہ اوقیہ چاندی سے زیادہ نہیں رکھا، اب جو چار سو درہم سے زیادہ مہر رکھے گا وہ زائد رقم بیت المال میں جمع کرے گا، اس پر قریش کی ایک خاتون نے اعتراض کیا اور کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ! اس تحدید کا تمہیں کس نے اختیار دیا ہے؟ قرآن تو اس طرح کی حد بندی نہیں کرتا۔ قرآن میں تو آیا ہے: ﴿وآتیتم احداھن قنطاراً فلاتأخذوا منه شیئاً﴾ (تم نے اسے ڈھیر سا مال بھی دیا ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لینا) ''قنطار'' (خزانہ اور مال کثیر) کا لفظ مہر کی کثرت بتارہا ہے، پھر تم کیسے حد بندی کرسکتے ہو؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برملا اعتراف کیا کہ عورت نے درست کہا اور مرد نے غلطی کی، خدایا! مجھے معاف رکھئے، ہر آدمی عمر سے زیادہ سمجھ دار ہے، پھر فرمایا: اے لوگو! میں نے چار سو درہم سے زیادہ مہر رکھنے سے روکا تھا، مگر اب میں کہتا ہوں کہ جو شخص اپنے مال میں کم وبیش جتنا چاہے مہر رکھ سکتا ہے۔

(مجمع الزوائد ۴/۲۸۳، الفقہ الاسلامی للزحیلی ۷/۲۵۵-۲۵۶)

اس لئے یہ بات بالکل واضح ہے کہ مہر کی آخری کوئی حد اسلام نہیں مقرر کرتا، تاہم اسلام یہ مزاج بنانا چاہتا ہے کہ مہر کی تعیین انسان اپنی ادائیگی کی وسعت وطاقت کے تناسب سے کرے۔ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی صریح، زریں اور پورے معاملۂ نکاح میں حرزِ جاں بنانے کے قابل ارشاد یہ ہے:

اِنَّ اَعۡظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مؤْنَةً. (نيل الاوطار ١٦٨/٦)

ترجمہ: سب سے بابرکت نکاح بلاشبہ وہ ہے جس میں مشکلات ومصارف کم سے کم اورآسانیاں زیادہ سے زیادہ ہوں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

خَيْرُ الصَّدَاقِ أَيْسَرُهُ. (مستدرك حاكم ١٨٢/٢)

ترجمہ: سب سے بہتر مہر وہ ہے جوآسان ہو(یعنی کم ہواورادائیگی آسان ہو)

اسی طرح ارشادنبوی ہے:

اِنَّ اَعۡظَمَ النِّسَاءِ بَرَكَةً اَيْسَرُهُنَّ صَدَاقاً. (ایضاً)

ترجمہ: سب سے بابرکت خاتون وہ ہے جس کا مہر (ادا کرنے کے اعتبار سے) آسان (اورکم) ہو۔

مہر کو زیادہ نہ رکھنے کی تعلیم کا مقصود صرف یہ ہے کہ نوجوان بآسانی نکاح کے بندھن میں بندھ سکیں، اور بے نکاح رہنے کی وجہ سے جو بے شمار اور لاینحل معاشرتی اور اخلاقی مفاسد درآتے ہیں، ان سے بچاؤ ہوسکے۔

خام خیالی

بہت سے لوگوں کا خیال یہ ہوتا ہے کہ زیادہ مہر رکھا جائے تو اس میں لڑکیوں کے مستقبل کا تحفظ اور ضمانت رہتی ہے، حالاں کہ یہ خام خیالی ہے، بسا اوقات یہ فکر بلائے جان بن جاتی ہے، لڑکی والے لڑکے کی حیثیت سے کہیں زائد مہر طے کراتے ہیں، پھر خدانخواستہ زوجین میں ناچاقی ہوتی ہے، تو لڑکا بجائے طلاق دینے کے، مہر کی ادائیگی کی وجہ سے لڑکی کو معلق رکھتا ہے اور اس کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بسا اوقات لڑکی والے زیادہ مہر کے انتظار میں شادی میں ناقابل بیان تاخیر کرتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مناسب

رشتے دھیرے دھیرے آنے بند ہوجاتے ہیں اور کبھی تو عفت کی حفاظت تک مشکل ہوجاتی ہے، پھر یہ بھی دیکھا جانا چاہیئے کہ لڑکی والوں کی طرف سے بچی کے مستقبل کے تحفظ کی نیت سے زیادہ مہر طے کرنے پر اصرار ازدواجی زندگی میں تلخیاں پیدا کردیتا ہے اور لڑکے اور اس کے اہل خانہ کے دلوں میں عداوت کی گرہ پڑ جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بجا فرمایا ہے:

أَلاَ وَإِنَّ وَاحِدَكُمْ لَيُغَالِيْ بِصَدَاقِ امْرَأَتِهِ، حَتّٰى يَبْقىٰ لَهُ فِيْ نَفْسِهٖ عَدَاوَةٌ حَتّٰى يَقُوْلَ: كَلِفْتُ لَكَ عِلْقَ الْقِرْبَةِ. (سنن الدارمی ۱۴۱/۲)

ترجمہ: سنو! تم میں کسی کو بیوی کا مہر بہت زیادہ طے کرنا پڑتا ہے، یہاں تک کہ اس کے دل میں عداوت پیدا ہوجاتی ہے، حتی کہ وہ غصہ میں کہنے لگتا ہے کہ تمہاری وجہ سے مجھے ناقابل بیان مشقت اٹھانی پڑی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ سے روایت فرماتی ہیں:

مِنْ يُمْنِ الْمَرْأَةِ أَنْ يَّتَيَسَّرَ خِطْبَتُهَا، وَأَنْ يَتَيَسَّرَ صَدَاقُهَا، وَاَنْ يَتَيَسَّرَ رَحِمُهَا. (المستدرک ۱۸۲/۲)

ترجمہ: عورت کی برکت وسعادت کی علامت یہ ہے کہ اس کو پیغام نکاح دینا بھی آسان ہو، اس کا مہر (ادا کرنا) بھی آسان ہو، اور بآسانی اس کے ہاں ولادت بھی ہو (وہ بانجھ نہ ہو)

بقول حضرت عروہ:

مِنْ اَوَّلِ شُؤْمِهَا أَنْ يَكْثُرَ صَدَاقُهَا. (ایضاً)

ترجمہ: عورت کی نحوستوں میں یہ بنیادی چیز ہے کہ اس کا مہر زیادہ ہو (جسے مرد ادا نہ کرسکے)

ملحوظ رہے کہ نحوست سے مراد یہاں یہ ہے کہ مہر کی زیادتی بسا اوقات ناموافقت پھر طلاق کا سبب بن جاتی ہے، اس لئے نحوست، ناموافقت کے معنی میں ہے۔

معلوم ہوا کہ لڑکی کے والدین کو حد اعتدال اور دائرۂ قوت سے بڑھ کر مہر کا مطالبہ نہ کرنا چاہیے؛ تاکہ نکاح کا عمل بآسانی ہو سکے اور اس کی برکات طرفین کو اپنے حصار میں لے سکیں۔

مہر بڑھانے کا فیشن اور نبوی کردار

بہت سے لوگ زیادہ سے زیادہ مہر رکھنے کو اپنے لئے باعث اعزاز وفخر اور اپنی شان اور آن کی بات سمجھتے ہیں، موجودہ حالات میں محض دکھاوے اور شہرت وناموری کے لئے فیشن کے طور پر مہر زیادہ رکھنا رائج ہو گیا ہے، ایسے افراد کے لئے سید المرسلین اور کائنات کی سب سے محترم ہستی اور ''بعد از خدا بزرگ توئی ایں قصہ مختصر'' کی مصداق شخصیت سیدنا محمد عربی فداہ ابی وامی وروحی، صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

اَلَا لَا تُغَالُوْا فِیْ مُهُوْرِ النِّسَاءِ، فَاِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِیْ الدُّنْيَا وَتَقْوٰیً عِنْدَ اللّٰهِ، لَكَانَ اَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ، مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَكَحَ شَيْئاً مِنْ نِسَائِهٖ، وَلَا أُنْكِحَ شَيْئاً مِنْ بَنَاتِهٖ عَلٰى اَكْثَرَ مِنْ اثْنَتَیْ عَشَرَةَ اُوْقِيَةً. (مشکاۃ المصابیح: کتاب النکاح: باب الصداق ۲۷۷)

ترجمہ: سنو! مہر زیادہ مت رکھو، اگر یہ زیادتی دنیا میں باعث عزت اور بارگاہِ الٰہی میں تقویٰ کی علامت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ تم سے زیادہ اس کے مستحق تھے، مجھے نہیں معلوم کہ آپ ﷺ نے کسی خاتون سے اپنا نکاح، یا اپنی صاحب زادیوں میں سے کسی کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر پر کیا ہو۔

عموماً یہ ہوتا ہے کہ زیادہ مہر طے کرنے والے صرف اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے ایسا کرتے ہیں، اور شروع سے ہی ان کی نیت مہر ادا نہ کرنے کی ہوتی ہے، پھر پوری زندگی بغیر مہر ادا کئے گذر جاتی ہے، عورت سے یا تو بزور وجبر معاف کرایا جاتا ہے یا سرے سے مہر کا ذکر ہی نہیں آتا، عورت کبھی طلب کرلے تو اس کی شامت آجاتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے

حدیث میں سخت وعید ہے، ارشاد ہے:

أَيُّـمَـا رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً عَلىٰ مَا قَلَّ مِنَ الْمَهْرِ اَوْ اَكْثَرَ، لَيْسَ فِيْ نَفْسِهٖ أَنْ يُؤَدِّيْ اِلَيْهَا حَقَّهَا، فَمَاتَ، وَلَمْ يُؤَدِّ اِلَيْهَا حَقَّهَا، لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ زَانٍ. (مجمع الزوائد ٢٨٤/٤)

ترجمہ: جس کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا مہر کی مقدار کم یا زیادہ پر، اس کی نیت یہ تھی کہ وہ عورت کا حق مہر ادا نہ کرے گا، پھر اسی حالت میں وہ مر گیا، اور عورت کا حق مہر اسے ادا نہ کیا، تو قیامت کے روز جب وہ اللہ سے ملے گا تو زانی قرار پائے گا۔

اسلامی تعلیم کا حاصل

مہر کی زیادتی خاندانی زندگی کے لئے رحمت کے بجائے زحمت ثابت ہوتی ہے؛ اس لئے شرعی حکم یہی ہے کہ مہر اتنا ہی مقرر کیا جائے جس کے ادا کرنے کی نیت ہو، اور جسے ادا کرنے پر شوہر قادر بھی ہو، پورا مہر بروقت ادا ہونا چاہئے، ورنہ ایک مدت طے ہونی چاہئے اور مدت پوری ہونے پر یک مشت یا اس دوران آسان قسطوں میں اسے ادا کرنا چاہئے، یہ بھی ملحوظ رہے کہ زیادتیٔ مہر کی رسم عام کے پہلو بہ پہلو بعض خاندانوں اور برادریوں میں مہر کی اتنی کم مقدار متعین کی جاتی ہے جو مضحکہ خیز ہوتی ہے اور اس سے عورت کی توہین ہوتی ہے، اور اسے اپنے ہم چشموں میں سبک سار ہونا پڑتا ہے۔ اسلام اس سے بھی منع کرتا ہے اور اعتدال کی تاکید کرتا ہے، شریعت کا تقاضا یہی ہے کہ مہر کی مقدار نہ تو اتنی زیادہ ہو کہ مرد ادا نہ کر سکے، اور نہ اتنی کم ہو کہ اس میں عورت کا اعزاز واکرام ناپید ہو۔

رسول اکرم ﷺ کا اسوہ اکثر ازواج اور صاحب زادیوں کے سلسلہ میں پانچ سو درہم چاندی کا رہا ہے، یہی مہر فاطمی ہے، اور اس کا وزن ۱۳۱/ تولہ ۳/ ماشہ چاندی ہوتا ہے، ہر زمانہ میں اس مقدار چاندی کی جو قیمت ہوگی وہی مہر فاطمی کی مقدار ہوگی۔

اس مقدار کی تعیین واجب نہیں ہے، اس سے کم یا زیادہ دونوں کی گنجائش شرع میں ہے، تاہم اس مقدار کی اتباع میں سنت کی اتباع ومطابقت کا ثواب حاصل ہوتا ہے، جو بہت بڑی نعمت ہے۔

جہیز کا ناسور

نکاح کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ جہیز کی جاہلانہ اور ظالمانہ رسم بدبھی ہے، ماحول ایسا بنادیا گیا ہے کہ لڑکی کے والدین اور اولیاء ایک ناقابل بیان بوجھ تلے دبے رہتے ہیں، اور گھر کی تمام ضروریات، کمالیات وجمالیات، زینت وآرائش کے تمام ساز وسامان، لڑکے اور لڑکی سے متعلق تمام اشیاء، اس پر مستزاد لڑکے کے والدین، بھائی، بہن اور دیگر تمام قریبی اعزہ کے لئے بیش قیمت اور قابل ذکر تحفوں کا انتظام یہ سب کچھ، پھر مزید براں شادی کے موقعے پر عمدہ قیام وطعام کا انتظام لڑکی کے والدین اور ذمہ داروں کا فرض قرار دے دیا گیا ہے، اور اس میں ادنی کوتاہی ناقابل معافی جرم سمجھی جاتی ہے۔

جہیز کی اس ملعون ومنحوس وبا نے نہ جانے کتنے گھروں کو اجاڑ ڈالا ہے، نہ جانے کتنی لڑکیاں کنواری بن بیاہی بیٹھی ہیں، نہ جانے کتنی خواتین اس کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں اور نہ جانے کتنی جائیدادیں گنوائی جاچکی ہیں۔

والدین اپنی لڑکی کو بخوشی، بلا جبر ومطالبہ، کچھ دیں، اس کو ضرورت وزینت کی اشیاء فراہم کریں، یہ بجائے خود درست اور مناسب ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصتی کے موقعے پر کچھ چیزیں عطا کی تھیں، احادیث میں ان کا ذکر بھی آیا ہے، آپ کا یہ تحفہ صرف ایک چادر، تکیہ، گدا، چکی، مشکیزہ اور گھڑے پر مشتمل تھا۔ (ملاحظہ ہو: ابن ماجہ، صفۃ الصفوۃ: ابن جوزی ۲/۴۵۳، البدایہ والنہایہ ۳/۳۴۶، مسند احمد ۱/۱۰۴)

لیکن جہیز کا مطالبہ اور مطلوبہ مقدار نہ ملنے پر اظہار ناراضگی اور تعلقات کی کشیدگی ہمارے سماج کا وہ ناسور ہے جو گھن کی طرح سماج کے اعلیٰ اخلاقی اقدار کو کھاتا جارہا ہے، جہیز

کی یہ لعنت لڑکی کے اولیاء کو حرام طریقوں سے کسب معاش کی راہوں پر لے جاتی ہے یا پھر وہ قرض کے ایسے بوجھ میں دب جاتے ہیں کہ سر اٹھانا مشکل ہو جاتا ہے۔

اسلام اس رسم بد کا خاتمہ اسی لئے چاہتا ہے؛ تاکہ نکاح کا عمل آسان ہو سکے، سماج کے افراد ضیق، پریشانی، بحران اور معصیت کی ہر لعنت سے محفوظ رہ سکیں، لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں ہے، یہ زیادہ سے زیادہ مباح کہی جاسکتی ہے، اس میں اسراف سے بچنے اور محتاط رہنے کی ضرورت ہے، اسی طرح لڑکے والوں کی طرف سے بارات کا التزام غیر شرعی ہے، اس سے اجتناب ہونا چاہئے۔

ولیمہ اور اسراف

اسلام نے ولیمہ کو سنت قرار دیا ہے، اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ نکاح کا اعلان اور تشہیر ہو جاتی ہے جو بجائے خود مطلوب شرعی ہے، اور دوسروں کو نکاح کی ترغیب بھی ملتی ہے، ولیمہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان اپنی خوشی کے اظہار کے لئے حسب وسعت مخصوص احباب کو بلا کر کچھ کھلا دے، اسراف اور فضول خرچی، اور اپنی شوکت و دولت کے مظاہرے کے لئے دعوتِ عام اور طرح طرح کے کھانوں کا نظم، روح شریعت سے ہم آہنگ عمل نہیں ہے۔ آج ہمارے سماج میں ولیمہ کی دعوتوں میں اس قدر تکلفات در آئے ہیں کہ اوسط و ادنی آمدنی والے افراد کے لئے نکاح مشکل ہوتا جارہا ہے۔ قرآنِ کریم میں یہ اصولی ہدایت دی گئی ہے:

وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيْراً، اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ، وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْراً. (الاسراء ۲۶-۲۷)

ترجمہ: فضول خرچی مت کرو، فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

احادیث میں دعوتِ ولیمہ میں اسراف سے ممانعت آئی ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

طَعَامُ اَوَّلُ یَوْمٍ حَقٌّ، وَطَعَامُ یَوْمِ الثَّانِیْ سُنَّةٌ، وَطَعَامُ یَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَةٌ، وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ. (ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جاء فی الولیمة)

ترجمہ: پہلے دن کا کھانا برحق ہے، دوسرے دن کا کھانا دینی راہ ہے، تیسرے دن کا کھانا شہرت طلبی ہے، جو بھی دکھاوا کرے گا اللہ اسے رسوا کردے گا۔

جمہور علماء وفقہاء کا مسلک یہی ہے کہ ولیمہ دو دن تک جائز ہے، اس سے زیادہ مکروہ ہے، بعض صحابہ سے سات دن تک دعوتِ ولیمہ منقول ہے؛ لیکن وہ اس صورت پر محمول ہے جب ہر روز کے مدعوافراد الگ الگ ہوں۔ (ملاحظہ ہو: درس ترمذی ۳/۳۷۰-۳۷۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”زمانۂ جاہلیت میں لوگ میاں بیوی کے ملاپ سے پہلے ولیمہ کرتے تھے، اسلام نے اس طریقہ کو بدلا، اور زفاف کے بعد ولیمہ مسنون کیا، ولیمہ مسنون کرنے میں مصلحت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ لطیف پیرائے میں نکاح کی تشہیر ہوتی ہے، چوں کہ خانگی زندگی کے نظم وانتظام کے لئے بیوی کی ضرورت ہے، پس حسب خواہش کسی عورت سے نکاح ہوجانا اللہ کی بڑی نعمت ہے، جس کا شکر بجالانا ضروری ہے، ولیمہ اس کی عملی شکل ہے، اور اس میں بیوی اور اس کے خاندان کے ساتھ حسن سلوک بھی ہے، ولیمہ کی کوئی حد متعین نہیں، اسراف سے بچتے ہوئے ہر مقدار جائز ہے، اور اوسط درجہ کا ولیمہ ایک بکری ہے، اسی کا آپ ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں آپ ﷺ نے ایک بکری ذبح کی تھی، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں کھجور اور ستو کھلایا تھا، بعض ازواجِ مطہرات کے ولیمہ میں آپ ﷺ نے دو مد آٹا خرچ کیا تھا، یہ چھوٹا ولیمہ ہے“۔

(تحفۃ الالمعی شرح ترمذی: حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری مدظلہ ۳/۵۰۹-۵۱۰)

یہ ملحوظ رہے کہ ولیمہ کی کوئی حد متعین نہیں ہے، اسراف سے بچتے ہوئے ہر مقدار درست ہے، اوسط درجہ ایک بکری ہے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے شادی انتہائی سادگی سے کی، آپ ﷺ کو شرکت کی زحمت بھی نہ دی، آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے اظہار

خوشی فرمایا اور بکری کے ولیمے کا حکم دیا۔ (ملاحظہ ہو: مشکاۃ باب الولیمہ)

خود آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمے میں صرف کھجور اور ستو کھلا کر مختصر ولیمہ فرمایا۔ (ایضاً)

بعض ازواج کے ولیمے میں آپ ﷺ نے صرف دو مد آٹا خرچ کیا۔ (ایضاً)

سب سے بھاری دعوت ولیمہ آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح پر دی، اور بکری ذبح فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَوْلَمَ عَلىٰ أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَيْهَا، أَوْلَمَ بِشَاةٍ. (بخاری: كتاب النكاح: باب من أولم الخ)

ترجمہ: جتنا بھاری ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح پر آپ ﷺ نے کیا اتنا کسی اور بیوی کے نکاح پر نہیں کیا، پوری ایک بکری ولیمہ میں ذبح کی۔

معلوم ہوا کہ ولیمہ کی دعوتوں میں اعتدال سے کام لیا جائے، اور اسراف سے بچا جائے، اسی طرح دعوت میں مال داروں کے ساتھ ناداروں اور فقراء کو ضرور شامل کیا جائے۔ احادیث میں ایسی ضیافت کو بدترین بتایا گیا ہے جس میں صرف مال دار بلائے جائیں اور فقراء نہ بلائے جائیں۔ (ملاحظہ ہو: بخاری: کتاب النکاح: باب من ترک الدعوۃ)

حاصل گفتگو یہ ہے کہ سنت نکاح کو مہر اور ولیمہ کے اسراف سے، اور جہیز، تلک، بارات، دعوتوں اور تمام باطل رسوم کی لعنتوں سے پاک رکھا جائے، یہی شرعی تقاضا ہے، اور مسلمانوں کی موجودہ صورتِ حال کا چوطرفہ تقاضا بھی یہی ہے۔

○●○

نکاح اور سرپرستوں کی ذمہ داری

شریعت لڑکیوں کے نکاح میں اس کے اولیاء اور سرپرستوں کو ذمہ دار قرار دیتی ہے، اور انہیں یہ تاکید کرتی ہے کہ وہ اپنے طرز عمل سے نکاح میں رکاوٹ ڈالنے والے نہ بنیں؛ بلکہ نکاح کو آسان کریں اور لڑکی کی تمام مصلحتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے لئے مناسب رشتہ تلاش کریں اور اس کی منظوری کے بعد نکاح کرادیں۔

اس سلسلہ میں احادیث میں ایک واقعہ منقول ہے کہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب بیوہ ہوئیں اور ان کے پہلے خاوند حضرت خُنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صاحب زادی کی دوسری شادی کی فکر ہوئی، انہوں نے اپنی ذمہ داری محسوس کی اور پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور پیغام دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غور وفکر کی مہلت لے لی، چند دنوں کے بعد ملاقات ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خوش اسلوبی سے معذرت کرلی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، پیغام دیا، مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے، کوئی جواب نہ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ غصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر آیا، عثمان نے تو معذرت کرلی تھی، مگر انہوں نے چپ سادھ لی، (واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ معلوم تھا، اس لئے خاموش رہے) پھر چند دنوں بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام دیا، نکاح ہوا، اور حضرت حفصہ ام المؤمنین بن گئیں۔ (بخاری: کتاب النکاح: باب عرض الانسان ابنتہ الخ)

فقہی تفصیل کے مطابق اکثر فقہاء کے بقول ولی اور سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح درست ہی نہیں ہوتا، جب کہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ آزاد اور بالغ وعاقل

خاتون کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر درست ہے، ہاں ولی کی اجازت مستحب ہے، لازم نہیں ہے۔ امام صاحبؒ کی دوسری اور مفتیٰ بہ روایت یہ ہے کہ عورت اگر اپنے کفو (جوڑ) میں نکاح کرلے تو ولی کی اجازت کے بغیر درست ہے، ورنہ درست نہیں ہے۔ ذخیرۂ احادیث میں دونوں آراء کی تائید موجود ہے؛ البتہ ولی کی اہمیت اور اس کی سرپرستی، اور عورت کو ولی کی اجازت کے بغیر ازخود نکاح نہ کرنے کی تلقین اور بلا ولی کی اجازت ازخود نکاح کرنے پر سخت ترین وعیدات کے تعلق سے احادیث میں بہت مواد موجود ہے۔

احادیث میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کا حاکم وامیر اس خاتون کا ولی اور سرپرست ہے جس کا کوئی قریبی رشتہ دار اور ولی نہ ہو، یہ بھی وضاحت ہے کہ اگر قریبی رشتہ دار موجود نہ ہو، سفر پر ہو یا قید میں ہو، تو دور کا رشتہ دار یا مسلمانوں کا حاکم (حسب اختلافِ فقہاء) لڑکی کا سرپرست ہوگا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری ۹/۲۲۴، المجموع شرح المہذب ۱۵/۳۰۲، الہدایہ ۲/۳۱۳، باب الاولیاء، تبیین الحقائق ۲/۱۱۷، مسند احمد ۱/۲۵۰)

سرپرستوں کو شریعت کی یہ تلقین بھی ہے کہ وہ لڑکی کے رشتے میں باہم نااتفاقی کے ذریعہ یا کسی اور وجہ سے خلل نہ ڈالیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے:

فَاِنْ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لاَ وَلِیَّ لَهٗ. (مشکاۃ المصابیح باب الولی ۲۷۰ بحوالہ ترمذی ومسند احمد)

ترجمہ: اگر اولیاءِ نکاح باہم اختلاف کریں تو ایسی صورت میں بادشاہ ولی ہوجائے گا۔

بقول امام ابن عبد البرؒ:

''اگر لڑکی کے کئی سرپرست ہوں اور سب درجے میں برابر ہوں، اور باہم اختلاف کریں، کسی رشتے پر متفق نہ ہوں، تو حاکم اپنی صواب دید سے رشتہ طے کرسکتا ہے، وہی

سر پرست سمجھا جائے گا''۔(کتاب الکافی فی فقہ اہل المدینۃ المالکی لابن عبدالبر ۲/۵۲۵)

اولیاء کی یہ ذمہ داری ہے کہ محض اپنی انا اور غیرت کی وجہ سے مناسب رشتہ نہ ٹھکرائیں، اگر عورت کسی رشتے پر راضی ہو، اور وہ مناسب بھی ہو تو سر پرستوں کو اسے قبول کر لینا چاہیے۔حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

''میں نے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، پھر شوہر نے اسے طلاق دے دی، عدت پوری ہونے کے بعد وہی شخص پھر میری بہن کے لئے پیغام لایا، میں نے اسے جھڑک دیا، میں نے کہا کہ میں نے اپنی بہن کا تم سے نکاح کیا، رخصتی کی، تمہیں عزت دی، مگر تم نے کچھ پروانہ کی اور طلاق دے دی، میں ہرگز دوبارہ اسے تمہارے عقد میں نہ دوں گا۔واقعہ یہ ہے کہ وہ آدمی مناسب تھا، اس میں کوئی عیب نہ تھا، میری بہن بھی اس سے دوبارہ عقد چاہتی تھی، چناں چہ قرآن میں آیت اتری: ﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرة: ٢٣٢)﴾ (جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو پھر اس میں مانع نہ ہو کہ وہ اپنے زیر تجویز شوہروں سے نکاح کر لیں، جب کہ وہ معروف طریقے سے مناکحت پر راضی ہوں) چناں چہ میں نے اپنی بہن کا نکاح دوبارہ اسی سے کر دیا''۔(بخاری: کتاب النکاح: باب من قال لانکاح الا بولی)

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لڑکی کے سر پرست کاروباری مزاج اور سوداگرانہ ذہنیت کے حامل ہوتے ہیں، اور وہ ایسے رشتے کی تلاش میں رہتے ہیں جس سے مہر کے نام پر یا کسی اور عنوان سے اچھی رقم مل جائے، اس انتظار میں لڑکی کے مناسب رشتے ٹھکرائے جاتے ہیں اور لڑکی کی عمر ڈھلتی جاتی ہے، کبھی لڑکی ملازمت پیشہ ہوتی ہے، اور اس کے ذریعہ آنے والی تنخواہ کی حرص اور شادی کے بعد اس ذریعۂ آمدنی کے بند ہو جانے کی فکر اولیاء کو لڑکی کا رشتہ کرنے سے روکے رکھتی ہے، اور یہ عمل بالآخر لڑکی کی بے رونق زندگی یا بدکرداری پر منتج ہوتا ہے، اسلام سر پرستوں کو ایسی لالچ اور غفلت سے شدت سے منع کرتا ہے، امام ابن تیمیہؒ نے وضاحت کی ہے کہ لڑکیوں کا مناسب اور بروقت رشتہ کرانا سر پرستوں کا فریضہ ہے، یہ امانت

ہے، جس کی ادائیگی ان کے ذمہ ہے، یہ زبان نبوت میں نصح وخیر خواہی ہے، جس کی رعایت لازم ہے، مناسب رشتہ ٹھکرانا ظلم اور ناقدری ہے، اور یہ جائز نہیں ہے، سرپرستوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ لڑکی کی مصلحت کو مطمح نظر بنائیں، اپنی خواہشات اور اپنی طمع کو پیش نظر نہ رکھیں۔ (ملاحظہ ہو: مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۳۲/۵۲-۵۳)

حاصل یہ ہے کہ لڑکیوں کے تعلق سے اولیاء اور سرپرستوں کے دوش پر اسلام نے انتہائی عظیم، نازک، حساس اور اہم ذمہ داری ڈالی ہے، اور ان سے اس ذمہ داری کو بخوبی نبھانے اور اچھی طرح عہدہ برآ ہونے کا مطالبہ کیا گیا ہے، اگر سرپرست حضرات پوری توجہ اور فکر فرمالیں تو معاشرے کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

○●○

مستحکم و پاکیزہ خوش گوار ازدواجی زندگی کے لئے نکاح سے قبل

اسلام کی ہدایات (ایک جائزہ)

اسلام نکاح کی ترغیب وتاکید کے ساتھ ازدواجی زندگی شروع ہونے سے قبل ایسی کارگر تدبیریں اور مفید طریقے تعلیم فرماتا ہے جن کی پابندی ازدواجی زندگی کو صحیح بنیادوں پر اورمحبت وسکون کی اساسِ خالص پر قائم کرنے میں مددگار ہوتی ہے، اسلام نے نکاح کا ارادہ کرنے والوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ نکاح کا عقد پوری دانش مندی اور ہوش مندی کے ساتھ کیا جائے، یہ عقد جبر واکراہ کے بجائے باہم مشورے سے ہونا چاہیئے، لڑکے اور لڑکی دونوں کو ایک دوسرے سے کسی ذریعہ اور واسطے سے واقف وباخبر ہونا چاہیئے، بہتر یہ ہے کہ لڑکا حدودشرعی میں رہ کر لڑکی کو، اسی طرح لڑکی لڑکے کو دیکھ لے، سر پرست نکاح سے پہلے مشورہ کریں اور مرد وزن کی اجازت کے بغیر اقدام نہ کریں، لڑکی کے والد، لڑکی کی والدہ سے بھی مشورہ کریں، یہ سب اسلام کی حکیمانہ تعلیم کے اجزاء ہیں۔ ذیل میں قدرے تفصیل سے ان کا ذکر کیا جارہا ہے:

پیغام دینے سے قبل لڑکی کو دیکھنا

اسلام کسی بھی مرد کے لئے اجنبی عورت کو دیکھنا جائز نہیں قرار دیتا؛ لیکن مرد کو یہ اجازت ہے کہ پیغام نکاح بھیجنے سے قبل عورت کو دیکھ لے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک لڑکی کو پیغام نکاح دینا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس کو دیکھ لو، اس سے امید ہے کہ تم دونوں میں محبت وموافقت پیدا ہوگی۔ (ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جاء فی النظر الی المخطوبہ)

دیکھنے کی اس اجازت کا منشا یہ ہے کہ عورت کا ناک نقشہ اور رنگ وروپ معلوم ہوجائے، یہ بھی جان لیا جائے کہ لڑکی میں کوئی عیب نہیں ہے۔

جمہور علماء نکاح سے قبل دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں، حدیث میں دیکھنے کا جو حکم ہے وہ وجوبی نہیں؛ بلکہ استحبابی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو اگر دیکھ سکتا ہو تو دیکھ لے۔ (المستدرک ۱۶۵/۲)

مزید ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو دیکھنے میں کوئی گناہ اور حرج نہیں ہے، اگرچہ عورت کو علم نہ ہو۔ (مسند احمد ۴۲۴/۵)

ان روایتوں سے واضح ہوگیا کہ دیکھنے کا حکم لازمی نہیں؛ بلکہ استحبابی ہے۔

دیکھنے کا دائرۂ کار کیا ہے؟ اور عورت کے کتنے حصے کو دیکھا جاسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء کی رائیں جدا جدا ہیں، علامہ ابن حزمؒ وغیرہ جسم کے ہر ہر حصہ کو دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ۱۱۹/۲۰)

لیکن دیگر فقہاء اس عموم کی سخت تردید کرتے ہیں، اکثر فقہاء چہرے اور ہتھیلیوں کو دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ (المغنی ۳۷/۷) اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ چہرہ دیکھ کر جمال کا اندازہ ہوجاتا ہے، اور ہتھیلیوں سے جسم کی نرمی وسختی معلوم ہوجاتی ہے۔ (الفقہ الاسلامی للزحیلی ۲۳/۷)

امام ابوحنیفہؒ نے پیر دیکھنے کی بھی اجازت دی ہے۔ (ایضاً)

امام احمد بن حنبلؒ کے بقول: ’’چہرہ، گردن، ہاتھ، پاؤں، سر، پنڈلی، ان چھ اعضاء کا دیکھنا درست ہے۔ (ایضاً)

امام اوزاعیؒ کے بقول شرم گاہ کے علاوہ ہر حصۂ جسم دیکھا جاسکتا ہے۔ (فتح الباری ۲۲۷/۹)

ان تمام اقوال میں وہی قول راجح اور معقول ہے جس میں چہرہ اور ہتھیلیوں کو دیکھنے کی اجازت ہے، جسے اس سے زائد کی جستجو ہو وہ کسی تجربہ کار خاتون کے ذریعہ پتہ لگا سکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاتون سے نکاح کرنا چاہا تو پہلے ایک

تجربہ کار خاتون حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھنے بھیجا اور تاکید کی کہ پیروں کو اچھی طرح دیکھ لیا جائے اور دانت اور منہ کے اندر بدبو ہے یا نہیں، اس کا پتہ لگالیا جائے، چناں چہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تدبیر اختیار کی اور دونوں باتوں کا پتہ لگالیا۔ (مستدرک ۱۶۶/۲، نیل الاوطار ۱۱۰/۶)

پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ لڑکا خود دیکھے تو صرف شکل وصورت ہی جان سکتا ہے، سیرت واخلاق کا پتہ تو قابل اعتماد خواتین ہی کے ذریعہ چل سکتا ہے۔

حضرت امام مالکؒ کے بقول لڑکی کو دیکھنے سے پہلے اس سے اجازت لینی ضروری ہے، بلا اجازت نہیں دیکھ سکتا۔ (فتح الباری ۲۲۷/۹) لیکن دیگر تمام فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اجازت کے بغیر دیکھ سکتا ہے، تاہم یہ دیکھنا پیغام دہی سے قبل ہونا چاہئے، اور اس کا لحاظ ہونا چاہئے کہ لڑکی کو یا اس کے اہل خانہ کو ناگوار نہ ہو؛ اس لئے بہتر یہ ہے کہ چھپ کر دیکھ لیا جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو پیغام دینے کا ارادہ کیا، میں اسے چھپ کر دیکھنے کی کوشش کرتا تھا، یہاں تک کہ میں نے وہ خوبی دیکھ لی جو میرے لئے اس سے نکاح کا باعث تھی، پھر میں نے اس سے نکاح کرلیا۔ (ابوداؤد شریف)

لڑکے کو دیکھنا

شریعت میں لڑکی کے لئے بھی نکاح سے قبل لڑکے کو دیکھنے کی گنجائش ہے، حضراتِ شوافع سے اس کے استحباب کی صراحت منقول ہے، وہ لڑکی کے لئے لڑکے کا چہرہ اور ہتھیلی دیکھنا جائز بتاتے ہیں۔ (مواہب الجلیل شرح مختصر الخلیل: ابوعبداللہ محمد بن محمد طرابلسی ۴۰۵/۳)

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اور ایک دوسرے عرب جوان نے کسی خاتون کو پیغام نکاح دیا، عورت نے یہ طے کیا کہ پہلے دونوں کو دیکھے گی، پھر فیصلہ کرے گی، دونوں مقررہ وقت اور مقام پر پہنچے، عورت نے ان کو

ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے ان کو دیکھ سکے اور سن سکے، وہ نوجوان خوب صورت تھا، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ سوچا کہ کہیں یہ نوجوان فائق نہ ہوجائے، انہوں نے حکمت عملی اختیار کی، اور اس نوجوان سے کہا کہ تم بڑے حسن و جمال کے مالک ہو، تم میں اور کیا خوبیاں ہیں؟ وہ نوجوان جوش میں آ گیا اور اپنے کمالات شمار کرانے لگا، آخر میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہارا حساب کیسا ہے؟ اس نے کہا کہ میں حساب کے معاملہ میں بہت اصولی، سخت اور بیدار مغز رہتا ہوں، پائی پائی کا حساب لیتا اور رکھتا ہوں، اس پر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا معاملہ اس سے جدا ہے، میں تو اپنی سب دولت وسامان گھر میں ڈال دیتا ہوں، گھر والے بے تردد خرچ کرتے ہیں، میں کوئی حساب نہیں لیتا، سامان ختم ہوتا ہے بلا تاخیر پھر لے آتا ہوں، بس اس پر عورت نے فیصلہ کرلیا کہ اسے پائی پائی کا حساب لے کر زندگی اجیرن کرنے والے خوب صورت نوجوان کے بجائے انتہائی فراخ دل اور سیر چشم عمر دراز شخص مغیرہ کا رشتہ منظور ہے، پھر شادی ہوگئی۔ (الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ۔۳۷-۳۸)

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حد شرعی کی پاس داری کے ساتھ لڑکی کے لئے قبل از نکاح لڑکے کو دیکھنا درست ہے۔

دعوتِ احتیاط

یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ پیغام نکاح عقد نہیں ہے، محض وعدۂ عقد ہے، اس لئے ایسے موقعے پر لڑکے اور لڑکی کو ہمہ وقت اختلاط سے بچنا چاہئے، منگنی وغیرہ کے بعد مرد وزن کا آزادانہ اختلاط یورپ کے کلچر کا حصہ ہے، اور یہ کہنا کہ ''شادی سے قبل کی ملاقاتیں ماحول سازگار کرتی ہیں اور دلوں میں محبت پیدا کرتی ہیں اور ان سے ہونے والے عقد میں پختگی آتی ہے'' یہ بالکل تصوراتی اور افسانوی بات ہے، یہ ملاقاتیں اور تفریحیں زنا کے مواقع پیدا کرتی ہیں، اور ہونے والے رشتے کو توڑنے میں معاون ہوتی ہیں، عربی کا مقولہ ہے:

كُلُّ خَاطِبٍ كَاذِبٌ.

ترجمہ: ہر پیغام دینے والا جھوٹا ہوتا ہے۔

اس کا مفہوم یہی ہے کہ پیغام نکاح دے کر اس بہانے سے ملاقاتیں اور تفریحیں رچانے والے لوگ بالعموم جھوٹے ہوتے ہیں، اور ایسے تعلقات باضابطہ شرعی عقد کی حد میں آنے سے قبل ہی ختم ہو جاتے ہیں، اس لئے بے حد پھونک پھونک کر قدم اٹھانے اور محتاط وہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

لڑکی سے اجازت طلبی

اسلام نے سرپرستوں کو یہ تاکید کی ہے کہ لڑکیوں کے نکاح سے قبل ان سے ضرور اجازت لے لی جائے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"یہ جائز نہیں کہ عورتوں کے نکاح کا پورا اختیار مردوں کو دے دیا جائے؛ کیوں کہ اولیاء وہ بات نہیں جانتے جو عورت اپنی ذات کے بارے میں جانتی ہے، اور نکاح کا گرم سرد بھی اسی کو چکھنا پڑے گا، اس لئے اس کی مرضی معلوم کرنا ضروری ہے، پھر شوہر دیدہ عورت سے صراحۃً اجازت لینی ضروری ہے، کنواری عاقلہ بالغہ لڑکی سے بھی اجازت لینی ضروری ہے، اور اس سے اجازت لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ انکار نہ کرے، جس کا ادنی درجہ خاموشی ہے، اگر لڑکی نابالغہ ہو تو اس سے اجازت لینی ضروری نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کی کوئی رائے نہیں ہوتی، اس کا نکاح ولی اپنی صواب دید سے کر سکتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی صواب دید سے کیا تھا، جب کہ ان کی عمر کل چھ سال تھی۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغہ، از: مفتی سعید پالن پوری صاحب مدظلہ ۵/۵۷)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ سے لڑکی سے اجازت کا مسئلہ دریافت کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی مرضی معلوم کی جائے گی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ لڑکی شرمائے تو کیا ہو؟ فرمایا: خاموشی ہی اس کی طرف سے اجازت ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

لاَ تُنکَحُ الثَّیِّبُ حَتّٰی تُستَأْمَرَ، وَلَا تُنکَحُ الْبِکْرُ حَتّٰی تُستَأْذَنَ وَإِذْنُهَا الصُّمُوتُ. (ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جاء فی استیمار البکر والثیب)

ترجمہ: شوہر دیدہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے حکم (صریح اجازت) لے لی جائے، اور کنواری کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لے لی جائے، اور اس کی اجازت (کا ادنی درجہ) خاموشی ہے۔

ان احادیث کا ماحصل یہی ہے کہ عورت سے بہرحال اجازت لی جائے، کنواری لڑکی کی اجازت کا ادنی درجہ خاموشی اس وقت معتبر ہے جب قرائن سے اس کی رضامندی معلوم ہوتی ہو۔

لڑکی کو مجبور نہ کرنا

مذکورہ بالا حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بالغ و عاقل لڑکی کو مجبور کرنا شرعی لحاظ سے درست نہیں ہے، اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے، اور عقل بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

(زادالمعاد لابن القیم ۴/۳)

امام ابن تیمیہؒ سے پوچھا گیا کہ کیا باپ اپنی کنواری بالغ لڑکی کو نکاح پر مجبور کر سکتا ہے؟ مجبور کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ:

''مجبور کرنا عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے، ولی اور سرپرست کھانے، پینے، لباس اور خرید و فروخت پر جب مجبور نہیں کر سکتا، تو لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف شادی پر کیسے مجبور کر سکتا ہے؟ ازدواجی رشتہ سکون و محبت کا متقاضی ہوتا ہے، اور جبریہ شادی میں سکون اور محبت دونوں ناپید رہتے ہیں''۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۲/۲۵)

بلا اجازت شادی کا حکم

اسلام نے لڑکی کی رضامندی اور اجازت کو اس درجہ اہمیت دی ہے کہ اگر سرپرست

بغیر اجازت لئے لڑکی کا نکاح از خود کر دیں اور لڑکی کو وہ رشتہ پسند نہ ہو، تو لڑکی کو نکاح فسخ کرنے اور رشتہ ختم کرنے کا اختیار حاصل ہے، ملحوظ رہے کہ یہ اختیار شوہر دیدہ اور کنواری دونوں طرح کی عورتوں کو حاصل ہے۔

شوہر دیدہ کے سلسلہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ خنساء بنت خذام انصاریہ کا نکاح ان کے والد نے ان سے پوچھے بغیر کر دیا، وہ بیوہ تھیں، جنگ احد میں ان کے شوہر شہید ہو گئے تھے، جب ان کو پتہ چلا تو انہوں نے اس نکاح کو ناپسند کیا، اور آپ ﷺ کے سامنے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا، تو آپ ﷺ نے اس نکاح کو رد کر دیا۔ (بخاری کتاب النکاح: باب اذا ازوج ابنتہ وہی کارہۃ فنکاحہ مردود)

کنواری عورت کے سلسلہ میں یہ مروی ہے کہ ایک کنواری لڑکی خدمتِ نبوی میں آئی، اورعرض کیا کہ میرے باپ نے میری شادی کر دی ہے، اور میری مرضی نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو نکاح ختم کرنے کا اختیار دے دیا۔ (ابن ماجہ: کتاب النکاح، باب من زوج ابنتہ وہی کارہۃ)

اسی مضمون کی ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ ایک نوجوان خاتون ان کے پاس آئیں اور بولیں کہ میرے باپ نے اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کر دیا ہے، وہ لڑکا مناسب نہیں ہے، میں اس پر راضی نہیں ہوں، میں کیا کروں؟ حضرت عائشہؓ نے ان کو روکے رکھا، جب آپ ﷺ آئے، اور مقدمہ آپ ﷺ کے سامنے آیا تو آپ ﷺ نے اسے نکاح ختم کرنے کا اختیار دے دیا، اِس پر وہ خاتون بولی کہ اب میں یہ رشتہ منظور کر لیتی ہوں، میں تو صرف یہ جاننا چاہتی تھی کہ عورت کو اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ میں عورتوں کو یہ مسئلہ بتانا چاہتی تھی کہ سرپرستوں اور والدین کو زبردستی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

(نسائی: کتاب النکاح: البکر یزوجہا ابوہا وہی کارہۃ، وابن ماجہ: باب من زوج ابنتہ)

حاصل یہ ہے کہ شادی کے سلسلہ میں اسلام نے عورتوں کو وسیع اختیارات عطا کئے

ہیں، پورے ذخیرۂ حدیث میں ایسا ایک واقعہ بھی نہیں ملتا کہ عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا ہو اور آپ ﷺ نے اس کو رد فرما دیا ہو؛ بلکہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ ﷺ نے نکاح فرمایا تو ان کا کوئی ولی موجود نہ تھا، انہوں نے اپنے بہنوئی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وکیل بنایا تھا، جو کہ ولی نہیں تھے، تو یہ نکاح ولی کی اجازت کے بغیر ہوا۔ (تحفۃ الالمعی ۳/۵۲۹)

اسلام خاندان کی تعمیر مستحکم اور اٹوٹ بنیادوں پر چاہتا ہے؛ اس لئے وہ ہر بالغ عورت کی اجازت اور رضامندی کو لازمی قرار دیتا ہے، اور جبریہ شادی کو ختم کرنے کی اجازت خواتین کو مرحمت کرتا ہے۔ (اس موضوع کی تفصیلات فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۲/۲۲-۵۲ میں دیکھی جاسکتی ہیں)

لڑکی کی شادی میں ماں سے مشورہ

لڑکی کے باپ اور اولیاء کو اس کی بھی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ لڑکی کے نکاح سے قبل لڑکی کی ماں سے بھی مشورہ اور رائے طلب کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

اٰمِرُوْا النِّسَاءَ فِیْ بَنَاتِهِنَّ. (مسند احمد ۲/ ۳٤)

ترجمہ: عورتوں سے ان کی لڑکیوں کے بارے میں مشورہ اور رائے لے لیا کرو۔

امام ابن قدامہؒ کے بقول: ''بیٹی کی محبت اور اس کی آئندہ زندگی کی فکر اور اس کی مصلحتوں کے خیال میں ماں کا مقام بہت اونچا ہے، اس لئے اس کی رائے کی اہمیت ہے، پھر اس سے مشورہ طلبی میں اس کی دل جوئی بھی ہے''۔ (المغنی ۶/۴۹۱)

بالعموم بیٹیاں رشتوں وغیرہ کے حوالے سے اپنے دل کے جذبات واحساسات اور اپنے ذہنی خلجانات ماں ہی سے بیان کرتی ہیں، اس لئے ان کی رائے جاننے کے لئے ماؤں سے مدد لینا بہت مناسب ہے۔

○●○

ازدواجی زندگی میں عورتوں کی ذمہ داریاں

مرد وعورت ازدواجی رشتے میں منسلک ہونے کے بعد انتہائی پاکیزہ اور پر محبت زندگی گذاریں، ان کے قدم بدکاری اور گناہ کی راہ پر چلنے کو تیار نہ ہوں، اور ان کی زندگی مسرت اور سکون کا گہوارہ بن جائے، اسلام کا یہی مطالبہ ہے، اسی لئے اسلام نے ایک طرف مردوں کو بڑی اہمیت کے ساتھ تاکید کی ہے:

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْراً. (ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جاء فی حق المرأة)

ترجمہ: عورتوں کے بارے میں اچھے سلوک اور برتاؤ کی میری تاکید کو قبول کرو۔

اور فرمایا:

اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَاناً اَحْسَنُهُمْ خُلُقاً، وَخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَاءِ کُمْ. (ایضاً)

ترجمہ: سب سے کامل اہل ایمان وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو، تم میں بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے بہتر ہوں۔

دوسری طرف عورتوں کے بارے میں فرمایا:

لَوْ کُنْتُ آمِراً أَحَداً أَنْ یَسْجُدَ لَأَحَدٍ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا. (ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جاء فی حق الزوج)

ترجمہ: اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا (غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی ذرا بھی گنجائش ہوتی) تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اس حدیث کا مقصد شوہر کو عورت کے لئے معبود کا مقام دینا ہرگز نہیں ہے؛ بلکہ اس کا مقصد عورت کے لئے شوہر کی اہمیت پر زور دینا ہے اور یہ بتانا ہے کہ شوہر کے بغیر عورت کو سماج میں نہ عزت مل سکتی ہے اور نہ حفاظت، اس لئے اسے ازدواجی زندگی باہم توافق اور محبت کے ساتھ گذارنی چاہئے، اور اعراض وانکار کی روش نہ اپنانی چاہئے، شوہر کی اہمیت کیا ہے؟ بیوہ اور طلاق یافتہ خواتین سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

شریعت نے کام یاب اور خوش گوار ازدواجی زندگی کے حقوق اور ہدایات کی ایک فہرست مرتب کردی ہے، جس کے آئینے میں ہم اپنے کردار کا جائزہ لے کر اپنے خانگی وعائلی نظام کو جنت نظیر اور اپنی شادی کو خانہ آبادی کا واقعی ذریعہ بنا سکتے ہیں۔ چند اہم امور کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے:

شوہر کی اطاعت

قرآنِ کریم میں نیک عورت کی ایک نمایاں علامت ''قانتات'' (شوہر کی اطاعت کرنے والی) بتائی گئی ہے۔ (النساء:۳۴)

بیوی کی اولین ذمہ داری شوہر کی اطاعت ہے، شوہر کی نافرمانی اور اس کے حکم کی تعمیل نہ کرنا قابل لعنت اور موجب غضب الٰہی عمل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ: مَا مِنْ رَجُلٍ یَدْعُوْ اِمْرَأَتَہٗ اِلٰی فِرَاشِھَا فَتَأْبٰی عَلَیْہِ اِلَّا کَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ سَاخِطاً عَلَیْھَا حَتّٰی یَرْضٰی عَنْھَا۔ (مشكاة المصابيح: كتاب النكاح: باب عشرة النساء)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جو مرد اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ منع کر دے، تو جب تک مرد خوش نہ ہو جائے، خدا ایسی عورت سے ناراض

رہتا ہے، (اس لئے کہ اس کا یہ انکار شوہر کو خدانخواستہ حرام میں مبتلا کر سکتا ہے)

مزید ارشاد ہے:

اِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهُ اِلیٰ فِرَاشِهٖ، فَأَبَتْ أَنْ تَجِيْءَ، لَعَنَتْهَا الْمَلائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ. (بخاری: كتاب النكاح: باب اذا باتت المهاجرة)

جب مرد عورت کو بستر پر بلائے، وہ آنے سے منع کردے تو صبح تک ایسی عورت پر فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے:

اِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلائِكَةُ حَتّٰى تَرْجِعَ. (ایضاً)

ترجمہ: اگر عورت شوہر کے بستر سے الگ رات گذارے (اور شوہر کی بات ماننے پر راضی نہ ہو) تو جب تک وہ شوہر کے بستر پر لوٹ نہ آئے، فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

ملحوظ رہے کہ شرعی عذر کے بغیر اگر عورت مرد کی خواہش پوری نہ کرے، تو اس کا یہ عمل قابل غضب و لعنت ہے۔

احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:

ثَلاثَةٌ لا تُقْبَلُ لَهُمْ صَلاةٌ وَلا يَصْعَدُ لَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ حَسَنَةٌ: اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ، وَالسَّكْرَانُ حَتّٰى يَصْحُوَ، وَالْمَرْأَةُ السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا حَتّٰى يَرْضىٰ. (مجمع الزوائد ٣١٣/٤)

ترجمہ: تین بدنصیب ایسے ہیں جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ کوئی نیکی بارگاہِ الٰہی میں معتبر ہوتی ہے: (۱) آقا کی اجازت کے بغیر بھاگا ہوا غلام جب تک کہ لوٹ نہ آئے (۲) نشہ میں مست و مدہوش، جب تک کہ ہوش نہ

آ جائے (۳) وہ عورت جس کا شوہر (معقول اسباب کی وجہ سے) ناراض ہو، جب تک شوہر خوش نہ ہو جائے۔

عورت کو یہ تلقین کی جا رہی ہے کہ:

اِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهٖ، فَلِتَأْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ. (ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جاء فی حق الزوج)

ترجمہ: جب آدمی اپنی حاجت کے لئے (صحبت کے لئے) بیوی کو بلائے تو بیوی ضرور جائے؛ اگر چہ وہ چولہے پر ہو۔

ایک حدیث میں عورت کو شوہر کا یہ حق بتایا گیا ہے:

لَا تَمْنَعُهُ نَفْسَهَا وَاِنْ كَانَتْ عَلٰى ظَهْرِ قَتَبٍ. (کنز العمال ۳۳۹/۱۶)

ترجمہ: عورت شوہر سے اپنے نفس کو نہ روکے خواہ اونٹ کے پالان پر کیوں نہ بیٹھی ہو۔

اسلام ایک طرف عورت کی یہ ذمہ داری بتا رہا ہے کہ وہ شوہر کے جائز مطالبات کو رد نہ کرے، دوسری طرف یہ بھی تاکید کرتا ہے کہ عورت کے لئے شوہر کے حقوق میں کوتاہی کر کے نفل عبادتوں میں مشغول رہنا درست نہیں ہے۔ احادیث میں عورت کو شوہر کا حق ادا کرنے کے بجائے بہت لمبی نفل نمازوں سے اور شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزے رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہماری موجودگی میں ایک خاتون آئی، اور عرض کیا کہ میرے شوہر صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ مجھے نماز پڑھنے پر مارتے ہیں، روزے سے رہوں تو روزہ تڑوا دیتے ہیں، اور خود دن چڑھے نماز پڑھتے ہیں، اتفاقاً حضرت صفوان رضی اللہ عنہ مجلس میں موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے تحقیق کی، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ نماز میں دو

لمبی لمبی سورتیں پڑھتی ہے جس سے میں منع کرتا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا: ایک سورت کافی ہے، صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ نفلی روزے رکھتی چلی جاتی ہے، میں نوجوان آدمی ہوں، مجھے صبر نہیں آتا، آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے"۔ (ابوداؤد: عون المعبود ۲/۳۰۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے راوی ہیں:

لَا تَصُوْمُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِإِذْنِهٖ. (بخاري: كتاب النكاح: باب صوم المرأة)

ترجمہ: شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر عورت روزہ نہ رکھے۔

ملحوظ رہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ عورت کے لئے ناجائز ہے؛ اس لئے کہ شوہر کو ہمہ وقت بیوی سے نفع اٹھانے کا شرعی حق حاصل ہے، جس کی ادائیگی عورت کے ذمہ فوری ضروری ہے، اس لئے نفل عبادت پر اس کو فوقیت حاصل ہوگی۔ (فتح الباری ۹/۲۹۶) ہاں شوہر کے لئے مناسب ہے کہ خود بیوی کی رعایت کرے، اور ضبط سے کام لے کر عبادت میں خلل انداز نہ ہو۔

بہرحال شوہر کی اطاعت بیوی کی اولین ذمہ داری ہے۔ ایک حدیث میں بہترین عورت کی علامت بیان ہوئی ہے:

خَيْرُ النِّسَاءِ اِمْرَأَةٌ اِذَا نَظَرْتَ اِلَيْهَا سَرَّتْكَ، وَاِذَا اَمَرْتَهَا اَطَاعَتْكَ، وَاِذَا غِبْتَ عَنْهَا حَفِظَتْكَ فِيْ مَالِهَا وَنَفْسِهَا. (تفسير ابن كثير ٤٥/٢)

ترجمہ: بہترین عورت وہ ہے کہ جب اسے دیکھو خوش ہو جاؤ، جب اسے کوئی حکم دو تو اطاعت کرے، جب تم غائب ہو تو اپنے نفس و مال کی حفاظت کرے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَاَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيْلَ لَهَا: اُدْخُلِيْ الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ الْأَبْوَابِ شِئْتِ. (ایضاً)

ترجمہ: جو عورت پنج وقتہ نمازوں اور رمضان کے روزوں کی پابند ہو، شرم گاہ کی حفاظت کرے اور شوہر کی اطاعت کرے، اس سے روز قیامت کہا جائے گا: ''جنت میں جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ''۔

اسی طرح ایک حدیث میں فرماں بردار بیویوں کے لئے ہوا میں پرندوں کے، دریا میں مچھلیوں کے، جنگلوں میں درندوں کے اور آسمانوں میں فرشتوں کے استغفار کا ذکر آیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: معارف القرآن ۳۹۹/۲ بحوالہ البحر المحیط) اور شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلنے پر وعید آئی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ بیوی کے ذمے شوہر کی اطاعت انہیں کاموں میں ضروری ہے جو معصیت نہ ہوں، اگر شوہر معصیت اور اللہ کی نافرمانی کا حکم کرے تو پھر اس کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ خدمت نبوی میں ایک عورت آئی، اور کہنے لگی کہ میری بیٹی کے سر کے بال چیچک کی وجہ سے گر گئے ہیں، اس کا شوہر یہ کہتا ہے کہ میں اس کے بالوں میں دوسرے بال جوڑ دوں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بال جوڑنے والیوں پر لعنت کی گئی ہے۔ (ملاحظہ ہو: بخاری کتاب النکاح: باب لاتطیع المرأۃ زوجہا فی معصیۃ)

شریعت کا یہ مسلمہ اصول ہے:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ.

ترجمہ: اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

لَا طَاعَةَ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ، اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِیْ الْمَعْرُوْفِ.

(مسلم: کتاب الامارة: باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة الخ)

ترجمہ: اللہ کی معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے، اطاعت تو صرف معروف میں ہے۔

شوہر کی رضا جوئی

بیوی کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ ہمہ وقت اپنے شوہر کو خوش رکھنے کی فکر کرے، اور اپنے ہر گفتار و رفتار، قول و عمل، سیرت و کردار اور نقل و حرکت سے شوہر کو راضی رکھنے کی فکر کرے، اور اس کو ناراض کرنے والے کاموں اور باتوں سے گریز کرے، عائلی زندگی کا استحکام اور حسن اسی سے وابستہ ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

أَیُّمَا امْرَأَةٍ بَاتَتْ أَوْ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ، دَخَلَ الْجَنَّةَ.

(ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جاء فی حق الزوج)

ترجمہ: جس عورت کا اس حال میں انتقال ہو (یا رات گذارے) کہ شوہر اس سے خوش ہو، وہ جنت میں داخل ہوگی۔

اسی سلسلہ میں عورتوں کو یہ بھی تاکید ہے کہ وہ شوہر کے لئے بناؤ سنگار کریں، یہ شوہر کو خوش کرنے کا مؤثر ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ سے بہتر خاتون کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلَّتِیْ تَسُرُّهٗ اِذَا نَظَرَ، وَتُطِیْعُهٗ اِذَا اَمَرَ. (مستدرک ۲/۳۷۰)

ترجمہ: وہ عورت کہ جب مرد اسے دیکھے تو خوش ہو جائے، اور مرد حکم دے تو تعمیل کرے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک غزوے سے آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ واپس آرہے تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، انہیں واپسی کی جلدی تھی، مدینہ سے باہر جب قافلہ پہنچا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جلدی سے شہر کے اندر جانا چاہا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ رک جاؤ، دیر میں جانا؛ تاکہ عورتیں تیار ہوسکیں اور بناؤ سنگار کرسکیں، اور تمہاری طبیعت ان سے مل کر خوش ہوجائے، اچانک جانے سے ممکن ہے کہ ان کو بغیر زینت وتیاری دیکھ کر تم منقبض ہوجاؤ، اور ازدواجی تعلقات میں دراڑ پڑجائے۔ (صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب تستحد المغیبۃ وتمتشط)

ایک حدیث میں لمبے سفر پر جانے والے شخص کو رات میں بلا اطلاع گھر لوٹنے سے اسی لئے روکا گیا ہے کہ کہیں بیوی شوہر کے حسب منشا حال میں نہ ہو اور یہ چیز تعلقات کی ناخوش گواری کا باعث ہوجائے۔

عورتوں کی شوہروں کے لئے زیب وزینت مطلوب شرعی ہے، اور بے زینت انداز زندگی اور اجاڑ ویران کیفیت خواہ اس میں شوہر کی بے التفاتی باعث ہو یا عورت کی غفلت، شرعاً قابل مذمت ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ صاحب ثروت صحابی تھے، انہوں نے روزانہ دن میں روزہ اور رات بھر عبادت کا معمول بنا رکھا تھا، اس طرح اہلیہ کا حق مجروح ہورہا تھا، پہلے اہلیہ زینت وآرائش کرتی تھیں، شوہر کی یہ بے التفاتی دیکھ کر اس سے گریز کرنے لگیں، اسی دوران بعض ازواجِ مطہرات سے ملنے گئیں، ان کی اجڑی حالت اور بے رونقی وسادگی دیکھ کر یہ سوال کیا گیا کہ کیا شوہر سفر پر ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کا قیام بھی سفر کی طرح ہے، یعنی رہنے نہ رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، انہیں نہ دنیا کی آرزو ہے اور نہ بیوی کی چاہت، آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو حقوق میں توازن رکھنے کی تاکید کی، چناں چہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیوی کی طرف توجہ دی اور پھر ان کی اہلیہ زینت وآرائش کرنے لگیں۔ (نیل الاوطار ۶/۲۱۸)

معلوم ہوا کہ عورت کا زیب و زینت کا عمل - اگر شوہر کے لئے ہو- تو قابل تعریف عمل ہے، صحابیات کی زندگی میں شوہر کو خوش رکھنے کے لئے بے شمار نمونے موجود ہیں۔ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ کسی وجہ سے ناخوش ہو گئے تو وہ بے چین ہو گئیں، اور آپ ﷺ کو خوش کرنے کی تدبیریں سوچتی رہیں، بالآخر آپ ﷺ کو خوش کرنے کے لئے اپنی باری کی رات (جسے وہ نعمت عظمیٰ سمجھا کرتی تھیں) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دی، آپ ﷺ کو اس سے قلبی مسرت ہوئی، اس واقعے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلم خاتون کو اپنے شوہر کو خوش رکھنے کا کس درجہ اہتمام کرنا چاہئے؟

قدردانی، احسان مندی اور شکر گذاری

عورت کے لئے شوہر بہت بڑا محسن ہوتا ہے، جو اس کے تحفظ کے ساتھ ہی اس کی ضروریات کی کفالت، اس کی دل بستگی کے سامان کی فراہمی اور اس کی دل جوئی کرتا ہے، اس لئے عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ شوہر کی شکر گذار اور احسان شناس بنے، اور کبھی ناقدری اور ناسپاسی اور احسان فراموشی نہ کرے۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک بار آپ ﷺ کا گذران کے پاس سے ہوا، وہاں اور بھی خواتین تھیں، سب کو مخاطب کر کے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِیَّاکُنَّ وَکُفْرَ الْمُنْعِمِیْنَ، لَعَلَّ اِحْدَاکُنَّ تَطُوْلُ اَیْمَتُھَا مِنْ اَبَوَیْھَا، ثُمَّ یَرْزُقُھَا اللّٰہُ زَوْجاً، وَیَرْزُقُھَا مِنْہُ وَلَداً، فَتَغْضَبُ الْغَضْبَۃَ، فَتَکْفُرُ، فَتَقُوْلُ: مَا رَأَیْتُ مِنْکَ خَیْراً قَطُّ. (الادب المفرد ۴۰۳، مجمع الزوائد ۳۱۱/۴)

ترجمہ: اپنے محسن اور نعمت بخشنے والے شوہروں کی ناشکری سے بچو، تم میں کوئی اپنے والدین کے ہاں عرصۂ دراز تک بے نکاح بیٹھی رہتی ہے، پھر اللہ اسے شوہر عطا فرماتا ہے، پھر اللہ اسے اولاد دیتا ہے، اس کے باوجود اگر کبھی عورت

شوہر سے کسی بات پر ناراض ہوتی ہے تو یہ کہہ اٹھتی ہے کہ میں نے تم سے کبھی کوئی خیر نہیں دیکھا۔

اسی مضمون کی ایک حدیث یہ بھی ہے کہ عید کے موقعے پر خطبے میں آپ ﷺ نے عورتوں کو بطور خاص خطاب کرتے ہوئے ان کو صدقہ کی تاکید کی اور فرمایا کہ مجھے یہ دکھایا گیا ہے کہ عورتیں جہنم میں زیادہ ہیں، اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ عورتیں لعن طعن بہت کرتی ہیں، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شوہر کی ناشکری بہت کرتی ہیں۔ (مشکاۃ المصابیح: کتاب الایمان)

یہ عورتوں کی مخصوص فطری کمزوری ہے، اور بالعموم عورتیں اس پر قابو پانے کی کوشش نہیں کرتیں، ذرا ذرا سی بات پر ناراضی کا طویل سلسلہ شروع کر دیتی ہیں، جس کی بنا پر بسا اوقات ازدواجی زندگی کی شیرینی اور مٹھاس، تلخی اور کڑواہٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔

ایک حدیث میں صراحت کے ساتھ ارشاد ہے:

لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰى اِمْرَأَةٍ لَا تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا، وَهِيَ لَا تَسْتَغْنِيُ عَنْهُ. (الترغیب والترھیب ۵۸/۳)

ترجمہ: اللہ ایسی عورت کی طرف نگاہِ رحمت نہیں فرماتا جو شوہر کی شکر گذار نہ ہو، جب کہ وہ کسی وقت بھی شوہر سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔

حضرت حصین بن محصن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کی پھوپھی آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں، آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تم شادی شدہ ہو؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ شوہر کے ساتھ تمہارا سلوک کیسا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا بات ہوئی؟ یاد رکھو کہ شوہر تمہارے لئے جنت ہے یا جہنم ہے، یعنی اس کو راضی رکھو گی تو جنت ملے گی، ورنہ جہنم کی مستحق ہو گی۔ (الترغیب والترھیب ۵۲/۳)

خدمت

شوہر کے احسانات کا تقاضا یہ ہے کہ عورت شوہر کی خدمت خوش دلی سے کرے،

خدمت احسان مندی اور رضا جوئی کی واضح علامت ہے، شوہر کی خدمت واطاعت اور اس کی حقوق شناسی کا عمل شریعت میں جہاد کے مساوی ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ عہد نبوی میں خواتین نے ایک معزز خاتون کو اپنا قاصد ونمائندہ بنا کر خدمت اقدس میں بھیجا، اس خاتون نے عرض کیا کہ میں تمام خواتین کی طرف سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اسلام نے مردوں پر جہاد فرض کیا ہے، وہ جاتے ہیں، شہید ہوتے ہیں تو حیاتِ جاودانی اور لامتناہی نعمتیں پاتے ہیں، کامیاب ہوتے ہیں تو اجر وثواب پاتے ہیں، ہم ان کے جانے کے بعد ان کے مال کی حفاظت اور بچوں کی پرورش کرتی ہیں، آپ یہ بتائیے کہ کیا ہم بھی اجر وثواب میں مجاہد مردوں کے ساتھ شریک ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا اپنے شوہروں کے ساتھ اچھا سلوک، شوہروں کی خدمت واطاعت، ان کو راضی کرنے کی فکر، ان کے حقوق پہچان کر ادا کرنا بلاشبہ جہاد کے برابر ہے، مگر تم میں ایسا کرنے والی بہت کم ہیں۔ (الترغیب والترہیب ۵۳/۳)

مسلم خواتین کے لئے صحابیات کا کردار سب سے اولین نمونہ ہے۔ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، غزوۂ تبوک میں بلاعذر شریک نہ ہونے کے قصور میں آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو ان کا مکمل بائیکاٹ کرنے کا حکم دیا تھا، آخر میں ان کی بیوی کو بھی ترک تعلق کا حکم دیا گیا، ان کی اہلیہ خدمت نبوی میں آئیں اور ہلال کی معذوری، بڑھاپے اور خدمت کی ضرورت کا ذکر کیا، چناں چہ ان کو خدمت کی اجازت دے دی گئی، صرف صحبت سے روک دیا گیا۔

(بخاری: کتاب المغازی: باب حدیث کعب بن مالک)

احادیث کی کتابوں میں گیارہ عورتوں کی اس دل چسپ کہانی کا ذکر آتا ہے جو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنائی، اس کہانی میں اکثر عورتیں اپنے شوہروں کی زیادتیاں اور شکایتیں بیان کرتی ہیں۔ گیارہویں عورت ''ام زرع'' اپنے شوہر ''ابو زرع'' کی تعریف میں رطب اللسان ہے، وہ اپنے شوہر کی طرف سے ملنے والی راحتوں، مادی

ومعنوی سکون کے سامانوں اور عیش وآرام کا نقشہ کھینچتی ہے، اس واقعہ کے آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسے ابوزرع اپنی بیوی کے لئے تھا، اس کا مفہوم یہی ہے کہ عورتوں میں اپنے شوہر کے تئیں محبت، خدمت، احسان مندی اور سپاس گذاری کا وہی جذبہ مطلوب ہے جوام زرع میں تھا، اور شوہروں کو بیویوں کی راحت ومسرت کا اسی طرح اہتمام کرنا چاہئے جیسا ابوزرع نے کیا تھا۔ (بخاری: کتاب النکاح: باب حسن المعاشرۃ مع الاہل)

ازواجِ مطہرات اور بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کی خدمت خوب خوب کی ہے، ذخیرۂ احادیث میں ایسے متعدد واقعات موجود ہیں، شریعت نے شوہر کا حق عورت کے ذمے بہت عظیم بتایا ہے، اس کی عظمت کے لئے یہ حدیث بس ہے:

لَوْ كَانَ مِنْ قَدَمِهٖ اِلَى مَفْرِقِ رَأْسِهٖ قُرْحَةٌ، تَنْبَجِسُ بِالْقَيْحِ وَالصَّدِيْدِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتْهُ فَلَحِسَتْهُ مَا اَدَّتْ حَقَّهُ. (الترغیب والترهیب ۵۵/۳)

ترجمہ: شوہر کا حق اتنا زیادہ ہے کہ اگر شوہر پورا از سرتا پا زخمی ہو، خون آلود اور لہولہان ہو، اور بیوی اس زخمی جسم کو زبان سے چاٹے، تب بھی حق ادا نہیں ہوسکتا۔

اس حدیث پر غور کیجئے کہ شوہر کی خدمت کے پہلو کو کس طرح اجاگر کیا جارہا ہے، اور عورت کو کتنی مؤثر تعلیم وتلقین فرمائی جارہی ہے۔ احادیث میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ شوہر کا ہی سب سے زیادہ حق بیوی پر ہے۔ (ایضاً ۵۳/۳) اور بغیر شوہر کے حقوق کی ادائیگی کے عورت کو ایمان کی حلاوت اور عبادت کی لذت حاصل نہیں ہوسکتی۔ (ایضاً ۵۶/۳) اور جو خاتون اپنے شوہر کا حق خدمت ادا نہیں کرتی اور ایذا دیتی ہے تو جنت کی حوریں اسے بددعا دیتی ہیں۔ (ایضاً ۵۸/۳)

شوہر کے گھر اور مال کی حفاظت

بیوی کی ذمہ داریوں میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے حسن عمل وانتظام سے شوہر کی معتمد بن جائے، اور شوہر کے گھر اور مال وجائیداد کی مکمل حفاظت کرے، یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب

وہ شوہر کو دل سے اپنا، اس کے گھر اور مال کو اپنا گھر اور مال، اور اس کی عزت وخوش حالی کو اپنی عزت وخوش حالی سمجھے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں:

مَا اِسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوىٰ اللّٰهِ خَيْراً لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ، اِنْ اَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَيْهَا اَبَرَّتْهُ، وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِهٖ. (ابن ماجه)

ترجمہ: خوفِ خدا کے بعد صاحب ایمان کے لئے نیک بیوی سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے، کہ جب اسے حکم دے تو مانے، دیکھے تو اسے خوش کردے، اس کے بھروسے پر قسم کھالے تو اس کی قسم پوری کردے، کہیں چلا جائے تو اپنی آبرو کی حفاظت اور شوہر کے مال کے تحفظ کی خیر خواہانہ فکر کرے۔

آبرو کی حفاظت

قرآن میں صالح خواتین کے اوصاف میں: ﴿حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾ (پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے حفاظت کرنے والی) کا ذکر آیا ہے۔ (النساء:۳۴) جس کے مفہوم میں شوہر کی عدم موجودگی میں آبرو، عزت وناموس اور گھر ومال وجائیداد کی حفاظت داخل ہے۔ ذخیرۂ احادیث میں بے شمار ایسی حدیثیں ملتی ہیں جن میں عورت کا یہ فرض بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی آبرو کی حفاظت کرے، اور کسی بھی طرح اس پر داغ نہ آنے دے۔

سلیقہ مندی اور صفائی

عورت کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ہر عمل میں ہر جگہ سلیقہ مند اور صفائی پسند ہو، عائلی زندگی میں جماؤ اور جمال پیدا کرنے کے لئے عورت کی شائستگی، سلیقہ مندی اور صفائی پسندی کا کلیدی کردار ہوتا ہے، اسلام نظافت وطہارت کو ایمان کا عظیم شعبہ

قرار دیتا ہے۔قرآنی بیان کے مطابق اللہ کو ﴿اَلْـمُتَـطَهِّـرِیْـنَ﴾ (بہت پاک صاف رہنے والے لوگ) پسند ہیں۔(البقرۃ:۲۲۲)

بسا اوقات عورت کے پھوہڑ پن، بدسلیقگی اور صفائی کا مزاج نہ ہونے کی وجہ سے ازدواجی رشتے ختم یا کمزور ہونے لگتے ہیں، اسی لئے اسلام اس پہلو کو اہمیت دیتا ہے، اس تعلق سے لڑکیوں کے اہل خانہ کو فکر مند ہونا چاہیے، اور خود خواتین کو اپنا مزاج اسی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور اسے صرف خانگی ضرورت نہیں؛ بلکہ دینی تقاضا اور مذہبی مطالبہ بھی سمجھنا چاہیے۔

○●○

ازدواجی زندگی میں مردوں کی ذمہ داریاں

اسلام نے ازدواجی زندگی میں مرد کو ''قوام'' (نگراں، منتظم، ذمہ دار، حاکم اور سربراہ) بنایا ہے، اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ مرد وزن کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں؛ لیکن:

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ. (البقرة: ۲۲۸)

ترجمہ: مردوں کو عورتوں پر یک گونہ فضیلت حاصل ہے۔

جدید تہذیب مرد وزن کی کامل مساوات کا چاہے جتنا دعویٰ کرے، کبھی یہ دعویٰ فطرت سے ہم آہنگ نہیں ہوسکتا، دونوں صنفوں کی جسمانی ساخت، فطری وطبعی خصائص، ذہنی ودماغی قوتیں دیکھ کر یہ تسلیم ہی کرنا پڑتا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے مکمّل ہیں، مگر عقل وقوت کے لحاظ سے مرد عورت سے فائق ہے، مگر اس فوقیت کا مقصد یہ نہیں ہے کہ مرد عورت پر ظلم وتشدد کرے؛ بلکہ اس پر نرمی، مدارات اور حسن معاملہ کی ذمہ داری زیادہ عائد کی گئی ہے، اور آیت بالا کے مفہوم میں مرد کی فضیلت کو ثابت کرنے کے ساتھ یہ بھی داخل ہے کہ مرد کا درجہ چوں کہ بڑھا ہوا ہے، اس لئے اس کو ضبط وتحمل بھی زیادہ کرنا ہے، اور عورتوں کی کوتاہی کو نظر انداز کرنا ہے، بے برداشت نہیں ہونا ہے اور اپنے حقوق وفرائض میں کوتاہی نہیں کرنی ہے۔

قرآن نے خانگی نظام کو بحسن وخوبی چلانے کے لئے مرد کو اس کا سربراہ بنایا ہے، قرآن کا یہ فیصلہ بے حد حکیمانہ اور معقول ہے، اللہ نے مرد وعورت کی ترکیب اور بناوٹ میں جو نفسیاتی اور حیاتیاتی فرق رکھا ہے اس کے مطابق عائلی نظام کی سرپرستی کی صلاحیتیں مرد کو عطا

ہوئی ہیں، اور مرد کی سرپرستی میں اطاعت کے ساتھ کام کرنے کی صلاحیتیں عورت کو ملی ہیں، پھر مرد کو علمی اور عملی قوتیں عورت سے بڑھ کر حاصل ہیں، مزید براں مرد عورت پر خرچ کرتا ہے، اس لحاظ سے مرد کو ذمہ دار بنایا گیا ہے، ورنہ روحانی لحاظ سے تقرب الی اللہ اور عمل صالح میں مرد وزن مساوی مقام رکھتے ہیں۔

ازدواجی زندگی میں مرد ذمہ دار ہے، اس لئے اس پر ذمہ داریاں بھی زیادہ ہیں، چند اہم امور کا ہم جائزہ لیں گے:

اچھا برتاؤ

قرآنِ کریم میں مردوں کو حکم ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (النساء: ۱۹)

ترجمہ: تم عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گذارو۔

یہ انتہائی اہم اور اصولی ہدایت ہے، اور پرسکون، خوش گوار اور مثالی ازدواجی زندگی کے لئے شوہر پر کیا ذمہ داریاں ہیں، یہ اصولی ہدایت ان سب کو سمیٹے ہوئے ہے۔ حسن معاشرت کا یہ مرکزی حکم ہر مرد کے لئے واجب الاتباع ہے، اس مضمون کو حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے، حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ ﷺ نے تمام مردوں کو حکم دیا:

اَلاَ وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْراً.

ترجمہ: سنو! تم عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ۔

اُسی حدیث میں مردوں کو عورتوں کے ساتھ سختی کرنے سے، انہیں اطاعت کے باوجود مارنے سے منع کیا گیا ہے، اور انہیں اچھا کھلانے اور پہنانے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔

(ترمذی: کتاب النکاح: باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجہا)

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَاناً اَحْسَنُهُمْ خُلُقاً وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ.

(الترغیب والترهیب ۴۹/۳)

ترجمہ: سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا ہے، اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ لطف ومہربانی کا سلوک کرنے والا ہے۔

قرآنِ کریم میں تاکید ہے:

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ. (البقرۃ: ۲۳۷)

ترجمہ: آپس کے معاملات میں اور تعلقات میں فیاضی کو مت بھول جاؤ۔

عورت چوں کہ خلقی وفطری طور پر کچھ کمزوریاں رکھتی ہے، جن کی وجہ سے اس کا اپنے شوہر کے مزاج کے مطابق پورے طور پر ڈھلنا مشکل ہوتا ہے، اس لئے مرد کو بار بار اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے، اور اس کے نازک جذبات کی رعایت کی تلقین اس انداز میں ہے کہ: رفقا بالقواریر (اِن آبگینوں کو ٹھیس نہ لگنے دی جائے)

کوتاہیوں سے درگذر

شریک حیات کے لئے انسان کے ذہن میں جو ہر عیب سے پاکیزہ اور ہر خوبی اور کمال کو جامع تصوراتی خاکہ ہوتا ہے، بالعموم شادی کے بعد اس خاکے میں مرد کو کمی ملتی ہے، اور ایسا اس لئے ہے کہ بے عیب صرف اللہ کی ذات ہے، دوسری طرف عورت فطری طور پر کجی لئے ہوئے ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں اسی کا ذکر اور مردوں کو درگذر اور حسن سلوک کا حکم ہے:

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْراً، فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ، وَاِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ، وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْراً. (بخاری: کتاب النکاح: باب الوصاۃ بالنساء)

ترجمہ: عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو؛ کیوں کہ وہ پسلی سے پیدا کی

گئی ہے، اور سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہوتی ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنے چلو گے تو اسے توڑ دو گے، اور اگر چھوڑ دو گے تو وہ برابر ٹیڑھی رہے گی؛ اس لئے تم حسن سلوک کرو۔

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ خواتین کی فطرت میں کچھ کجی ہوتی ہے، اس کی بنا پر جو خلافِ مزاج باتیں یا بدزبانی کی حرکت عورتوں کی طرف سے عموماً پیش آتی ہے، اس کا حل صرف اس کو نظر انداز کر دینا اور زبانی فہمائش کر دینا ہے، ورنہ بات بڑھے گی اور طلاق کی نوبت آسکتی ہے، خوش گوار زندگی کی ضمانت عفوودرگذر سے کام لینے میں ہی ہے۔

دل جوئی اور محبت

شوہر کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ اپنی بیوی سے محبت کا معاملہ کرے، اس کے جذبات کا پاس رکھے اور اس کی دل جوئی بھی کرے، اس باب میں بھی نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے رہبری کرتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ وہ آپ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھیں، دورانِ سفر آپ ﷺ نے اور انہوں نے دوڑ کا مقابلہ کیا، دوڑ میں وہ آپ ﷺ سے آگے ہو گئیں، اس کے ایک عرصہ کے بعد پھر یہی مقابلہ ہوا تو آپ ﷺ آگے نکل گئے، وہ پیچھے رہ گئیں؛ اس لئے کہ ان کا بدن بھاری ہو گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میری جیت ہے جو تمہاری پچھلی جیت کا بدلہ ہو گئی۔ (مشکاۃ شریف: کتاب النکاح: باب عشرۃ النساء)

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رخصتی کے بعد جب آپ ﷺ کے گھر آئیں، اس وقت وہ کم سن تھیں، آپ ﷺ کو ان سے بے حد محبت تھی، ان کی دل جوئی کے لئے آپ ﷺ ان کی سہیلیوں کو ان کے پاس کھیلنے کے لئے بھیجتے تھے۔

(مشکاۃ شریف: ایضاً)

اسی طرح مدینے میں حبشی کھیل دکھا رہے تھے، آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دل جوئی کے لئے دیر تک ان کو ساتھ لئے کھڑے ہو کر کھیل دکھاتے رہے۔

(بخاری: کتاب النکاح: باب حسن المعاشرۃ)

احادیث کے ذخیرے میں آپ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت کے متعدد واقعات ملتے ہیں، ان کی وفات کے بعد جب بھی آپ ﷺ ان کا ذکر فرماتے تھے، تو ہر ہر جملے سے گہری محبت اور تعلق خاطر کا اظہار ہوتا تھا۔

ایک بار ان کی ہمشیرہ حضرت ہالہ آپ ﷺ سے ملنے آئیں، ان کی آواز حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملتی جلتی تھی، آواز سنتے ہی آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد آ گئی، آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جانور ذبح کراتے، تو گوشت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے ہاں ضرور بھجواتے تھے۔

حدیث میں فرمایا گیا ہے:

لَا يَفْرَكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقاً رَضِيَ مِنْهَا اٰخَرَ.

(الترغیب والترہیب ۳/ ۵۰)

ترجمہ: کوئی صاحب ایمان مرد اپنی بیوی سے نفرت نہ کرے (بلکہ محبت کرے) اگر اس کی کوئی عادت اسے ناپسند ہے تو ممکن ہے کہ دوسری عادت پسند آ جائے۔

تعلیم و تربیت

شریک حیات کو دینی علوم و اخلاق سے آراستہ کرنا، احکام شریعت کی تعلیم دینا، شائستگی اور سلیقہ سکھانا اور اسے دنیا و آخرت کی کامیابیوں کا حق دار بنانے کی کوشش کرنا شوہر کی مذہبی ذمہ داری ہے۔ قرآنِ کریم میں: ﴿قُوْآ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً﴾ (اپنے آپ کو اور

اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ) کا حکم، اور احادیث میں: ''کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ'' (تم میں ہر ایک ذمہ دار ہے، اور اس سے اس کی ذمہ داری کے تعلق سے باز پرس ہوگی) کی صراحت اس کی دلیل ہے کہ شوہر اپنے اہل وعیال کو نیکیوں پر آمادہ کرے اور برائیوں سے روکے، اپنی ایمانی ذمہ داری نبھائے اور اللہ کے غضب وعذاب سے اپنے ساتھ اپنے اہل کو بچانے کی پوری فکر کرے۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَۃِ. (الاحزاب: ۳٤)

ترجمہ: تم اللہ کی ان آیات اور حکمت کی ان باتوں کو یاد رکھو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں۔

اس آیت میں ایک طرف عورتوں کو دینی فکر کرنے کی تاکید معلوم ہوتی ہے، اور دوسری طرف شوہروں کی یہ ذمہ داری بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں قرآن وسنت کی تعلیم وتذکیر کی فضا اور معمول بنائیں؛ تاکہ پورا گھر دینی رنگ میں رنگ جائے، اور شریعت کے سانچے میں ڈھل جائے، اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ میاں بیوی دنیوی کاموں میں ایک دوسرے کے معاون، رفیق، شریک کار اور سہارا بننے کے ساتھ ہی دینی کاموں میں بھی ایک دوسرے کے مددگار بن کر گھر کو دینی ماحول دیں، اور اولاد کی دینی تربیت کا فرض باہم انجام دیں۔

چناں چہ دینی احکام میں بطور مثال نماز کا خصوصیت سے تذکرہ ملتا ہے۔ قرآنِ کریم میں آپ ﷺ کو اور آپ کے واسطے سے پوری امت کو خطاب کیا جارہا ہے:

وَأْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلَاۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا. (طٰہٰ: ۱۳۲)

ترجمہ: آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے، اور خود بھی نماز کی پوری پابندی کیجیے۔

چناں چہ آپ ﷺ کا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا، بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہی معمول تھا

کہ خود نماز کی پابندی کے ساتھ بیوی بچوں کو نماز کے لئے جگاتے اور آمادہ کرتے تھے۔ روایات میں وارد ہوا ہے کہ رات میں بیوی کو جگانے والا مرد خوش نصیب ہے، اور رات میں نماز ادا کرنے والے مرد وعورت کا نام ذکر کرنے والوں میں درج کرلیا جاتا ہے، اسی طرح بیوی کو نماز کے لئے جگانے والے مرد، اور شوہر کو نماز کے لئے جگانے والی بیوی کو احادیث میں رحمت الٰہی کا خاص مستحق بھی بتایا گیا ہے۔ (ابوداؤد شریف)

فراخی کے ساتھ بیوی کے خرچ کا انتظام

اسلام نے عورت کو اندرونِ خانہ کا ذمہ دار بنایا ہے اور اس کے خرچ کا بار شوہر پر ڈال دیا ہے، اور یہ تقسیم کار صرف اس لئے ہے کہ زندگی کا پورا انتظام خوش گوار ماحول میں اور مستحکم بنیادوں پر قائم رہے۔ قرآنِ کریم اور احادیث نبویہ میں نفقہ کی ذمہ داری شوہر کی بتائی گئی ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ سے بیوی کا حق پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کھائے وہی کھلائے اور جو پہنے وہی پہنائے، یعنی خرچ میں فراخ دل ہو۔ (نیل الاوطار ۲۱۱/۶)

ایک حدیث میں صراحت ہے:

أَلاَ! وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ. (ایضاً)

ترجمہ: سنو! عورتوں کا حق تم پر ان کے اچھے کھانے پینے اور معقول رہائش کا انتظام کرنا ہے۔

ارشاد نبوی ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کی جانے والی رقم، کسی غلام کو آزاد کرانے میں صرف کی جانے والی رقم، کسی فقیر کو صدقے میں دی جانے والی رقم، سب میں ثواب ہے؛ لیکن جو رقم اہل وعیال پر خرچ کی جاتی ہے اس میں سب سے زیادہ ثواب ہے۔ (الترغیب والترہیب ۶۱/۳)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

اَفْضَلُ دِيْنَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلىٰ عِيَالِهٖ. (ایضاً)

ترجمہ: سب سے بہتر دینار وہ ہے جو آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔

روایات کی صراحت کے مطابق اہل وعیال پر خرچ کی جانے والی رقم، عظیم صدقے کا ثواب رکھتی ہے۔ (الترغیب والترہیب ۳/۶۲) اور انسان کے میزانِ عمل میں سب سے پہلے رکھا جانے والا عمل بھی یہی ہے۔ (ایضاً ۳/۶۴)

عدل وانصاف

شوہر کی ذمہ داری بیوی کے ساتھ عدل ومساوات کا معاملہ کرنے کی بھی ہے، بطور خاص اگر مرد ایک سے زائد بیویاں رکھتا ہے تو اس کے لئے انصاف اور برابری کا سلوک ضروری ہے۔ ملحوظ رہے کہ یہ مساوات حقوق کی تقسیم میں ضروری ہے، معاملات، لباس، غذا، مکان، شب باشی وغیرہ حقوق میں برابری کی تاکید ہے؛ البتہ قلب کا میلان اور جذباتِ محبت چوں کہ غیر اختیاری ہیں، اس لئے ان میں مساوات کا حکم نہیں دیا گیا ہے، ناانصافی اور نابرابری کرنے والا شخص شرعاً مجرم ہے، اور احادیث کے بموجب قیامت میں ایسا شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گرگیا ہوگا۔ (ترمذی: کتاب النکاح: باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر)

اچھی ہیئت اختیار کرنا

شوہر کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ شریک حیات کو خوش اور مطمئن کرنے کے لئے اپنی ہیئت (لباس، شکل، صورت اور انداز) کو بہتر، خوب صورت اور دل کش بنائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنِّیْ لَأُحِبُّ أَنْ أَتَزَيَّنَ لِلْمَرْأَةِ كَمَا أُحِبُّ أَنْ تَتَزَيَّنَ لِیْ، لَأَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (تفسیر طبری ٤/٥٣٢)

ترجمہ: میں عورت کے لئے اپنے کو آراستہ کرنا پسند کرتا ہوں، جیسے کہ اپنے لئے عورت کو آراستہ دیکھنا چاہتا ہوں؛ اس لئے کہ قرآن میں آیا ہے:

عورتوں کے لئے معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔

شرعی حدود میں بالوں کی تراش خراش، زینت وآرائش کا اہتمام، عطر وخوشبو کا التزام، مناسب لباس وپوشاک کا انتخاب، سب اس میں داخل ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: تفسیر قرطبی ۳/ ۱۲۴)

جنسی تعلق کی ازدواجی ذمہ داری

شریعت میں عورتوں کو جس طرح اس کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے جنسی مطالبہ کو عذرِ معقول کے بغیر نہ ٹھکرائیں، اسی طرح مردوں سے بھی یہ مطالبہ ہے کہ وہ جنسی تعلق کی اپنی ازدواجی ذمہ داری نبھائیں؛ تاکہ عورت پاکیزہ زندگی گذار سکے اور اس کے جنسی جذبات اسے حرام راہوں پر جانے سے روک سکیں۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ. (النساء: ۱۲۹)

ترجمہ: تم پورا عدل تو بیویوں کے درمیان کر ہی نہیں سکتے، اگرچہ تم ایسا چاہو، تو یہ تو نہ ہو کہ بالکل ایک ہی طرف جھک پڑو کہ دوسری کو بالکل لٹکی ہوئی بنا کر چھوڑ دو۔

معلوم ہوا کہ بیوی کو ''معلق'' (لٹکی ہوئی کہ اس کے حقوق ادا نہ کئے جائیں) چھوڑنا شرعی اعتبار سے درست نہیں ہے۔

امام قرطبیؒ نے لکھا ہے:

''مرد کے اوپر مالی ذمہ داری بھی ہے، مہر دینا اور بیوی کا خرچ دینا اس کے ذمہ ہے، اسی طرح جسمانی ذمہ داری بھی ہے، جنسی تعلقات قائم کرنا کتاب وسنت اور اصولِ شرعیہ کی رو سے شوہر کے ذمہ واجب ہے؛ اس لئے کہ نکاح کا مقصود عفت اس کے بغیر حاصل نہیں

ہوسکتا‘‘۔(السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ ۱۶۲-۱۶۳)

احادیث میں ایک طرف عورتوں کو ان نفلی عبادات میں غیر ضروری اشتغال سے منع کیا گیا ہے جو شوہر کے حقوق کی راہ میں مانع بنیں، تو دوسری طرف مردوں کو بھی عورتوں کے حقوق کی ادائیگی میں مزاحم نوافل سے روکا گیا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ میں مواخات قائم فرمائی، ایک بار حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، دیکھا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا عام کپڑوں میں بیٹھی ہیں، وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ آپ کے بھائی ابوالدرداء کو دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اتنے میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ آ گئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا پیش ہوا، ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو روزے سے ہوں، آپ کھایئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک آپ نہ کھائیں گے میں بھی نہ کھاؤں گا، پھر دونوں نے کھایا: رات ہوگئی، سونے کا وقت آیا، ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ سو جایئے، خود نماز پڑھنے لگے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ بھی سو جایئے، تھوڑی دیر بعد ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اٹھنے لگے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے انہیں سلا دیا، رات کے آخری حصہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اب نماز پڑھیے، پھر دونوں نے نماز پڑھی، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھایا کہ تم پر اللہ کا حق بھی ہے، بیوی بچوں کا حق بھی ہے، اپنے جسم کا حق بھی ہے، تم سب کا حق ادا کرو، پھر یہ واقعہ آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔

(ملاحظہ ہو: صحیح بخاری: کتاب الصوم: باب من اقسم علی اخیہ)

بقول حافظ ابن حجرؒ:

’’اس حدیث سے بیوی کا شوہر کے ذمے جنسی حق ثابت ہوتا ہے، اور یہ مسئلہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو مستحبات و نوافل سے روکنا جائز ہے، جب اس کا اندیشہ ہو کہ یہ کام

زوجیت کے واجب حقوق سے روکنے والے بن جائیں گے‘‘۔ (فتح الباری ۴/۲۱۱)

اسی طرح کا واقعہ کتب احادیث میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا آتا ہے، ان کی اہلیہ کو بھی ان سے یہی شکایت تھی، آپ ﷺ نے ان سے سختی سے پوچھا کہ کیا جس دین پر ہمارا ایمان ہے اس پر تمہارا ایمان نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر ہمارے اسوہ کی پیروی میں تمہیں کیا مشکل ہے؟ (مسند احمد ۶/۱۰۶)

غور کیا جائے کہ جب نفلی عبادات میں غیر ضروری اشتغال سے روکا جا رہا ہے، اور نفل میں مشغول ہو کر حقوق زوجیت میں کوتاہی کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی جا رہی ہے، تو ان بدقسمت لوگوں کا جرم کتنا سنگین ہوگا جو حقوق زوجیت میں کوتاہ بھی ہیں اور حرام کاریوں میں مشغول بھی ہیں۔

مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کے لئے بیوی کے جنسی تقاضوں کی تکمیل واجب ہے، اور جو اس واجب کو بلا عذر ادا نہ کرتا ہو، امام مالکؒ کے بقول اس کو سمجھایا جائے، پھر بھی نہ مانے تو دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے۔ (فتح الباری ۹/۳۷۳) امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (ایضاً)

اس کے لئے مدت کی تعیین ہے یا نہیں، اس میں حضراتِ فقہاء کی مختلف آراء ہیں:

حضرت امام شافعیؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک بار ہم بستری شوہر کے ذمہ واجب ہے۔ (ایضاً)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے چار ماہ کی مدت متعین کی ہے اور یہ تاکید کی ہے کہ اس مدت میں ایک بار ملاقات ضروری ہے، الا یہ کہ کوئی معقول عذر ہو، اس مسئلہ میں ان کی دلیل ایلاء شرعی کا مسئلہ ہے، جس میں شوہر بیوی سے قریب نہ ہونے کی قسم کھالیتا ہے، اس کی مدت چار ماہ مقرر ہے، جس کی تفصیل فقہی کتب میں موجود ہے۔ (المغنی ۷/۳۰) احناف میں حضرت امام ابن الہمامؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (فتح القدیر ۳/۳۰۲)

بعض اسلاف سے چار راتوں کی مدت منقول ہے،اس کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خاتون آئی اور کہنے لگی: میرا شوہر روزانہ دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے، مجھے اس کی شکایت کرنا پسند نہیں ہے وہ اللہ کی اطاعت کا عمل کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارا شوہر بہت اچھا اور نیک ہے، وہ عورت اپنی بات بار بار دہراتی رہی، جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بات کہتے رہے، کافی دیر بعد حضرت کعب اسدی رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین: یہ عورت اپنے شوہر کی لطیف پیرائے میں یہ شکایت کر رہی ہے کہ شوہر اس کا حق نہیں ادا کر رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اس کا مقدمہ تم ہی فیصل کرو، اس پر اس کے شوہر کو بلایا گیا، اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اللہ نے مرد کے لئے چار شادیوں کی اجازت دی ہے، تم نے ایک شادی کی ہے، تم تین رات اللہ کی عبادت کرو، مگر چوتھی رات بیوی کا حق تم کو ادا کرنا ہی پڑے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے کی کھلے دل سے تحسین وتصویب فرمائی۔

(تفسیر قرطبی ۱۹/۵، الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ لابن القیم ۲۵)

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی رائے میں ہر ماہ پاکی کے دوران ایک بار ملاقات ضروری ہے، ان کی دلیل آیت قرآنی: ﴿فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ. البقرۃ: ۲۲۲﴾ (جب عورتیں پاک ہو جائیں تو تم ان سے ملاقات کرو) ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس طرح کا فیصلہ بھی منقول ہے۔ (المحلی ابن حزم ۱۰/۴۰)

اگر شوہر سفر پر ہو- خواہ جہاد کا سفر ہو، حج وعمرہ کا سفر ہو، طلب علم کا سفر ہو، تجارت کا سفر ہو، سیر وتفریح کا سفر ہو- اور واپسی سے کوئی شدید ترین معقول عذر مانع نہ ہو، تو وہ ۶/ ماہ سے زائد عرصہ بیوی سے دور نہیں رہ سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے یہی معلوم ہوتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات حسبِ معمول گشت کر رہے تھے، دورانِ گشت ایک گھر سے ایک عورت کی آواز سنی، وہ ایک شعر پڑھ رہی تھی، جس میں وہ رات کی درازی، شوہر کی جدائی اور فراق کے

ذکر کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ رہی تھی کہ اگر خدا کا خوف اور حیا مانع نہ ہوتے تو میں بدکاری میں مبتلا ہو جاتی۔ صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحقیق کی، تو معلوم ہوا کہ اس کا شوہر سفر جہاد میں ہے، آپ نے اسے بلوایا، پھر اپنی صاحب زادی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ بیٹی: عورت شوہر سے کتنے دن صبر کر سکتی ہے، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نے تعجب سے فرمایا کہ: آپ مجھ سے یہ بات پوچھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ نہ ہوتا تو نہ پوچھتا، انھوں نے کہا: پانچ یا چھ ماہ، اس وقت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۶؍ماہ کی مدت متعین کر دی۔ مجاہدین کو بہر صورت ۶؍ماہ میں وطن بال بچوں میں لوٹنے کا حکم فرما دیا، یہ طے کر دیا کہ مجاہدین چار ماہ مورچوں پر رہیں گے، ایک ماہ جانے کا سفر اور ایک ماہ واپسی کا سفر، کل چھ ماہ میں واپسی لازم ہوگی۔ (الفقہ الاسلامی للزحیلی ۷؍۳۳۰)

حضراتِ احناف کا مسلک یہ ہے کہ نکاح کے بعد مرد کی ایک بار بیوی سے ملاقات واجب ہے، اور اس کے بعد کی ملاقاتیں دیانۃً واجب ہیں، قضاءً واجب نہیں ہیں، یعنی اگر مرد جنسی حق کی ادائیگی میں کوتاہ ہے تو عند اللہ مجرم قرار پائے گا، گو دنیا کے قانون میں اسے مجرم نہ جانا جائے۔ (فتح القدیر: کتاب النکاح: باب القسم ۳؍۳۰۲)

امام ابن تیمیہؒ نے اس باب میں کوئی محدود مدت متعین کرنے کے بجائے اسے زوجین کے مزاج، حالات اور عرف پر چھوڑ دیا ہے۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۲؍۸۵)

حاصل یہ ہے کہ شوہر کے ذمہ بیوی سے جنسی تعلق قائم کرنا ہے، اور اس باب میں اسے ہر کوتاہی سے گریز کرنا چاہئے؛ اس لئے کہ نکاح اسی وقت ضامن عفت ہوسکتا ہے جب یہ حق ادا کیا جاتا رہے۔

تادیب وتنبیہ

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بیویاں نشوز (اعراض، بات نہ ماننا) کی روش اختیار

کرلیں تو شوہر کو ان کی تادیب وتنبیہ کا حق شرعی حاصل ہے۔قرآنِ کریم نے اس سلسلہ میں مرحلہ وار مرتب ہدایات دی ہیں۔ارشاد ہے:

وَاللاَّتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِیْ الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ، فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا. وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا، فَابْعَثُوْا حَكَماً مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَماً مِّنْ اَهْلِهَا، اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلاحاً يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْماً خَبِيْراً. (النساء: ٣٤-٣٥)

ترجمہ: جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں ان سے علاحدہ رہو، انہیں مارو، پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہوجائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لئے بہانے تلاش نہ کرو، یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے، اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو، وہ دونوں (ثالث یا میاں بیوی) اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا، اللہ سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے۔

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ:

(۱) سب سے پہلے مرحلے میں مرد بیوی کو سمجھائے، زبانی فہمائش کرے، ازدواجی زندگی کی نزاکتوں، ذمہ داریوں، مل جل کر رہنے اور بات ماننے کے فوائد، بات نہ ماننے کے نقصانات سب سے آگاہ کیا جائے۔

(۲) یہ فہمائش کارگر نہ ہو تو پھر دوسرے مرحلے میں بیوی کو سزا کے طور پر بستر پر اکیلا چھوڑ دیا جائے، اس کا بستر الگ کردیا جائے۔ملحوظ رہے کہ کمرہ الگ کرنا نہیں مراد ہے؛ بلکہ

صرف بستر الگ کرنے کا حکم ہے؛ تاکہ اگر عورت کو تنبیہ ہو تو شوہر سے فوراً معذرت کر سکے۔

(تحفۃ الالمعی شرح ترمذی ۳/۶۰۳)

(۳) اگر یہ سزا بھی مؤثر نہ ہو تو دائرۂ شریعت میں رہتے ہوئے اعتدال کے ساتھ مرد کو یہ اجازت ہے کہ عورت کو مار سکتا ہے، شریعت نے یہ تاکید کی ہے کہ مارنے کا عمل بدرجۂ مجبوری اپنایا جائے، اور مارتے وقت چہرہ، پیٹ اور اعضاء رئیسہ کو نہ چھیڑے، اور ایسی مار نہ ہو جس سے جسم پر نشان پڑ جائیں۔ (ایضا، الفقہ الاسلامی للزحیلی ۷/۳۴۰)

ایک حدیث میں حکم ہے:

إِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْباً غَيْرَ مُبَرِّحٍ. (ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جاء فی حق المرأة)

ترجمہ: عورتیں تمہارے پاس قیدی کی طرح ہیں (ضرورت پڑنے پر) ان کو ایسی مار مارو جو سخت نہ ہو۔

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری بیوی بدزبان ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے طلاق دے دو، انہوں نے کہا کہ اس سے میرے بچے ہیں اور ایک مدت سے وہ میرے ساتھ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے سمجھاؤ، اگر اس میں خیر ہوگا تو مان جائے گی، اور دیکھو: اپنی بیوی کو ہرگز اس طرح نہ مارو جیسے کوئی اپنی لونڈی کو (بے دردی سے) مارتا ہے۔ (ابوداؤد شریف)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کو مارنے کو بالعموم پسند نہیں فرمایا اور منع فرما دیا۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ عورتیں شوخ و گستاخ ہوتی جا رہی ہیں، اس لئے مارنے کی اجازت ہونی چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی، اس رات بہت سی عورتیں گھروں میں ماری گئیں، صبح کو تمام خواتین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا: آج ستر عورتوں نے محمد کے گھر والوں کا چکر لگایا ہے، ہر عورت اپنے شوہر کی شکایت

کررہی تھی، جن لوگوں نے یہ حرکت کی وہ تم میں ہرگز اچھے لوگ نہیں ہیں۔ (ابن ماجہ: کتاب النکاح: باب ضرب النساء)

معلوم ہوا کہ بیویوں کو مارنے کی عام اجازت نہیں ہے، یہ اجازت انتہائی مجبوری کے حالات میں ہے، امت کے لئے آپ ﷺ کا یہ اسوہ قابل تقلید ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی نہ کسی بیوی کو مارا نہ کسی خادم کو۔ (نیل الاوطار ۲۱۱/۶)

(۴) اگر مار کی سزا بھی سودمند نہ ہو تو پھر آخری حل یہ ہے کہ پنچایت بٹھائی جائے، مرد وعورت کے خاندان کے ایک یا چند معاملہ فہم افراد بیٹھ کر معاملے کا تصفیہ کریں، قرآنی بیان کے مطابق اگر اخلاص ہوگا تو معاملہ سلجھ جائے گا، ورنہ پھر طلاق کے سوا کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔

حاصل بحث یہ ہے کہ عورت کی تادیب وتنبیہ کا اختیار مرد کو حاصل ہے، اور اس کی شرعی حدود بھی متعین فرمادی گئیں ہیں، ان حدود کی رعایت کے ساتھ کام کیا جائے تو خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں گے، اور خوش گوار زندگی گذارنے کی راہ آسان ہوگی۔

تحفظ عفت کیلئے رشتۂ زوجیت کا انقطاع

نکاح زنا سے روکنے میں سب سے مضبوط رکاوٹ ہے، اس لئے دین اسلام کا مطالبہ نکاح کے بعد ازدواجی زندگی کو خوش اسلوبی کے ساتھ برقرار رکھنے کا ہے، تاہم کبھی کبھی ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں کہ ان میں نکاح کو باقی رکھنا بھی مشکل ہوجاتا ہے، اور نکاح کے مقصود عفت کو برقرار رکھنا بھی دشوار ہوجاتا ہے، اس لئے شریعت نے تفریق، طلاق اور خلع وغیرہ کے حکیمانہ احکام مقرر کئے ہیں؛ تاکہ ناموافقت کی صورت میں اور پیچیدگیوں کے ماحول میں مرد و عورت ازدواجی تعلق کو ختم کرسکیں، پھر نئے سرے سے اپنی صواب دید کے مطابق دوسرا نکاح کر کے اپنی عفت کے تحفظ اور سکون وراحت کے حصول کا سامان کرسکیں۔

تفریق

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میاں بیوی میں سے کسی ایک میں کوئی ایسا عیب یا مرض ہوتا ہے جس کی بنیاد پر نفرت یا گھن پیدا ہونے لگتی ہے، ایسی صورت میں اگر جبراً یہ رشتہ باقی رہے تو یا تو تعلقات تلخ اور کشیدہ رہتے ہیں، یا انسان اپنی شہوت کی تکمیل کی خاطر حرام راہیں تلاشنے لگتا ہے، اس لئے حکمت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ایسے حالات میں زوجین کے درمیان تفریق کردی جائے۔ فقہاء نے تفصیل کے ساتھ مردوں کے عیوب، عورتوں کے عیوب، مرد وعورت کے مشترک عیوب کی تفصیلات اور شرعی احکام کی وضاحت کردی ہے، جن کا حاصل یہی ہے کہ عیب کی بنا پر تفریق کی اجازت شرعاً ثابت ہے، اور اس اجازت کا منشا یہی ہے کہ تفریق نہ ہونے کی صورت میں فحاشی کی راہیں آسان ہوسکتی ہیں۔

طلاق

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی تلخ ہونے لگتی ہے، دل اس طرح پھٹ جاتے ہیں کہ جڑنے کا امکان باقی نہیں رہتا، تمام تدبیریں بے اثر ہوجاتی ہیں، نکاح کی اصل روح -سکون ومودت- ختم ہوجاتی ہے، گویا نکاح مردہ ہونے لگتا ہے، تو ایسے حالات کے لئے اسلام نے طلاق کا حکم مشروع کیا ہے؛ تا کہ مرد وعورت الگ ہوسکیں، اور اپنا ہم مزاج جوڑ تلاش کر کے سکون کی زندگی بسر کرسکیں، طلاق کی تمام اقسام وتفصیلات احادیث وفقہ کے ذخیرے میں موجود ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اگر طلاق کی مشروعیت نہ ہوتی تو بہت سے افراد تلخ ازدواجی زندگی سے مجبور ہوکر ظلم، بدکاری اور حرام کی راہوں پر چلنے لگتے اور پورا معاشرہ بگاڑ کا مرکب بن جاتا۔

خلع

جس طرح مرد کو حق طلاق حاصل ہے، اسی طرح مرد سے نباہ نہ ہونے کی آخری صورت میں عورت کو بھی شریعت نے یہ اجازت دی ہے کہ وہ خلع لے سکتی ہے، اور مرد سے الگ ہوسکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک عورت نے اپنے شوہر کی شکایت کی، آپ نے اسے بہت سمجھایا مگر وہ مصر رہی کہ شوہر سے الگ ہونا ہے، بالآخر کانوں کی بالیوں کے عوض معاملہ طے ہوا، اور رشتہ ختم ہوا۔

حاصل یہ ہے کہ طلاق، تفریق اور خلع کی شرعی اجازت اسی لئے ہے کہ مرد وعورت نباہ نہ ہوسکنے کی حالت میں الگ ہوجائیں؛ تا کہ وہ مناسب رشتہ کر کے اپنی عفت کا تحفظ کرسکیں، ورنہ سابق رشتے میں بندھے رہنے کے ساتھ تلخیوں کے ماحول میں وہ سکون سے محروم رہیں گے اور بالآخر جنسی جذبات زور آور ہوں گے تو خدانخواستہ حرام میں مبتلا بھی ہوسکتے ہیں۔

نکاح اور زنا کے درمیان امتیازی امور

زنا اور بدکاری کی لعنت سے محفوظ رکھنے میں نکاح شرعی کا کردار بہت نمایاں ہوتا ہے، گناہ کے رسیا افراد کی طبیعت چوں کہ بہت حیلہ ساز ہوتی ہے، اس لئے اس کا اندیشہ بھی ہوتا ہے کہ کہیں ایسے افراد نکاح کو اپنی شہوت کی تسکین کے لئے کھلونہ نہ بناڈالیں، اور شریعت کے اس بابرکت نظام کے تقدس کو پامال وداغ دار نہ کردیں، اس کے پیش نظر اسلام نے نکاح کے ساتھ کچھ ایسے قیود وحدود، آداب اور ضابطے لگادئے ہیں جن کے ذریعہ نکاح شرعی اور زنا کا فرق بھی آشکارا ہوجائے، اور لوگ نکاح کو وقتی تسکین کے لئے کھلونے کے طور پر استعمال نہ کرسکیں۔

اعلان

اس سلسلے میں سب سے بنیادی چیز اعلان نکاح ہے، نکاح اور زنا میں پہلا مابہ الامتیاز یہی اعلان ہے، ہر مسلمان کو پیغمبر اسلام ﷺ کی زبانی یہ حکم ہے:

أَعْلِنُوا النِّكَاحَ. (مجمع الزوائد ٤/٢٨٩)

ترجمہ: تم نکاح کا اعلان کرو۔

اعلان کو بالعموم فقہاء سنت یا مستحب قرار دیتے ہیں، مگر حضرت امام مالکؒ نے اسے فرض قرار دیا ہے، مشہور مالکی عالم حافظ ابن عبدالبر قرطبیؒ لکھتے ہیں:

”نکاح کا اعلان نکاح کے فرائض میں سے ہے، نسب کی حفاظت اسی ذریعے سے ہوسکتی ہے، خفیہ نکاح درست نہیں ہے“۔ (کتاب الکافی فی فقہ اہل المدینۃ المالکی ۵۲۰)

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''نکاح میں متعدد شرطیں شریعت نے رکھی ہیں، بعض شرطیں زنا اور شبہۂ زنا کو ختم کرنے کے لئے ہیں، مثلاً اعلان نکاح کی شرط اسی لئے ہے، اعلان نہ کرنے میں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ کہیں یہ نکاح نام کا ہو اور یہ زنا کا ذریعہ ثابت ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو عورت خود چپکے سے اپنا نکاح کرے وہ بدکار ہے، اس کا مطلب یہی ہے کہ گواہ، اعلان، ولیمہ وغیرہ کے بغیر خفیہ نکاح کرنے والے دراصل شہوت رانی چاہتے ہیں، نہ کہ نکاح شرعی، اسلام زنا کی مشابہت کے ادنی سے ادنیٰ سوراخ کو بند کرنا چاہتا ہے، اس لئے اعلان کو ضروری قرار دیا گیا ہے''۔ (اغاثۃ اللہفان ۱/۳۶۵-۳۶۶)

گواہ

اعلان نکاح کے باب میں سب سے بنیادی چیز عقد نکاح کے وقت گواہوں کی موجودگی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ سے راوی ہیں:

لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ، وَشَاهِدَىْ عَدْلٍ، وَمَا كَانَ مِنْ نِكَاحٍ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ بَاطِلٌ، فَاِنْ تَشَاجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهٗ.

(الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ۳۸۶/۹)

ترجمہ: ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، جو نکاح گواہوں کے بغیر ہو وہ باطل ہے، اگر سرپرست باہم جھگڑیں تو بادشاہ سرپرست ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

اَلْبَغَايَا اللَّاتِىْ يَنْكِحْنَ اَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ.

(ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جاء لا نکاح الا ببینة)

ترجمہ: جو عورتیں بغیر گواہوں کے خود اپنا نکاح کرلیں، وہ بدکار ہیں۔

نکاح میں گواہوں کی موجودگی بالاجماع شرط ہے، اس کے بغیر کیا گیا نکاح درحقیقت زنا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ ۶/۲۹۷)

خطبہ

اسی طرح عقد نکاح کے وقت خطبۂ نکاح کی مشروعیت اور سنیت نکاح کے اعلان کے مقصد سے اور حصولِ برکت کی خاطر ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ خطبہ کا مقصد اعلان وتشہیر ہے، اور اعلان نکاح کے لئے ضروری ہے؛ تاکہ نکاح اور زنا کا فرق واضح ہوجائے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ۲/۱۲۷)

ولیمہ

نکاح کے بعد دعوتِ ولیمہ کے مسنون کئے جانے کا ایک مقصد اعلان نکاح بھی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ولیمہ کا مقصد وفائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے نکاح کی تشہیر ہوتی ہے، اور تشہیر اس لئے ضروری ہے؛ تاکہ نسب میں بدگمانی کا کسی کو موقعہ نہ ملے، اور تاکہ اول وہلہ میں نکاح زنا سے جدا ہوجائے اور برسرعام مرد وعورت کا نکاحی تعلق عیاں ہوجائے۔ (حجۃ اللہ البالغہ مع رحمۃ اللہ الواسعۃ ۵/۸۰)

دف بجانا

احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ اعلانِ نکاح اور اظہارِ مسرت کے لئے دف بجانا جائز ہے۔ چناں چہ فرمایا گیا:

اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِی الْمَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ. (ترمذی: کتاب النکاح: باب اعلان النکاح)

ترجمہ: نکاح کا اعلان کیا کرو، نکاح مسجد میں پڑھایا کرو، اور نکاح پر دف بجایا کرو۔

دوسری حدیث ہے:

فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَرَامِ وَالْحَلَالِ اَلدُّفُّ وَالصَّوْتُ. (ایضاً)

ترجمہ: حلال وحرام کے درمیان فاصل دف اور آواز ہے۔

واضح کردیا گیا ہے کہ جائز نکاح وہی ہے جو علانیہ کیا جائے، جب کہ چوری چھپے کئے جانے والے عقد جاہلی ہیں اور حرام ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بقول دف کی اجازت میں مصلحت یہ ہے کہ اس سے نکاح اور زنا میں امتیاز ہوجاتا ہے، قضائے شہوت کے اعتبار سے نکاح اور زنا یکساں نظر آتے ہیں، اس لئے یہ ضروری تھا کہ کوئی ایسی چیز طے کی جائے جس سے اول وہلہ میں نکاح وزنا کا فرق آشکارا ہوجائے، دف سے یہ مصلحت حاصل ہوجاتی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ مع رحمۃ اللہ الواسعۃ ۵/۶۵)

ملحوظ رہے کہ دف موسیقی کے آلات میں سے نہیں ہے؛ اس لئے موسیقی کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا، شرعی مسئلہ ہے کہ جو آلات اصلاً اعلان کے لئے ہوں اور ان کا مقصد لہو وطرب نہ ہو ان کا استعمال اجماعی طور پر جائز ہے، اگرچہ کسی کو ان میں لذت محسوس ہونے لگے۔ دف، نقارے اور گھنٹیاں اسی میں شامل ہیں، جب کہ وہ آلات جو لہو ولعب کے لئے ہوں ان کا استعمال درست نہیں ہے، اسی طرح ایسے عشقیہ اشعار جو مخرب اخلاق ہوں اور شہوت انگیز ہوں، وہ بھی ممنوع ہیں، جن اشعار میں ایسے فاسد مضامین نہ ہوں ان کا گانا آلات موسیقی کے بغیر حدود شرعیہ کی پاس داری کے ساتھ جائز ہے۔

مسجد میں نکاح

اسی طرح مساجد میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے، اور اس کا مقصد بھی اعلان وتشہیر ہے؛ بلکہ یہ تشہیر کی بہترین صورت ہے۔

ولی کی موجودگی

شریعت نے نکاح میں ولی اور سرپرست کو بنیادی اہمیت دی ہے، لڑکیوں کی شادی

میں ولی کوکلیدی مقام حاصل ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کے ذریعہ مناسب رشتے کا انتظام ہوتا ہے، عورت کی حیااورنسوانیت کا بھرم باقی رہتا ہے، نکاح کی تشہیر ہوتی ہے؛ تاکہ وہ بدکاری سے ممتاز ہوجائے، نکاح کوشہرت دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اولیاء نکاح میں موجودرہیں؛ البتہ لڑکیوں کی اجازت بھی ضروری ہے۔ (ایضاً ۵؍۵۷)

متعہ کی حرمت

نکاح انتہائی پاکیزہ مقصد سے وجود میں آتا ہے، اس عقد کا مقصد سکون حیات کی دولت ہے، اسی لئے اسلام متعہ وغیرہ کی ان تمام صورتوں کو قطعی طور پر حرام قرار دیتا ہے، جن میں انسان صرف شہوت رانی کے مقصد سے کچھ دن کے لئے عقد کرتا ہے، پھر بیوی کو الگ کردیتا ہے، یہ عمل دراصل نکاح کے ساتھ کھلواڑ اوراس کی پاکیزگی کا مذاق بنانے کے مرادف ہے۔

واضح رہے کہ:

’’نکاح اورزنا میں مابہ الامتیاز دو باتیں ہیں: (۱) زنا عارضی معاملہ ہے، اورنکاح دائمی رفاقت ومعاونت ہے۔ (۲) زنا میں عورت کا کسی مرد کے ساتھ اختصاص نہیں ہوتا، اور نکاح میں تمام لوگوں کے روبرو عورت میں منازعت ختم کردی جاتی ہے، اورمتعہ میں بھی زنا والی دونوں باتیں پائی جاتی ہیں، وہ بھی ایک عارضی معاملہ ہوتا ہے، اوراس میں بھی عورت کسی کے لئے مختص نہیں ہوتی‘‘۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ ۵؍۶۶)

متعہ نسب میں اختلاط کا بھی ذریعہ ہے، اورنکاح صحیح کے سلسلے کے لئے روک بھی ہے، اس لئے شریعت اس پر بند لگاتی ہے۔

حلالہ کا مسئلہ

اسلام نے حلالہ کی شرط ونیت سے نکاح کو بھی اسی لئے حرام فرمایا ہے کہ اس میں شبۂ زنا پایا جاتا ہے، اوروہ نکاح کے اصل مقصود اورعفت وپاکیزگی کے لئے قاتل عمل ہے۔

حدیث میں آیا ہے:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمُحَلِّلَ، وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ.

(ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جاء فی المحل الخ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے پر، اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہے اس پر لعنت فرمائی ہے۔

ایک حدیث میں حلالہ کرنے والے کو "تَیْسٌ مُسْتَعَارٌ" (عاریت پر لیا ہوا بکرا) قرار دیا گیا ہے۔ (نیل الاوطار ۶/۱۳۸)

معلوم ہوا کہ یہ عمل غیر شرعی ہے، بعض فقہاء کے نزدیک ایسا عقد درست تو ہو جاتا ہے؛ لیکن اس سے ایسے عمل کی حرمت اور شناعت کم نہیں ہوتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ ایسے عمل کرنے والوں کو قابل رجم (سنگ سار کئے جانے کے لائق) سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۴/۲۹۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس عمل کی بابت پوچھا گیا انہوں نے اسے زنا قرار دیا اور بتایا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرنے والے کو پا لیتے تو قتل کر دیتے۔ (ایضاً)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسا کرنے والے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ دھوکہ ہے، اور جو اللہ کو دھوکا دیتا ہے تو اس کا وبال خود اسی پر ہوتا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق ۶/۲۶۶)

حاصل یہ ہے کہ اسلام نکاح کو انتہائی پاکیزہ بنانا چاہتا ہے اور اسے شبۂ زنا کی ہر شکل سے بچانا چاہتا ہے۔

○●○

نکاح کو بے راہ روی کا ذریعہ نہ بنائیے!

نکاح زبانِ نبوت میں دل و نگاہ کا محافظ اور عفت و عصمت کا ضامن ہوتا ہے، شریعت نے نکاح کے ان مقاصد و فوائد کو پورے طور پر حاصل کرنے کے لئے کچھ آداب اور طریقے بتائے ہیں، اگر ان کی پابندی کی جائے تو نکاح کبھی بے راہ روی اور بدکاری کا ذریعہ ثابت نہیں ہوسکتا۔ نکاح کو حرام کاری کا ذریعہ بننے سے کیسے روکا جائے؟ اس تعلق سے شریعت نے کچھ تدابیر بتائی ہیں، ہم اختصار کے ساتھ ان میں سے دو تدبیروں کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) بدکاروں کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رفاقت، صحبت اور ہم نشینی کے اثرات لازمی طور پر ہوتے ہیں، اسی لئے گنہ گار کے ہم نشین کو گنہ گار جیسا قرار دیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِيْ الْكِتَابِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا، فَلاَ تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ، حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ، اِنَّكُمْ اِذاً مِّثْلُهُمْ. (النساء: ۱٤٠)

ترجمہ: اللہ اس کتاب میں تم کو پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جہاں تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جارہا ہے، اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہاں نہ بیٹھو، جب تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں، اب اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم بھی انہیں کی طرح ہو۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ غیبت سننے والا غیبت کرنے والے کے ساتھ شریک ہے، اس

روشنی میں غور کیا جائے کہ شوہر اور بیوی کی باہمی رفاقت اور شرکت دوسری تمام رفاقتوں سے زیادہ گہری اور بڑھی ہوئی ہوتی ہے، اسی لئے شریعت نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ پاک دامن مرد، بدکار عورت سے، اور پاک دامن عورت، بدکار مرد سے ہرگز نکاح نہ کرے۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

اَلزَّانِیُ لاَ یَنْکِحُ اِلاَّ زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً، وَالزَّانِیَةُ لاَ یَنْکِحُهَا اِلاَّ زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ، وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ. (النور: ۳)

ترجمہ: زانی نکاح نہ کرے مگر زانیہ کے ساتھ، اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے مگر زانی یا مشرک، اور یہ حرام کردیا گیا ہے اہل ایمان پر۔

اس آیت کی تفسیر میں جو سب سے دل لگتی بات ہے وہ یہ ہے کہ زنا ایک اخلاقی طاعون ہے اور جو اس کا شکار ہوجاتا ہے اسے وہی پسند آتا ہے جو اسی طاعون میں مبتلا ہو، ایسے افراد کو عفت راس نہیں آتی؛ اس لئے ان کا رجحان اپنے ہم فطرت افراد کی طرف ہوتا ہے، اور ایسے لوگوں کے لئے ایسے ہی لوگ موزوں بھی ہوتے ہیں۔

بدکاروں سے نکاح کی ممانعت کی کیا حکمت ہے؟ اس ذیل میں امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

''بدکار مرد اپنی بیوی کو بدکاری ہی پر آمادہ کرتا ہے، اسی لئے لڑکی کے والدین کو حکم ہے کہ وہ بدکار مرد سے اپنی لڑکی کا نکاح نہ کریں۔ امام شعبیؒ نے فرمایا: ''مَنْ زَوَّجَ کَرِیْمَتَهُ مِنْ فَاجِرٍ فَقَدْ قَطَعَ رَحِمَهَا''۔ (جو اپنی بیٹی کا نکاح بدکار سے کرتا ہے وہ قطع رحمی کرتا ہے) بدکار مرد مصروفِ حرام ہوکر بیوی کا حق ادا نہیں کرتا، پھر بسا اوقات بیوی مجبور زنا ہوجاتی ہے، بالعموم یہ دیکھا جاتا ہے کہ بدکاری کے عادی افراد کے گھروں کی خواتین اس لعنت سے محفوظ نہیں رہتی ہیں''۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۲/۱۲۱)

اسی طرح جو مرد بدکار عورت سے نکاح کرتا ہے، اور جانتے بوجھتے کرتا ہے، تو وہ درحقیقت بے غیرتی کا شاہ کار ہوتا ہے، گناہ پر راضی ہونا گناہ کرنے کے برابر سمجھا گیا ہے،

غور کیا جائے کہ جو شوہر اپنی بیوی کی پاک دامنی کے تعلق سے فکر مند نہ ہو، وہ خود کیسے پاک دامن رہ سکتا ہے؟ یہ بے غیرتی اور دیوثیت کی علامت ہے، انسان جس کی رفاقت میں رہتا ہے اس کے کردار کا عکس اس پر ضرور آتا ہے، اگر مرد وعورت میں سے کوئی ایک بدکار ہو تو دوسرا بھی اسی راہ پر قدم رکھتا ہے، اسی لئے شریعت نے سماج کو زنا کی لعنت سے بچانے کی خاطر بدکاروں کے ساتھ نکاح پر قدغن لگادی ہے۔

(۲) ازدواجی جنسی تعلقات کا اخفاء

شریعت ہر مرد وزن سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ جنسی تعلقات کو صیغۂ راز میں رکھا جائے، اور ایسی تدبیر اپنائی جائے کہ نہ یہ تعلقات نگاہ میں آسکیں اور نہ زبانوں پر آسکیں، ازدواجی زندگی کے ان رازوں کا افشاء بالکل حرام ہے؛ اس لئے کہ اس کے ذریعہ شہوانی جذبات برانگیختہ ہو سکتے ہیں، اور بے حیائی عام ہو سکتی ہے۔

چناں چہ عین جنسی تعلق قائم کرنے کے وقت بھی پردہ پوشی کی تاکید کی گئی ہے، اور اس تعلق کے بارے میں دوسروں سے کچھ بھی کہنے سے روکا گیا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ:

اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلُ يُفْضِىْ اِلىٰ اِمْرَأَتِهٖ وَتُفْضِىْ اِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا.

ترجمہ: اللہ کی نگاہ میں سب سے بدترین آدمی قیامت کے روز وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے جنسی تعلق قائم کرے، پھر یہ راز دوسروں میں پھیلائے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے جنسی تعلقات کے راز کو فاش کرنے کی صریح حرمت ثابت ہوتی ہے۔ (شرح النووی مع صحیح مسلم ۸/۱۰)

غور کیا جائے تو یہ حرمت دو وجہ سے ہے:

’’پہلی وجہ: جب جماع کے وقت پردہ کرنا واجب ہے تو درونِ پردہ کیا ہوا کام ظاہر کرنا، پردہ کے مقصد کو فوت کرنا اور اس کی غرض کو توڑنا ہے، پس اس کا مقتضی یہ ہے کہ راز فاش کرنے سے روکا جائے۔ دوسری وجہ: زن وشوئی کے معاملات ظاہر کرنا نری بے حیائی اور بے شرمی ہے، اور اس قسم کے جذبات کی پیروی یعنی خانگی باتیں کھولنا اور ان کو دلچسپی سے سننا نفس میں ظلمتیں پیدا کرتا ہے، اس لئے اس کی ممانعت کی گئی ہے‘‘۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ ۱۱۵/۵)

حاصل یہ ہے کہ اسلام نکاح کے نظام کو بے راہ روی کی بیخ کنی کے لئے مشروع کرتا ہے، اور مسلمانوں کو نکاح کی تلقین وترغیب کے ساتھ یہ ہدایات بھی دیتا ہے کہ نہ تو بدکار مردوں اور عورتوں کو حبالۂ زوجیت میں لیا جائے کہ اس سے پورا گھر بے راہ رو ہوتا ہے، اور نہ ازدواجی جنسی تعلقات منظر عام پر لائے جائیں کہ اس سے سماج میں بگاڑ اور بے حیائی کے اخلاق سوز جراثیم وجود میں آتے ہیں، انسان کی عقل اگر سلیم ہے اور دل ونگاہ اگر پاکیزہ ہیں تو اسلام کی ان ہدایات کی معقولیت اور حکمت کو سمجھا جا سکتا ہے۔

○●○

ایک سے زائد شادیوں کا نظام اور عفت کا تحفظ

نام نہاد مہذب دنیا کے نزدیک اسلام کے عائلی قوانین میں ''مرد کو ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت'' کا قانون خار کی طرح کھٹکتا رہتا ہے، اور اسے سب سے زیادہ ہدفِ ملامت وتنقید بنایا جاتا ہے، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کا یہ قانون اپنے جلو میں حکمتوں اور رحمتوں کا ایک خزانہ لئے ہوئے ہے۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ. (النساء: ۳)

ترجمہ: جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرلو۔

قرآنِ کریم کا یہ قانونِ اجازت فی الواقع انتہائی حکیمانہ اور مبنی بر معقولیت ہے، اور مرد وزن کی عفت کا تحفظ جس طرح اس کے ذریعے ہوسکتا ہے کسی اور ذریعے سے نہیں ہوسکتا۔

مرد وعورت کی شرح پیدائش بالعموم فطری طور سے مساوی ہوتی ہے، مگر جنگ، فسادات اور دیگر وجوہ سے بسا اوقات مردوں کی تعداد کم اور عورتوں کی زیادہ ہوجاتی ہے، دنیا کی آبادی کا سرکاری اور غیر سرکاری سروے عورتوں کی کثرت تعداد اور اس کی وجہ سے جنم لینے والے بے شمار مسائل کا ذکر کرتا ہے۔ احادیث میں قیامت کے قریب عورتوں کی تعداد بہت بڑھنے کی پیش گوئی بار بار آئی ہے۔

اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ ہر مرد اپنی زوجیت میں ایک بیوی رکھے ہوئے ہے، تب بھی اس کے باوجود ایک بڑی تعداد عورتوں کی ایسی باقی بچتی ہے جو شادی سے محروم ہے، اس

کی رہائش، خرچ اور جنسی جذبات کی تسکین کے مسائل قوموں کو پریشان رکھتے ہیں، پھر اس بات کی کوئی ضمانت بھی نہیں رہتی کہ یہ عورتیں حرام کاریوں سے اپنے کو محفوظ رکھ سکیں گی، اسی طرح معاشرے میں بسنے والے مرد- خواہ وہ شادی شدہ ہی کیوں نہ ہو- اِن غیر شادی شدہ خواتین کی دعوتِ گناہ پر لبیک کہنے سے اپنے آپ کو بچاسکیں، یہ بھی انتہائی مشکل ہے۔

ایسے ماحول میں افراد اور معاشرے کو بے راہ روی سے محفوظ رکھنے کا اس کے سوا اور کیا طریقہ ہوسکتا ہے کہ مردوں کو عدل ومساوات کی لازمی شرط کے ساتھ ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کی اجازت دے دی جائے؛ تا کہ وہ عورتیں جائز راہ سے اپنے جذبات کی تسکین کا موقعہ پاسکیں اور گناہوں سے محفوظ رہ سکیں۔

اسلام کے قانونِ تعدد ازدواج کی سب سے بڑی حکمت عورتوں کی فاضل تعداد اور ان کو نکاح کے پاکیزہ بندھن میں باندھ کر ان کو اور پورے سماج کو پاکیزہ بنانا ہے، اور یہ ملحوظ رہے کہ یہ قانون صرف شریعت محمدی کی خصوصیت نہیں ہے، شریعت موسوی وعیسوی میں بھی یہ قانون ملتا ہے۔ سابق انبیاء علیہم السلام کا اپنا عمل اسی کے مطابق موجود ہے، چناں چہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل حضرت ابراہیم ویعقوب علیہم السلام وغیرہم سے ایک سے زائد شادیاں ثابت ہیں۔

مشرق ومغرب کے جو نام نہاد مفکرین اس قانون کے مخالف اور یک زوجگی کے پرزور حامی اور وکیل ہیں ان کے دل اخلاقی اقدار کی اہمیت سے اس درجہ نابلد ہیں کہ ان کو فکر اور احساس ہی نہیں ہوتا کہ اس قانون کی مخالفت سماج کو بدکاری اور زنا کی راہوں پر سرپٹ دوڑانے والی چیز ہے، جائز رشتے کی مخالفت حرام وناجائز رشتوں کی سمت لے جائے گی، اور پورا سماج اخلاقی آوارگی کا مرکب بن کر رہ جائے گا، اسی لئے متعدد مغربی مفکرین اب اسلام کے اس قانون کی وکالت کرنے لگے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں مرقوم ہے:

"تعدد ازدواج کی ایک وجہ شادی کے قابل عورتوں کی فاضل تعداد ہے، ہم بلا خوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب عورتوں کی کم وبیش مستقل اور قابل لحاظ اکثریت ہوگی تو تعدد ازدواج کی لازماً اجازت ہوگی"۔ (ذکریٰ: اسلام کا خاندانی نظام نمبر ۱۵۰، نومبر ۲۰۰۶ء)

حاصل یہ ہے کہ مردوں سے عورتوں کا تناسبِ تعداد بڑھ جانے کی مشکل کا موزوں حل اسلام کے اسی نظام تعدد میں ہے، اس کے علاوہ بیوی کے دائم المرض یا بانجھ ہونے کی صورت میں اگر مرد کو دوسری شادی کی اجازت نہ دی جائے تو اس کا نتیجہ بے راہ روی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ اسی طرح بیوہ اور مطلقہ عورتوں کے مسائل کا حل اگر دیکھا جائے تو دوسرے عقد میں ہے، غیر شادی شدہ مردوں سے عقد ثانی ہو تو بہتر ہے، مگر بالعموم ایسا ہو نہیں پاتا، اب اگر بیواؤں اور مطلقہ عورتوں کو بے نکاح رکھا جائے تو ان کے مالی اور جنسی مسائل کا حل کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ بے نکاحی زندگی بتدریج انہیں حرام راستوں پر لے جاسکتی ہے، اس لئے مسائل کا حل اسی میں ہے کہ ان کا دوسرا عقد کر دیا جائے، خواہ یہ عقد شادی شدہ مرد ہی سے کیوں نہ ہو۔

اس کے سوا بدصورت یا نادار خواتین یا وہ عورتیں جن کا عقد کسی وجہ سے نہیں ہو پارہا ہے، ان کا نکاح ان مردوں سے آسان ہوتا ہے جو پہلے سے شادی شدہ ہوں، اور کسی معقول وجہ سے عقد کے خواہاں ہوں۔

مزید براں خوش حال، تندرست اور خوش خوراک مردوں کی جنسی خواہش عموماً ایک بیوی سے مکمل ہونا مشکل ہوتا ہے، ایسے میں اگر ان کو دوسرے عقد کی اجازت نہ ہو تو وہ غلط طریقے اپنا سکتے ہیں، ان کی اس مشکل کا حل دوسری شادی ہی ہوسکتی ہے۔

کبھی مرد وزن میں تعلقات کی تلخی اس درجہ ہوجاتی ہے کہ نباہ ناممکن ہوجاتا ہے، مگر کسی خاص وجہ سے مرد بیوی کو طلاق نہیں دیتا، اور عورت بھی طلاق کا عار نہیں لینا چاہتی، ایسی صورت میں مرد کی فطری خواہش کی جائز تکمیل کی راہ عقد ثانی کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتی۔ (مزید تفصیل دیکھئے: معاشرتی مسائل، از: مولانا برہان الدین سنبھلی، ذکریٰ: اسلام کا خاندانی نظام نمبر، مضمون: مولانا حامد علیؒ)

اسلام کے اس قانون کو مخالفین صنف نازک کے ساتھ ظلم قرار دیتے ہیں، حالاں کہ اسلام نے یہ اجازت عدل کی شرط کے ساتھ دی ہے۔قرآنِ کریم میں ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً. (النساء: ۳)

ترجمہ: اگر تم کو اندیشہ ہو کہ بیویوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو صرف ایک سے نکاح کرو۔

تعدد ازدواج کی اجازت کے لئے جس عدل کی شریعت نے شرط لگائی ہے، اس کا مفہوم بقول علامہ کاسانیؒ یہ ہے کہ ان سب کے حقوق یکساں طور پر ادا کئے جائیں، ضروری اخراجات، لباس، مکان، شب باشی، ہر چیز میں برابری اور مساوات رکھی جائے، بالکل برابری کا برتاؤ ہو، کسی کے ساتھ ترجیحی معاملہ نہ کیا جائے، کنواری اور بیوہ، جوان اور بوڑھی، حسین و بدصورت، سب کے ساتھ یکساں معاملہ ہونا چاہیئے۔ (بدائع الصنائع ۲/۶۴۷-۶۴۸)

البتہ غیر اختیاری امور مثلاً قلبی تعلق اور میلان طبع میں شریعت مرد کو پابند نہیں بناتی؛ اس لئے کہ یہ استطاعت واختیار سے باہر کی چیز ہے۔احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تمام بیویوں کے ساتھ عملی طور پر مکمل مساوات کا معاملہ فرماتے تھے، تاہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تعلق خاطر زائد تھا، اس لئے یہ دعا بھی کرتے تھے کہ اے اللہ! جتنا میرے امکان میں تھا میں نے برابری رکھی؛ لیکن جو بات میری طاقت سے باہر ہے (قلبی میلان) اس پر میرا مؤاخذہ نہ فرمایئے۔ (ترمذی: کتاب النکاح: باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر)

لیکن اختیاری امور میں عدل نہ کرنا سنگین جرم ہے، اس پر وعید آئی ہے۔فرمایا گیا:

اِذَا کَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ اِمْرَأتَانِ، فَلَمْ یَعْدِلْ بَیْنَهُمَا، جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ. (ایضاً)

ترجمہ: جس کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں عدل نہ کرے، تو وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو لٹکا ہوا اس کے ظلم کا

اظہار کر رہا ہوگا۔

مخالفین کی طرف سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ زنا کاری اور تعدد ازدواج دونوں کا خاتمہ اور سد باب ہونا چاہئے، دونوں میں سے کوئی چیز گوارا نہیں کی جا سکتی، مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ بات قطعاً قابل عمل نہیں ہے، پوری تاریخ انسانی میں کوئی ایسا سماج نہیں مل سکتا جس میں یہ دونوں چیزیں قانونی طور پر ممنوع رہی ہوں۔ تاریخ میں ایسے معاشروں کی مثال ملتی ہے جن میں زنا سنگین ترین قانونی جرم تھا؛ لیکن تعدد ازدواج کی اجازت تھی، تاریخ یہ بھی شہادت دیتی ہے کہ ایسے معاشرے عفت و پاکیزگی کے لحاظ سے قابل صد رشک رہے ہیں، اور بدکاری کی آلودگی سے ان کی حفاظت بے نظیر رہی ہے، ساتھ ہی ہمارے سامنے ایسے بھی معاشرے ہیں جو بدکاری (زنا، ہم جنس پرستی) کو قانونی جواز دیتے ہیں، اور تعدد ازدواج کو قانونی جرم قرار دیتے ہیں، اور اس کا یہ ہول ناک نتیجہ بھی عیاں ہے کہ بدکاری کی گرم بازاری پورے سماج کو متعفن و آلودہ کئے ہوئے ہے، اور اخلاق واقدار پادر ہوا ہو گئے ہیں۔

پہلی قسم کے نمونے ہمیں دور اول کے مسلم معاشرے میں ملتے ہیں، اور دوسری قسم کا نمونہ آج کے ہمارے مغربی ظلمت زدہ معاشرے میں کھلی آنکھوں دیکھا جا سکتا ہے، جس کی سرپرستی میں حرام شہوت رانی کا زہر پوری دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے، کیا اب بھی اس میں تردد باقی ہے کہ اس زہر کا تریاق صرف اور صرف اسلام کے نظام رحمت میں ہی ہے؟ **فاعتبروا یا اولی الابصار۔**

○●○

پاکیزہ زندگی کے لئے رشتہ میں دین داری کو

معیار انتخاب بنایئے!

عموماً اخبارات میں شائع ہونے والے شادی کے اشتہارات اور تلاش رشتہ کے عنوانات میں لڑکی اورلڑکے دونوں کے سرپرستوں کی طرف سے حسن صورت، درازیٔ قد وقامت، مضبوط معاشی استحکام، مالی فراوانی اور جسمانی صحت وغیرہ کے تعلق سے مختلف شرطیں اور باتیں دیکھنے میں آتی ہیں، اصل مطلوب چیز دین داری اور خدا ترسی کا ذکر خال خال ہی نظر آتا ہے، مسلم سماج کے لئے یہ صورتِ حال بے حد افسوس ناک ہے، شریک زندگی کے انتخاب میں مال داری، خوب صورتی اور جمال ظاہر کو ہی مطمح نظر اور معیار ترجیح قرار دینے، اور دین وتقویٰ کی صفاتِ عالیہ کو نظر انداز کرنے کا خطرناک نتیجہ ازدواجی زندگی کی ناکامی، مرد وزن کی بے راہ روی اور بسا اوقات عفت وعصمت کے اخلاقی اقدار کا سودا کرنے کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

شریعت اسلام نے اپنے متبعین کو تلقین فرمائی ہے کہ مال داری اور غربت یا حسن صورت اور بدصورتی کو کسی رشتے کے قبول کرنے یا رد کرنے کا کبھی معیار نہ بنایا جائے، لڑکی کے سرپرستوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا جارہا ہے:

اِذَا خَطَبَ اِلَیْکُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ، اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَکُنْ فِتْنَةٌ فِیْ الْأَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ. (ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جاء فی من ترضون دینه فزوجوه)

ترجمہ: جب تمہارے پاس اس شخص کا رشتہ آئے جس کے دین واخلاق کو تم پسند کرتے (اور مطمئن) ہو، تو تم اس کے ساتھ لڑکی کا نکاح کردو، اگر تم ایسا نہ کروگے (بلکہ مال وجمال کی طمع میں رہوگے) تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پھیلے گا۔ (لڑکیاں بے نکاح رہ جائیں گی)

واقعہ یہ ہے کہ خانگی نظام میں ایک تو خوش اخلاقی مطلوب ہے، دوسرے ایسی رفاقت مطلوب ہے جو اصلاحِ دین کا ذریعہ ثابت ہو؛ اس لئے اگر لڑکی کے لئے بااخلاق دین دار خاوند مل جائے تو اسے غنیمت سمجھنا چاہئے اور فوراً نکاح کردینا چاہئے۔

صاحب تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں:

''اگر لڑکی کے سرپرست یہ طے کریں کہ وہ لڑکی کا نکاح مال دار ہی سے کریں گے تو اس کا نقصان یہ ہوگا کہ بہت سے لوگ بے نکاح رہ جائیں گے، اور زنا میں ابتلاء بڑھتا چلا جائے گا، واضح رہے کہ ایسا کرنے سے صلاح وعفت کا جوہر کم ہوتا جاتا ہے، اور فتنہ وفساد بڑھتا جاتا ہے''۔ (تحفۃ الاحوذی: مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری ۱۶۹/۲)

رشتہ کا ارادہ رکھنے والے مرد سے حدیث میں کہا جارہا ہے:

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَجَمَالِهَا، وَلِدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ. (صحيح بخاری: كتاب النكاح: باب الاكفاء فی الدين)

ترجمہ: عورت سے نکاح اس کے مال، اس کے حسب ونسب، اس کے حسن وجمال اور اس کی دین داری کی وجہ سے کیا جاتا ہے، پس تم دین دار لڑکی کو لازم پکڑو۔

اس حدیث میں یہ واضح کیا جارہا ہے کہ لوگ بالعموم نکاح کے لئے عورت کے انتخاب میں چار چیزیں پیش نظر رکھتے ہیں:

(۱) عورت کی دولت اور مال داری دیکھتے ہیں؛ تاکہ خود اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔

(۲) عورت کی خاندانی خوبیاں اور حسب دیکھتے ہیں؛ تاکہ معاشرے میں باعزت

اور عالی مرتبہ قرار پائیں۔

(۳) عورت کا حسن و جمال دیکھتے ہیں؛ کیوں کہ حسن و جمال کی طرف ان کا فطری وطبعی میلان انہیں اس پر مجبور کرتا ہے۔

(۴) عورت کی دین داری دیکھتے ہیں؛ تا کہ ازدواجی زندگی خوش گوار و پرسکون ہو، عورت حقوق شناس ہو، اولاد کی صحیح تربیت ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

''پہلا اور دوسرا مقصد مال وجاہ اور ثروت وشرف وہ لوگ پیش نظر رکھتے ہیں جن پر دنیا داری کا غلبہ ہوتا ہے، اور تیسرا مقصد یعنی عورت کی خوب صورتی اور رعنائی وہ لوگ پیش نظر رکھتے ہیں جو نفس کے غلام ہوتے ہیں، اور دین داری وہ لوگ پسند کرتے ہیں جو پاکیزگی، نیازمندی، فیاضی اور انصاف کے جوہر سے آراستہ ہوتے ہیں''۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ مع حجۃ اللہ البالغۃ ۵/۲۷)

احادیث کے مستند شارح ابن حجرؒ حدیث بالا کی شرح میں لکھتے ہیں:

''دین پسند شریف آدمی کے شایانِ شان یہ ہے کہ ہر چیز میں اس کا مطمح نظر اور مرکز توجہ دین رہے، خصوصاً نکاح کی دائمی رفاقت کے باب میں وہ دین دار خاتون کا انتخاب کرے، یہی اس کا مقصود اعظم ہونا چاہئے''۔ (فتح الباری ۹/۱۳۵)

احادیث میں دین داری کو معیار انتخاب قرار دینے کے ساتھ ہی دیگر اوصاف کی قباحتیں بھی بیان فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

لَا تَتَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ، فَعَسٰی حُسْنُهُنَّ اَنْ یُرْدِیَهُنَّ، وَلَا تَتَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِمَالِهِنَّ، فَعَسٰی مَالُهُنَّ اَنْ یُطْغِیَهُنَّ، وَلٰکِنْ تَزَوَّجُوْهُنَّ عَلَى الدِّیْنِ، وَلَأَمَةٌ سَوْدَاءُ ذَاتُ دِیْنٍ اَفْضَلُ. (الترغیب والترهیب: ۳/٤٦)

ترجمہ: محض حسن و جمال کی وجہ سے عورتوں سے نکاح نہ کرو؛ کیوں کہ حسن عورت کے لئے تباہی اور بگاڑ کا سبب ہوسکتا ہے، اسی طرح محض مال ودولت کی وجہ سے عورتوں سے شادی نہ کرو؛ کیوں کہ مال عورتوں کی سرکشی کا

ذریعہ بن سکتا ہے، (مال کا افراط عورت کی نگاہ میں شوہر کو رفیق کے بجائے خادم کا مقام دے دیتا ہے) تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ تم دین داری کو معیار بنا کر شادی کرو، یاد رکھو! ایک سیاہ فام دین دار باندی بہت بہتر ہے۔

ایک حدیث میں مزید صراحت اس طرح آئی ہے:

مَنْ تَزَوَّجَ لِعِزِّهَا، لَمْ يَزِدْهُ اِلَّا ذُلًّا، وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِمَالِهَا لَمْ يَزِدْهُ اِلَّا فَقْراً، وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِحُسْنِهَا لَمْ يَزِدْهُ اِلَّا دَنَاءَةً، وَمَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً لَمْ يُرِدْ بِهَا اِلَّا أَنْ يَغُضَّ بَصَرَهُ وَيُحْصِنَ فَرْجَهُ اَوْ يَصِلَ رَحِمَهُ، بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا وَبَارَكَ لَهَا فِيْهِ. (الترغيب والترهيب ٤٦/٣)

ترجمہ: جو محض عزت کے حصول کے لئے شادی کرے گا، اس کی ذلت میں اضافہ ہوگا، جو صرف مال کی بنا پر شادی کرے گا اس کے فقر میں اضافہ ہوگا، جو محض حسب ونسب کی بنا پر نکاح کرے گا (اور اپنی عزت بڑھانا چاہے گا) اس کی عزت گھٹے گی، ہاں جس کا مقصد نکاح سے نگاہ کی حفاظت، شرم گاہ کی حفاظت یا رشتہ داروں کے ساتھ بہتر سلوک ہو، تو ایسا نکاح زوجین کے لئے باعث خیر وبرکت ہوگا۔

متعدد احادیث میں دین دار بیوی کو انسان کی سعادت اور نیک بختی کی اولین علامت، اور بے دین عورت کو انسان کی شقاوت اور حرماں نصیبی کی پہچان بتایا گیا ہے۔ (ایضاً ۴۲/۳) اسی طرح نیک خاتون کو دنیا کی متاعِ گراں مایہ قرار دیا گیا ہے۔ (مسلم شریف)

واقعہ یہ ہے کہ گھر میں دین دار بہو آتی ہے، یا دین دار داماد آتا ہے تو پورا گھرانہ دینی ماحول میں ڈھلتا چلا جاتا ہے، عبادات کا ذوق بڑھ جاتا ہے، گناہ اور بے حیائی کے جراثیم رخصت ہونے لگتے ہیں، جب کہ دین داری سے محروم محض مال دار یا خوب صورت مرد وعورت کا انتخاب گھر کے ماحول کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے، بڑوں کا احترام ختم ہوجاتا ہے اور تعلقات کی

پاکیزگی داغ دار ہونے لگتی ہے۔

دین داری سب سے زیادہ قابل ترجیح وصف ہے، اس باب میں ہمارے لئے سب سے امتیازی نمونہ حضرت سعید بن مسیّب سید التابعین رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جن کی انتہائی حسین وجمیل اور باکمال صاحب زادی کے لئے بادشاہِ وقت عبد الملک بن مروان نے اپنے شاہ زادے اور ولی عہد کا پیغام بھیجا تھا، انہوں نے عذر کر دیا اور اپنے ہونہار غریب شاگرد ابووداعہؒ سے صاحب زادی کا نکاح کر دیا، ابووداعہؒ نے اپنی ناداری کا ذکر کیا، تو حضرت سعیدؒ نے فرمایا کہ: تم معمولی آدمی نہیں ہو، تمہارے پاس دولت تقویٰ ہے، تم سے زیادہ مستحق کوئی نہیں ہے۔ پھر جب شام ہوئی تو اپنی لڑکی کا ہاتھ تھام کر ابووداعہؒ کے گھر پہنچا دیا۔ (مختارات من ادب العرب ۱/۹۹)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا، اس نے کہا کہ میری ایک بیٹی ہے، مختلف لوگوں نے پیغام نکاح بھیجا ہے، آپ مشورہ دیں کہ میں اس کی شادی کیسے شخص سے کروں؟ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس کی شادی ایسے آدمی سے کرو جو اللہ سے ڈرتا ہو، اور اس کی حکمت یہ بتائی کہ:

فَاِنَّهٗ اِنْ اَحَبَّهَا اَكْرَمَهَا، وَاِنْ اَبْغَضَهَا لَمْ يَظْلِمْهَا.

(ارشاد الساری شرح بخاری ۱۱/۳۶۵)

ترجمہ: کیوں کہ اگر وہ اسے پسند کرے گا تو اس کی قدر کرے گا، اور اگر ناپسند بھی کرے گا تو اس پر ظلم نہ کرے گا۔

آج ہماری سماجی صورتِ حال یہ ہے کہ دین داری کی بنیاد پر انتخاب کا مزاج عنقا ہوتا جا رہا ہے، اور پوری توجہ مال دار اور خوب صورت رشتے پر دی جا رہی ہے، اس کا خمیازہ یہ بھگتنا پڑ رہا ہے کہ مسلم علاقوں میں بے شمار لڑکے اور لڑکیاں نکاح سے محروم ہیں، دین کے بجائے دنیا کو معیار انتخاب بنانے کی نحوست یہ ہے کہ بے نکاحوں کا افراط ہے، اسی لئے بہت سی مسلم لڑکیاں غیر مسلموں کے ساتھ فرار ہو رہی ہیں، اور نہ جانے کتنے مرد وزن گناہ اور بدکاری کی

وادیوں میں بھٹکتے جارہے ہیں، اور دولت و جمال کی بنیاد پر جو رشتے طے ہو جاتے ہیں وہ بھی بالعموم کدورتوں کی نذر ہوتے ہیں، اور ازواجی زندگی کی یہ کدورت وناکامی بسا اوقات بے راہ روی پر منتج ہوتی ہے۔

اسی لئے شریعت نے دین داری کو وصف مطلوب، قابل ترجیح بنیاد اور اولین معیارِ انتخاب بنا کر اپنے ہر پیرو کار کو یہی اصول پیش نظر رکھنے اور حرزِ جاں بنانے کی تلقین کی ہے۔

○●○

بابِ ششم

عفت کے شاہکار نمونے

نوجوانانِ ملت کے لئے آئیڈیل کردار

سیرتِ یوسفی

موجودہ پرفتن ماحول میں نوجوان نسل کی بے راہ روی ملت کے دردمندوں اور بہی خواہوں کے لئے ایک بہت دشوارکن مسئلہ بنی ہوئی ہے، لادینیت اور تخریب اخلاق پرمبنی کلچر اور عریانیت وفحاشی کے طوفانِ تند وتیز نے نوجوانوں کوتعلیم اور مقصدیت کی راہ سے ہٹا کر بگاڑ، انحراف اور بدکاری کی لعنت میں پور پور غرق کردیا ہے، اور خطرہ یہ پیدا ہوگیا ہے کہ اگر نوجوان نسل کا یہی حال رہا تو مستقبل میں سفینۂ ملت کی ناخدائی کون کرے گا اور مسائل ومشکلات کے گرداب سے امت کونجات کون دلائے گا؟

عریانیت اور فحاشی کے ماحول میں تربیت پانے والے اوراسی رنگ میں رنگے ہوئے نوجوانوں کے لئے قرآنِ کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کردار نمونے کے طور پر پیش کرکے یہ پیغام دیا ہے کہ ہر مسلم نوجوان کے لئے اپنی ذات اور سیرت کو پاکیزہ رکھنا اور نازک سے نازک موقعے پر بھی اپنی عفت وعصمت کا تحفظ کرنا فرض ہے۔ اگر ہر مسلمان حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت کواپنا آئیڈیل بنالے اوراپنے تئیں فکرمند ہوجائے تو تہذیب حاضر کا کوئی بھی وار اور حملہ اس کے ایمان اور عفت کونقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

قرآنِ کریم صراحت کرتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی بیوی فریفتہ اور

ناجائز تعلقات قائم کرنے پر مصر ہوگئی، مگر حضرت یوسف علیہ السلام دامن جھاڑ کر الگ ہوگئے، زنا جیسی معصیت کی دعوت ایک حسین خاتون کی طرف سے گوشۂ خلوت میں تھی، مگر حضرت یوسف علیہ السلام کا تقویٰ اور جذبہ تحفظ عصمت وعفت بہت مکمل تھا، وہ گناہ سے دور اور نفور رہے۔

واقعہ یہ ہے کہ انسان کے لئے سب سے بڑی آزمائش جذبات کی آزمائش ہوتی ہے، موجِ سمندر ہو، برقِ سماوی ہو، تلواروں کی جھنکار ہو، درندوں کا سامنا ہو، غرضیکہ جو بھی چیز ہو انسان اس سے ہراساں، لرزاں وترساں ہوئے بغیر اس کا مقابلہ کرتا ہے، مگر نفس کی معمولی سی ترغیب اور جذبات کی ادنیٰ سی کشش انسان کو بے بس کر دیتی ہے اور وہ نفس کے دام میں پھنس جاتا ہے، مگر حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت کی چٹان کسی بھی ترغیبِ نسوانی وشہوانی سے متزلزل نہیں ہوئی۔

مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے یہ وقت سخت آزمائش کا وقت تھا، شاہی خاندان کی نوجوان عورت، شعلۂ حسن سے لالہ رو، محبوب نہیں؛ بلکہ عاشق، آرائش حسن وزینت کی نمائش، عشق طرازیوں کی بارش، ادھر یوسف خود نوجوان، جمال ورعنائی کے پیکر مجسم، رخِ روشن شمس وقمر کی طرح منور، دروازے بند، رقیب کا خوف نہ ڈر، مگر ان تمام سازگار حالات نے کیا یوسف کے دل میں ایک لمحے کے لئے بھی عزیز مصر کی بیوی کی حوصلہ افزائی کی، کیا نفس نے جہانِ قلب کو ایک لمحہ کے لئے بھی متزلزل کیا؟ نہیں، ہرگز نہیں؛ بلکہ اس کے برعکس اس پیکر عصمت، امین نبوت، مہبط وحی الٰہی نے یک لخت انکار کر دیا''۔ (قصص القرآن ۱/۲۳۲)

عزیز مصر کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو زلیخا نے الٹی اپنی مظلومیت ظاہر کر دی، اور حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگادی، اللہ نے ایک شیر خوار بچے کو قوتِ گویائی دی اور اس نے عصمت یوسفی کی صریح شہادت دی، پھر سب کو زلیخا کے ارادۂ بد اور حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا یقین ہوگیا۔

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے زنا کے ایسے قوی دواعی واسباب آ گئے تھے، جن سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہو جاتا، مگر خدا نے جس کو محسن قرار دے کر علم وحکمت کے رنگ میں رنگین کیا اور پیغمبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچایا، اس پر کیا مجال تھی کہ شیطان کا قابو چل جاتا، اس نے ایک لفظ کہا: ''معاذ اللہ'' (خدا کی پناہ) اور شیطانی چال کے سارے حلقے توڑ ڈالے؛ کیوں کہ جس نے خدا کی پناہ لی اس پر کس کا وار چل سکتا ہے؟''۔ (تفسیر عثمانی ۱/۶۶۹)

اس کے بعد بھی وہ خاتون حضرت یوسف علیہ السلام کے پیچھے پڑی رہی، ان کے خلاف سازشوں کے جال بنے جاتے رہے، دھمکیوں کا سلسلہ جاری رہا، بالآخر حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ. (یوسف: ۳۳)

ترجمہ: اے میرے پروردگار! جیل مجھے (اس گناہِ زنا سے) زیادہ پسند ہے۔

ان کے سامنے دو راستے تھے: (۱) معاذ اللہ زنا کے مرتکب ہو جائیں (۲) قید وبند کی آزمائش میں اپنے کو مبتلا کریں، مگر ان کے صبر اور تقویٰ کی قوت تھی کہ انہوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا، قید وبند کی صعوبتیں گوارا کر لیں، مگر گناہ کی دلدل میں پھنسنا گوارا نہیں کیا، اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنی دنیا قربان کر دی، اپنی عفت کی حفاظت کے لئے اپنی آزادی قربان کر دی۔

مفسر ابن کثیرؒ کے بقول:

''حضرت یوسف علیہ السلام کمال صدیقیت کے مقام عالی پر فائز تھے، مکمل حسن وجمال، شباب وقوت اور کمال وفضل کی نعمتوں سے بہرہ مند تھے، دوسری طرف جوان وحسین خاتون آپ کو دعوتِ زنا دے رہی تھی، اس پر بھی خوفِ خدا اس درجہ غالب ہے کہ ان لذتوں کو ٹھکرا کر قید وبند کی مشقتیں گوارا کر لیتے ہیں''۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/۱۳۰)

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ عزیز مصر کی بیوی کی دعوتِ زنا پر حضرت

یوسف علیہ السلام کا صبر عن الزنا (زنا سے فرار اور نفرت) کنویں میں ڈالے جانے، فروخت کئے جانے، غلام بنائے جانے اور باپ سے جدا کئے جانے کی تمام مصیبتوں پر صبر سے بڑھا ہوا تھا؛ کیوں کہ گناہ سے دوری صبر اختیاری ہے، جب کہ بقیہ آزمائشوں پر صبر اضطراری تھا، گناہ سے بچنے میں نفس سے جنگ ہے، پھر جب کہ دعوتِ گناہ پر لبیک کہنے کے مواقع اور چانسز جمع ہو گئے ہوں، تب تو بچنا بہت مشکل ہوتا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں یہی چیز ملتی ہے۔ (۱) ایک تو وہ جوان تھے، بھرپور جوان (۲) دوسرے غیر شادی شدہ تھے (۳) تیسرے غریب الوطن تھے (۴) چوتھے غلام تھے، عنفوانِ شباب ہو، تجرد کی زندگی ہو، وطن سے دوری ہو، اور غلامی کی زندگی ہو (۵) اور ساتھ ہی حسین وجمیل، مال دار وصاحب منصب عورت از خود پیش کش کرے (۶) اور پیش کش قبول نہ کرنے کی صورت میں قید وبند اور تذلیل واہانت کی دھمکی بھی دے رہی ہو، تو ایسے حالات میں قدم کا گناہ کے راستے سے ہٹنا اور نفس کو دبانا جہادِ اکبر سے کم نہیں۔ (ملاحظہ ہو: بدائع التفسیر ۲/۴۴۸-۴۵۱)

قرآن نے حضرت یوسف علیہ السلام کی عبدیت کاملہ کا ذکر بڑے حسین اسلوب میں کیا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی اور براءت کی پہلی شہادت خاندانِ شاہی کے ایک بچے نے دی، جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ دوسری شہادت حضرت یوسف علیہ السلام کے قید خانے کے ساتھی کی ہے، جس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ﴿يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ﴾ (یوسف! اے صدق مجسم) کہہ کر خطاب کیا، اور آپ کی صداقت وبراءت کا اعلان کر دیا۔ تیسری شہادت مصر کی ان خواتین کی ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال کامل کو دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھی تھیں، انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی کی گواہی دی۔ چوتھی شہادت خود عزیز مصر کی بیوی کی ہے جس نے حقیقت حال عیاں ہو جانے کے بعد اپنے جرم ومکر کا اعتراف اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی براءت اور عفت وتقویٰ کا برسر عام اقرار واعتراف کیا۔ پانچویں شہادت خود خدائے سمیع وبصیر نے قرآنِ مقدس میں دی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید

وبند کی دشواریاں برداشت کرلیں، پر دامن عفت کو داغ دار کرنا گوارا نہیں کیا۔ خدا نے ان کی دعا کو شرفِ قبول سے نواز دیا، اور انہیں عورتوں کے فریب اور سازشوں سے نجات عطا کردی۔

اتنی شہادتوں کے باوجود سیدنا یوسف علیہ السلام کی عبدیت وتواضع کا عالم یہ تھا کہ فرمایا:

وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ، اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ. (یوسف)

ترجمہ: میں اپنے نفس کو (بالذات) بری اور پاک نہیں بتاتا؛ کیوں کہ نفس تو ہر ایک کا بری بات بتاتا ہے، بجز اس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے۔

(اس لطیف وعجیب موضوع کی تفصیل مرشدی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کی تصنیف ''معرفت الٰہیہ'' میں ہے)

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ حقیقت واضح فرمادی ہے کہ میں اپنے نفس کو گناہوں سے بالاتر نہیں قرار دیتا، نفس سب کے ساتھ ہے اور برائی کے لئے وسوسہ اندازیاں کرتا ہے، اس کے شر سے وہی بچ پاتا ہے جو خدا کی رحمت وفضل کے سائے میں رہے، حضرت یوسف علیہ السلام کی نفسانی وشہوانی فتنوں سے حفاظت اللہ کی رحمت وعنایت کا فیض تھا۔

مولانا اصلاحیؒ لکھتے ہیں:

''سنتِ الٰہی ہے کہ اللہ نے انسان کو نیکی اور بدی الہام فرماکر اختیار دیا ہے، اگر انسان نیکی کی راہ اختیار کرتا ہے اور اس راہ میں پیش آنے والی آزمائشوں کا پامردی سے مقابلہ کرتا ہے، تو اللہ اس کی طرف رحمت وعنایت سے متوجہ ہوتا ہے، اور اس کی راہ کو آسان کردیتا ہے، یہاں تک کہ وہ منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے نفس کے اعلیٰ داعیات کو اختیار فرمایا اور اس راہ کی تمام مزاحمتوں کا پوری پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا، یہاں تک کہ نفس کے سفلی داعیات ان کے آگے سپر انداز ہوگئے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مرتبۂ بلند کی سرفرازی بخشی جوان کے لئے مقدر تھا''۔ (تدبر قرآن ۴/۲۲۶)

قرآن حضرت یوسف کی داستان پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے اور یہ بیان محض ایک تاریخی داستان کے طور پر نہیں ہے؛ بلکہ یہ بیان صبح قیامت تک آنے والے

انسانوں خصوصاً نوجوانوں کے لئے ایک پیغام ہے، ایک درسِ موعظت ہے اور اس کے ذریعے ہر مسلمان کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ سیرتِ یوسفی معیار ہے، اسے نمونہ بنانا ہے، اور اپنی عفت وعصمت کے آبگینے کی اسی طرح حفاظت کرنی ہے اور بہر قیمت اسے چور چور ہونے سے بچانا ہے۔

مولانا آزاد نے اپنے ساحرانہ اسلوب میں جھنجھوڑا ہے:

''تم چشم تصور سے کام لو اور دیکھو! ترغیبات کی قہر وسلطانی کا کیا حال تھا، اور عیش نفس کی یہ دعوت کیسے شکیب آزما سامانوں اور صبر ربا حالتوں کے ساتھ پیش آئی تھی، عمر عین عروج شباب کی عمر، اور معاملہ محبت کا نہیں محبوبیت کا، طلب کا نہیں مطلوبیت کا، پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ موانع بالکل مرتفع ہو گئے، جہاں کوئی انسانی آنکھ دیکھنے والی نہیں، کوئی پردۂ حجاب حائل نہیں، کون ہے جو ایسی حالت میں بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکتا ہے؟ عفت وپاکی کا کون سا پہاڑ ہے جو ان بجلیوں کی تاب لا سکتا ہے؟ لیکن ایک پہاڑ تھا جسے یہ بجلیاں بھی نہ ہلا سکیں، یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت تھی جو کسی حال میں بھی متزلزل نہیں ہوئی، اور ان کی بے داغ فضیلت پر نفس انسانی کا سب سے بڑا فتنہ بھی دھبا نہ لگا سکا، یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت کا سب سے زیادہ عظیم الشان مظاہرہ ہے، یہ عشق حق کا نمونہ ہے، یہ پرستاریٔ صدق کا دستور العمل ہے، یہ ایمان کامل کا معیار ہے''۔ (ترجمان القرآن ۲/۸۴۳-۸۴۷)

حضرت یوسف علیہ السلام کا کردار نوجوانانِ امت کے لئے آئیڈیل کردار ہے، انسان کا ایمان اسی وقت محفوظ رہ سکتا ہے اور اس کا قلب وضمیر اسی وقت پاکیزہ ہو سکتا ہے جب وہ اپنی عفت وعصمت کے تحفظ کے تعلق سے بے حد حساس اور فکر مند ہو جائے، اور ہر قدم پر اس کی یہی کوشش رہے کہ اس کا دامن عفت کبھی داغ دار وآلودہ نہ ہونے پائے، اور زندگی کے کسی موڑ پر اس سے ایسی کوئی حرکت سرزد نہ ہونے پائے، جو اس کی عصمت کے تقدس کو مجروح کرے، یہ انسان کا مذہبی، اخلاقی اور سماجی فریضہ ہے، جس میں کوتاہی مذہبی امور میں کھوکھلا کر دیتی ہے، سماجی نظام کو درہم برہم کرتی ہے اور اخلاقی نظام کی خالصیت پر تیشہ چلا دیتی ہے۔

○●○

عفت وعصمت کی حفاظت کے

شاہ کار نمونے

عفت وعصمت کا تحفظ ہر صاحب ایمان کا ایمانی فریضہ بھی ہے اور اخلاقی بھی، یہ اس کی معاشرتی ذمہ داری بھی ہے اور عقل سلیم کا تقاضا بھی، تاریخ کے ہر دور میں ایسی تابندہ شخصیات وجود میں آتی رہی ہیں جنہوں نے نازک ترین حالات اور ہیجان انگیز مواقع میں اپنی عفت وعصمت کی عظمت اور تقدس کو مجروح نہیں ہونے دیا۔

خلوت کے مواقع ہوں، رات کی ظلمت اور مہیب سناٹا ہو، کوئی آنکھ خدا کی آنکھ کے سوا دیکھنے والی نہ ہو، کوئی زبان ملامت کرنے والی نہ ہو، کوئی طاقت روکنے والی نہ ہو، ایسے موقعوں پر بھی اپنے ضمیر کی آواز پر، اپنی ایمانی وروحانی طاقت کے دباؤ میں اور خدائے ذوالجلال کے خوف سے گناہوں اور بدکاریوں کی غلاظتوں اور آلودگیوں سے اپنا دامن بچالے جانا اور کسی بھی طرح اپنے آبگینۂ عفت وعصمت کو ٹھیس نہ پہنچنے دینا بلاشبہ کسی کرامت سے کم نہیں، اور یہ توفیق اللہ کے منتخب بندوں ہی کو عطا ہوتی ہے۔

ذیل میں ہم اپنی روشن وتابناک تاریخ سے عفت وعصمت کی شاہ کار، مثالی اور آئیڈیل شخصیات کے چند نمونے اپنے مطالعے کی روشنی میں بے کم وکاست پیش کررہے ہیں، شاید یہ کسی باتوفیق کے دل کے دریچوں کو دستک دے سکیں اور ان کی روشنی میں ہم احتسابِ خویش کا ناخوش گوار فرض انجام دینے اور انقلابِ حال کے فیصلے کے لئے تیار ہوجائیں۔

مقبول الدعا انسان

رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمایا ہے:

تین مسافر پچھلی امتوں میں کسی امت میں محو سفر تھے، اتنے میں موسلا دھار بارش برسنے لگی، تینوں نے بھاگ کر ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی، اتنے میں ایک چٹان اوپر سے ایسی گری کہ اس سے غار کا منہ بند ہوگیا، وہ تینوں بے کسی اور اضطراب کی نا قابل بیان کیفیت میں مبتلا ہوگئے، موت انہیں آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی تھی، ہر ایک نے اپنے ہاتھ خدا کی بارگاہ میں اٹھادئے اور کہا کہ ہمیں اپنی خالص نیکی کا واسطہ دے کر اللہ سے التجاء کرنی چاہئے۔

ایک نے کہا: خدایا! تو جانتا ہے کہ میرے والدین بوڑھے تھے، اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں بکریاں چراتا تھا، انہیں پر ہماری روزی کا سہارا تھا، میں شام کو جب بکریاں لے کر گھر آتا تھا تو دودھ دوہ کر سب سے پہلے اپنے والدین کو پیش کرتا تھا، پھر اپنے بچوں کو پلاتا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ میں بکریاں چرانے دور چلا گیا، واپس ہوا تو والدین سو چکے تھے، میں دودھ لے کر ان کے سرہانے کھڑا ہوگیا، نہ ان کو جگاتا تھا کہ ان کے آرام میں خلل آجاتا اور نہ ہٹتا تھا کہ خدا جانے کس وقت ان کی آنکھیں کھلیں اور دودھ مانگیں، بچے بھوک کے مارے بے تاب تھے، مگر مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ بچے والدین سے پہلے سیر ہوں، میں نے اسی عالم میں رات گذاردی، خدایا! اگر تجھے معلوم ہے کہ میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا تو اس چٹان کو اس غار کے منہ سے ہٹادے، یہ کہنا تھا کہ چٹان تھوڑی سی سرک گئی۔

دوسرے نے کہا: بارالٰہا! میری ایک چچازاد بہن تھی جس سے میں بے پناہ محبت کرتا تھا، میں نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا؛ لیکن جب تک میں اسے ۱۰۰/ دینار نہ دے دوں وہ راضی نہیں ہوئی، میں نے ۱۰۰/ دینار کما کر جمع کئے اور اس کو دے کر اپنی خواہش نفسانی پوری کرنی چاہی؛ لیکن اس نے کہا کہ اے بندۂ خدا! اللہ سے ڈرو، میں فوراً رک گیا، خدایا!

اگر تو جانتا ہے کہ میں نے صرف تیری مرضی کے لئے ایسا کیا ہے تو یہ چٹان ہٹا دے، چناں چہ وہ چٹان مزید کھسک گئی۔

تیسرے نے کہا: اے میرے پروردگار! میرا ایک مزدور تھا، اس نے پورا کام کیا، پھر مزدوری لئے بغیر چلا گیا، میں نے اس کی مزدوری کی رقم کاروبار میں لگادی، اس سے بڑا نفع ہوا، پھر وہ آیا تو میں نے سب کچھ اس کے حوالے کر دیا، خدایا! میرا یہ عمل اگر تیری رضا کے لئے تھا تو یہ چٹان ہٹا دے، چناں چہ وہ چٹان ہٹ گئی، اور وہ تینوں بحفاظت باہر نکل آئے۔

(صحیح بخاری: کتاب الادب: باب اجابۃ دعاء من بر والدیہ)

حضرت سارہؓ کا واقعہ

حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی زوجہ حضرت سارہ کا عجیب واقعہ بیان فرمایا ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ حضرت سارہؓ کے ساتھ عراق سے ہجرت فرمائی، دورانِ سفر ایسے علاقے میں آئے جہاں انتہائی عیاش اور ظالم بادشاہ رہا کرتا تھا، اس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ اس کے علاقے میں آتا تھا اور وہ بیوی اسے پسند آجاتی تھی، تو وہ شوہر کا کام تمام کر کے بیوی کو اپنے قبضے میں کر لیتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی دریافت کیا گیا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اب اگر وہ یہ بتاتے کہ میری بیوی ہے تو جان کا خطرہ تھا؛ اس لئے انہوں نے کہا کہ یہ میری بہن ہے، پھر حضرت سارہؓ سے کہا کہ اگر چہ تم بیوی ہو؛ لیکن میں نے بہن اس لئے کہا کہ اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے، تو دینی اعتبار سے ہم بھائی بہن ہیں، پھر اس کے بعد حضرت سارہؓ کو بادشاہ کے پاس لے جایا گیا، بادشاہ بری نیت سے ان کی طرف لپکا، انہوں نے فوراً نماز شروع کر دی اور خدا سے دعا کرنے لگیں: خدایا! میرا آپ پر اور آپ کے رسول پر ایمان ہے، اور میں نے اب تک اپنے گوہر عفت کی حفاظت کی ہے، اس بدبخت کافر کو مجھ پر مسلط نہ

فرمایئے، اس دعا کے نتیجہ میں بادشاہ کا سانس پھول گیا اور وہ زمین پر پاؤں پٹخنے لگا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر حضرت سارہ گھبرا گئیں اور دعا کرنے لگیں کہ خدایا! اسے موت نہ دیجئے، اگر یہ مر گیا تو مجھ ہی پر قتل کا الزام آئے گا، چناں چہ بادشاہ ٹھیک ہو گیا پھر برے ارادے سے حضرت سارہؓ کی طرف لپکا، پھر انہوں نے دعا کی کہ خدایا! اسے مجھ پر مسلط نہ کیجئے، چناں چہ پھر اس بادشاہ کا سانس پھول گیا اور پاؤں پٹخنے لگا۔ بالآخر جب وہ ٹھیک ہوا تو اس نے حضرت سارہؓ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس بھیج دیا اور ہاجرہ نامی باندی تحفے میں دی اور اپنے خادموں سے کہا کہ یہ عورت شیطان معلوم ہوتی ہے، حضرت سارہؓ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اللہ نے اس کافر کو ذلیل و نامراد کر دیا۔ (صحیح بخاری: کتاب البیوع: باب شری المملوک من الحربی وہبتہ وعتقہ)

مشہور عابد جُریج کا واقعہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

"بنی اسرائیل میں ایک عبادت گذار شخص جریج نامی تھا، وہ مسلسل نماز میں مشغول رہا کرتا تھا، ایک بار اس کی والدہ ملنے آئیں، اسے بلایا، مگر اس نے عبادت کی مشغولیات کی وجہ سے جواب نہ دیا، والدہ کو غصہ آ گیا، انہوں نے بددعا دی کہ خدایا! اسے موت نہ آئے جب تک کہ یہ بدکار عورتوں کی سازش کا شکار نہ ہو جائے، دعا قبول ہوئی، جریج اپنے عبادت خانے میں رہا کرتا تھا، ایک عورت نے طے کیا کہ جریج کو اپنے دام میں ضرور پھانسنا ہے، بن سنور کر اس کے پاس آئی، مگر جریج نے کوئی توجہ نہ دی، اور اس کے دام فریب میں نہ پھنسا، اس عورت نے باہر آ کر ایک چرواہے سے زنا کا جرم کیا، اس کے نتیجے میں بچہ پیدا ہوا، عورت نے شور کر دیا کہ جریج نے مجھ سے حرام کاری کی، اور یہ اسی کا بچہ ہے، لوگوں نے جوش میں آ کر جریج کو برا بھلا کہا، مارا پیٹا، اس کا عبادت خانہ ڈھا دیا، جریج نے وضو کر کے نماز پڑھی

اوراس شیر خوار بچے سے سب کے سامنے سوال کیا کہ تمہارا باپ کون ہے؟ بچے نے جواب دیا: فلاں چرواہا، اب لوگوں کو حقیقت حال کا علم ہوا، سب نے جریج سے معذرت کی اور کہنے لگے کہ ہم آپ کا عبادت خانہ سونے کی اینٹوں سے تعمیر کریں گے“۔

(صحیح بخاری: ابواب المظالم والقصاص: باب اذا ہدم حائطاً فلیبن مثلہ)

کفل نامی جوان کا واقعہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سات مرتبہ سے بھی زیادہ مرتبہ سنی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بنی اسرائیل کی قوم میں کفل نامی ایک شخص تھا، جو گناہوں کے کرنے میں بڑا بے باک تھا، ایک مرتبہ ایک عورت آئی جو بہت مجبور تھی، اس نے اس کو ساٹھ دینار اس شرط پر دئے کہ وہ اسے اپنے ساتھ گناہ کرنے دے، عورت راضی ہوگئی، پھر جب وہ اس سے گناہ کرنے لگا اور اس کے پاس بیٹھ گیا، جیسا کہ مرد عورت کے پاس بیٹھتا ہے، تو عورت کی چیخ نکل گئی اور رونے لگی، اس جوان نے پوچھا کہ کیوں روتی ہو؟ کیا میں نے تمہیں اس کے لئے مجبور کیا تھا؟ اس نے کہا نہیں، یہ بات نہیں؛ بلکہ یہ گناہ ایسا ہے جو میں نے آج تک نہیں کیا؛ لیکن آج میں اپنی مجبوری کی وجہ سے مجبور ہوگئی، یہ سن کر نوجوان اس سے ہٹ گیا اور اسے کہا جاؤ چلی جاؤ، اور یہ دینار بھی لے جاؤ۔ پھر اس شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم کفل کبھی آج کے بعد یہ گناہ نہیں کرے گا، پھر یہ شخص اسی رات فوت ہوگیا، صبح ہوئی تو اس کے گھر کے دروازے پر لکھا ہوا تھا:

قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لِلْكِفْلِ.

ترجمہ: اللہ نے کفل کی مغفرت کردی۔

(معارف القرآن ۶/۲۱۹-۲۲۰ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کی بے نظیر عفت مآبی

مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے، نہایت نیکوکار اور پاکیزہ صفت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کام پر مامور فرمایا تھا کہ مکہ مکرمہ میں جو بعض مسلمان کفار کے پنجۂ ظلم وستم میں گرفتار ہیں، ان کو کسی طریقہ سے مدینۃ الرسول میں لایا جائے، اس فرض کی بجاآوری کے لئے مرثد رات کے اندھیرے میں چھپ کر مکہ میں داخل ہوئے، اس زمانہ میں مکہ آج کی طرح کا مکہ نہیں تھا؛ بلکہ بہت چھوٹا سا شہر تھا، مکان اور گلیاں کچی تھیں۔ مرثد جونہی مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، شب دیجور سایہ فگن تھی، گلیاں سنسان، ہر طرف سناٹا اور ایک ہو کا عالم طاری تھا، اِکادُکا مکانات سے روشنی کی مدہم سی لَو اٹھ رہی تھی، اکثر گھروں میں تاریکی سایہ فگن تھی، یہ سمٹتے گئے، سایہ قریب سے قریب تر آتا گیا، اور پھر ایک نسوانی آواز آئی:

''مرثد تم ہو؟ میں نے تمہیں پہچان لیا، کہو کیسے آنا ہوا''؟

''عناق''؟ مرثد نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

''ہاں'' عناق نے فی الفور جواب دیا۔

عناق کبھی مرثد رضی اللہ عنہ کی نشاط روح تھی، کبھی دونوں ایک دوسرے کو اتنا چاہتے تھے کہ کسی کا بھی پل بھر کے لئے دوسرے کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا تھا۔ عناق کے دل ودماغ پر ان سہانے دنوں اور نشاط انگیز راتوں کی یادوں کی فلم چلنے لگی، مرثد رضی اللہ عنہ اسلام کی قیمتی دولت سے بہرہ ور ہوکر مدینہ طیبہ چلے گئے تھے اور عناق اسی کفر کی حالت میں غلطاں وپیچاں مکہ میں زندگی کے دن گذار رہی تھی؛ لیکن مرثد رضی اللہ عنہ کی یاد اس کے قلب کی اتھاہ گہرائیوں میں اب بھی اسی طرح انگڑائیاں لے رہی تھی، وہ اسی انتظار میں تھی کہ ایک روز مرثد رضی اللہ عنہ کو اس کی یاد ضرور واپس لائے گی، اور آج وہ مرثد رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے دیکھ رہی تھی۔

''مرثد! آج تم میرے ہاں شب باشی کروگے ناں''؟

پھر اسی وقت اس نے مرثد کا ہاتھ اپنے گھر لے جانے کے لئے پکڑ لیا، مرثد وہ مرثد نہیں تھا، وہ اب بادۂ توحید سے مست تھا، اس کا سینہ ایمان کے نور سے منور تھا، جاہلیت کی ساری باتوں سے اسے اب نفرت ہو چکی تھی؛ لہٰذا اس نے اچھل کر اس کا ہاتھ یوں جھٹکا جیسے کوئی ناگ لپٹ گیا ہو۔

مرثد نے جونہی ہاتھ جھٹکا، عناق حیران رہ گئی؛ کیوں کہ اس سے قبل کئی کئی راتیں ان کی ہم آغوشی میں گذر جاتی تھیں۔

''خیر تو ہے، تم پاگل تو نہیں ہو گئے''؟ عناق نے حیرت زدہ لہجے میں کہا، ''تم جانتے ہو کہ یہ بازو اور ہاتھ تمہیں کتنے پسند تھے''؟

''وہ اور وقت تھا، عہد رفتہ کی باتیں چھوڑو، ماضی کی باتیں قصۂ پارینہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں، وہ زمانۂ جاہلیت کی باتیں ہیں، جب مجھے حلال و حرام، نیکی اور بدی، حق اور باطل اور نجاست و پاکیزگی میں تمیز نہ تھی۔ مرثد رضی اللہ عنہ نے عناق کی بات کاٹتے ہوئے کہا: ''اب اللہ نے مجھ پر اپنا خاص فضل کیا ہے، مجھے نیکی کی ہدایت دی ہے، صراطِ مستقیم دکھائی ہے، اور ایمان کے نور سے میرے دل کو منور کیا ہے، اب میں اللہ کے فضل و کرم سے مسلمان ہوں، اسلام میں زنا حرام ہے اس لئے مجھے معاف رکھو''۔

عناق مرثد رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے سیخ پا ہو گئی، غصے سے اس کا رنگ سرخ ہو گیا، اور وہ تلملاتے ہوئے بولی: ''بڑے آئے پاک دامن اور زنا کو حرام کہنے والے، تم میرے ساتھ چلتے ہو یا لوگوں کو آواز دوں''؟

مرثد رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نیک بخت! اپنا راستہ ناپو، میں اب پاکیزہ زندگی کو چھوڑ کر نجاست کے گڑھے میں کبھی نہیں گروں گا، جاہلیت کی تمام باتیں میں نے اب ہمیشہ کے لئے تج دی ہیں''۔

عناق ناگن کی طرح پھنکاری اور زور زور سے چیخنے لگی:

''لوگو! مرثد آیا ہے تمہارے قیدیوں کو بھگانے کے لئے''۔

''اونگھتا ہوا مکہ ایک دم اس آواز سے جاگ اٹھا، لوگ آواز کی طرف دوڑے، مرشد رضی اللہ عنہ بھاگنا چاہتے تھے کہ عناق نے ان کا دامن پکڑ لیا؛ لیکن وہ زور سے جھٹکا دے کر اس کی گرفت سے نکل گئے''۔

''کہاں گیا؟ کہاں گیا؟'' تاریکی میں آوازیں آنے لگیں، اور پھر مرشد کی تلاش میں لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔

رات کی تاریکی کی چادر نے مرشد کو اپنے دامن میں چھپالیا، مرشد رضی اللہ عنہ ایک غار میں جا چھپے، لوگ ہر طرف انہیں ڈھونڈتے رہے، آخر ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس غار تک بھی پہنچ گئے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نیک بندے کی اسی طرح حفاظت فرمائی جس طرح اپنے نبی اور ابوبکر کی غار ثور میں حفاظت فرمائی تھی، جونہی مکہ والے غار کے منہ تک پہنچے کسی پکارنے والے نے اچانک دور سے پکارا:

''وہ ادھر نہیں گیا ہے''۔

پھر مرشد رضی اللہ عنہ نے ان کے دوڑنے کی آواز سنی جو لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی جارہی تھی، اور اس طرح حق تعالیٰ شانہ نے اپنے اس نیک بندے کو ظالموں کے پنجہ سے بچالیا۔

(ملاحظہ ہو: روزن تاریخ سے: ۲۷-۲۹، از: عبدالرحمن ایم اے مطبوعہ بیت العلوم لاہور)

ایک تابعی کا خوفِ خدا

ایک تابعی کے بارے میں آتا ہے کہ ان کو عیسائی بادشاہ نے قید کروادیا، وہ چاہتا تھا کہ ان کو قتل کروادے، مگر اس کے وزیر نے کہا کہ نہیں، اس کے اندر بہادری اتنی ہے کہ اگر یہ کسی طرح ہمارے مذہب پر آجائے تو یہ ہماری فوج کا کمانڈر انچیف بنے گا، ایسا بندہ آپ کو کہاں سے مل سکے گا؟ اس نے کہا اچھا میں اس کو اپنے مذہب پر لانے کی کوشش کرتا ہوں...... اس کا خیال تھا کہ میں اس کو لالچ دوں گا...... چناں چہ اس نے ان کو لالچ دیا کہ ہم تجھے سلطنت دیں گے تم ہمارا مذہب قبول کرلو، مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی، جب انہوں نے کوئی

توجہ ہی نہ دی تو وہ پریشانی کے عالم میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔اسی دوران اس کی نوجوان بیٹی نے پوچھا: ابا جان! آپ پریشان کیوں بیٹھے ہیں؟ اس نے کہا: بیٹی! یہ معاملہ ہے۔ وہ کہنے لگی: ابا جان! آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کو Track (راستہ) پر لاتی ہوں۔

چناں چہ بادشاہ نے انہیں ایک کمرے میں بند کروادیا اور اس لڑکی سے کہا کہ تم اسے Track (راستہ) پر لے آؤ۔ اب وہ لڑکی اس کے لئے کھانا لاتی اور بن سنور کر سامنے آتی، اس کا یہ سب کچھ کرنے کا مقصد انہیں اپنی طرف مائل کرنا تھا، وہ لڑکی اس طرح چالیس دن تک کوشش کرتی رہی، مگر انہوں نے اسے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ چالیس دن گذرنے کے بعد وہ ان سے کہنے لگی کہ آپ کیسے انسان ہیں؟ دنیا کا ہر مرد عورت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور میں اس قدر خوب صورت ہوں کہ ہزاروں میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں، اور میں تمہارے لئے روزانہ بن سنور کر آتی رہی، مگر تم نے تو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو مرد نہیں ہے یا کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے غیر عورت کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے میں نے آپ کی طرف توجہ نہیں کی۔

اس لڑکی نے کہا کہ جب تمہیں پروردگار کے ساتھ اتنی محبت ہے تو پھر ہمیں بھی کچھ تعلیم دو، چناں چہ انہوں نے اس لڑکی کو دین کی باتیں سکھانی شروع کردیں۔......شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے...... بالآخر وہ لڑکی اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوگئی؛ لہٰذا انہوں نے اس کو کلمہ پڑھا کر مسلمان بنادیا، وہ کلمہ پڑھ کر کہنے لگی کہ اب میں مسلمان ہوں؛ لہٰذا اب میں یہاں نہیں رہوں گی، بعد میں اس نے خود ہی ایک ترکیب بتائی، جس کی وجہ سے ان تابعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی قید سے نجات مل گئی اور وہ لڑکی خود بھی محلات کو چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ چلی گئی۔ اللہ اکبر......

حیرت کی بات ہے کہ ایک جوان لڑکی ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے چالیس دن تک تنہائی میں کوشش کرتی رہی، مگر انہوں نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔......یا

اللہ! ہمیں تو حیرانی ہوتی ہے......فرشتوں کو بھی تعجب ہوتا ہوگا...... یہ کس لئے تھا؟ اس لئے کہ ان کا تزکیہ ہو چکا تھا اور نفس کے اندر سے گندگی نکل چکی تھی۔ (ملاحظہ ہو: خطباتِ فقیر ۱۰/ ۱۹۷-۱۹۸)

حضرت سلیمان بن یسارؒ

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت حسین وجمیل اور پرہیزگار بزرگ تھے، ایک مرتبہ وہ مدینہ منورہ سے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حج کے سفر کو چلے، راستہ میں ابواء کے مقام پر قیام کیا اور خیمہ لگایا۔ ان کا رفیق سفر کچھ کھانے پینے کا سامان لینے بازار چلا گیا۔ ایک بدوی عورت نے پہاڑ کی چوٹی سے خیمہ میں بیٹھے ہوئے ان کو دیکھا اور فریفتہ ہوگئی، اور پہاڑ سے اتر کر ان کے خیمے میں آئی، برقع بھی تھا اور ہاتھوں پر دستانے بھی تھے، ان کے پاس آکر برقع اٹھادیا، وہ عورت بھی حسن وجمال میں چاند کا ٹکڑا تھی، اس نے حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ طلب کیا، آپ نے سمجھا کہ کچھ کھانے کو مانگ رہی ہے، آپ دسترخوان کی طرف بڑھے کہ کچھ کھانے کو دیں۔ اس نے کہا مجھے یہ نہیں چاہئے، مجھے تو وہ چاہئے جو آدمی اپنی بیوی سے چاہتا ہے۔ حضرت سلیمانؒ نے فرمایا کہ تجھے شیطان نے میرے پاس بھیجا ہے، یہ کہہ کر دونوں گھٹنوں پر منہ رکھ لیا اور رونا شروع کردیا اور چلا چلا کر رونے لگے، وہ عورت تو یہ منظر دیکھ کر کھسک گئی اور یہ بیٹھے روتے رہے۔ اتنے میں ان کے دوست آگئے، دیکھا تو یہ بیٹھے رو رہے ہیں اور آنکھیں ان کی پھولی ہوئی ہیں، انہوں نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ کیا بچے یاد آگئے؟ آپ نے کہا نہیں! تمہاری غیر موجودگی میں مجھے ایک واقعہ پیش آگیا اور پھر واقعہ سنایا۔ ان کے ساتھی نے واقعہ سنا تو وہ بھی بیٹھ کر زور وشور سے رونے لگا، حضرت سلیمانؒ نے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو مجھ سے تو صبر نہ ہوتا، یہ دونوں روتے ہی رہے۔

جب مکہ پہنچے، طواف اور سعی وغیرہ سے فارغ ہوئے تو حجر اسود کے سامنے حضرت

سلیمان ایک چادر لپیٹ کر بیٹھے ہوئے تھے کہ نیند آ گئی، خواب میں ایک نہایت حسین وجمیل شخص کی زیارت ہوئی، ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا میں یوسف علیہ السلام ہوں، انہوں نے عرض کیا یوسف صدیق آپ ہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ پھر عرض کیا کہ آپ کا زلیخا کا قصہ بڑا عجیب وغریب ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ابواء والی عورت کا واقعہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفۂ عصمت، از: عبداللہ فاروق ۷۰، بے داغ جوانی ۲۸)

اللہ کا خوف

اس واقعہ کے راوی امام ابن حزم ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ان سے ایک شخص نے بیان کیا جو ثقہ اور سچا انسان ہے:

اہل قرطبہ (اسپین) میں ایک نوجوان نہایت خوب صورت تھا، جو بھی اس کو دیکھتا، اس کا ہو جاتا، یہ نوجوان خوب صورتی کے ساتھ ساتھ نہایت عبادت گذار اور متقی بھی تھا، اس نوجوان کا ایک دوست تھا جس کے ساتھ اسے گہری محبت تھی اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسری بستی میں مقیم تھا۔ ایک مرتبہ یہ عابد اس سے ملنے کے لئے گیا، شام ہو چکی تھی، اس کے دوست نے کہا کہ وہ آج کی رات اسی کے یہاں قیام کرلے، چناں چہ وہ مان گیا۔

اتفاق سے رات کے وقت اس کے دوست کو ساتھ والی بستی سے کسی اہم کام کے لئے بلاوا آ گیا اور وہ اسے یہ کہہ کر چلا گیا کہ تم میرا انتظار کرو، میں تھوڑی ہی دیر میں واپس آ جاؤں گا، اب گھر میں اس کی بیوی اور یہ خوب صورت نوجوان اکیلے تھے، سردی کا موسم تھا اور بارش بھی ہو رہی تھی، اور یوں بھی اس علاقے میں سردیوں کی راتیں بڑی لمبی اور تاریک ہوتی ہیں۔ گھر میں نوجوان اپنے دوست کا انتظار کرتا رہا مگر وہ نہ آیا۔ ادھر شہر کے دروازے کو بند کرنے کا وقت ہو گیا، اس کو کوئی ایسی مجبوری آن پڑی کہ وہ نہ آ سکا، ادھر اس کی بیوی کو بھی یقین ہو گیا کہ اس کا خاوند رات کو واپس نہیں آ سکے گا۔ چناں چہ اس نے بناؤ سنگار کیا اور اس

نوجوان کے پاس آ گئی اور اپنے آپ کو پیش کیا، نوجوان عابد نے انکار کیا، مگر عورت نے بار بار اس کو دعوتِ گناہ دی، نوجوان تھوڑی دیر کے لئے بہکا مگر فوراً ہی سنبھل گیا۔ چراغ جل رہا تھا، اس نوجوان نے اپنا ہاتھ چراغ کے اوپر کیا اور ذرا سا ہاتھ جلنے کے بعد پیچھے کھینچ لیا، اس نے اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: دنیا کی معمولی سی آگ برداشت کرنے کی طاقت نہیں، جب کہ جہنم کی آگ کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں۔ اس عورت نے پھر دعوتِ گناہ دی، نوجوان نے پھر اپنے جسم کو آگ کے قریب کیا، جسم جلا تو اس نے پھر پیچھے کرلیا، اسی طرح جب بھی اس کو گناہ کا خیال آتا، وہ اپنے آپ کو آگ کے شعلے کے قریب کرتا اور ذرا سی حدت برداشت کر کے اپنے آپ کو پیچھے کر لیتا۔

غرض کہ ساری رات اس نے اسی طرح جاگتے ہوئے اور توبہ واستغفار کرتے ہوئے گذار دی، صبح ہوئی تو اس کا انگوٹھا آگ کی لپیٹ سے سیاہ ہو چکا تھا۔ (ملاحظہ ہو: ماہنامہ ''صراطِ مستقیم''، مئی ۲۰۰۷ء برمنگھم لندن ۱۸)

خوفِ خدا نے کس طرح ایک مرد کو بدکاری سے محفوظ رکھا؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک فاحشہ عورت تھی، جس کے پاس حسن کا تہائی حصہ تھا، جب تک سو دینار نہ لے لیتی کسی کو اپنے پاس نہ آنے دیتی۔ اسے ایک عابد نے دیکھا اور اس پر عاشق ہوگیا اور محنت مزدوری کر کے سو دینار جمع کئے، پھر اس عورت کے پاس آیا اور کہا کہ تیرا حسن مجھے بھا گیا، میں نے محنت مزدوری کر کے سو دینار جمع کر لئے ہیں، اس نے کہا لے آؤ۔ وہ شخص اس کے یہاں پہنچا اس کا ایک سونے کا تخت تھا، جس پر وہ بیٹھا کرتی تھی، اسے بھی اس نے اپنے پاس بلایا، جب عابد آمادہ ہوا اور اس کے پاس جا بیٹھا تو ناگاہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن کھڑا ہونا یاد آ گیا، اور فوراً اس کے بدن پر رعشہ پڑ گیا، اور کہا کہ مجھے جانے دو، سو دینار تیرے ہی ہیں،

اس نے کہا تجھے کیا ہو گیا؟ تو نے جمع کئے، جب مجھ پر قادر ہوا تو یہ حرکت کی۔ عابد نے کہا مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خوف طاری ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے کا اندیشہ غالب آ گیا، میرے دل میں تیری عداوت پیدا ہو گئی، اب تو میرے نزدیک سب سے مبغوض ہے۔

اس نے کہا اگر تو سچا ہے تو میرا شوہر بھی تیرے سوا کوئی نہیں ہو سکتا، اس نے کہا مجھے نکل جانے دو، اس عورت نے کہا مجھ سے نکاح کرنے کا وعدہ کر جاؤ، کہا عنقریب ہو جائے گا، پھر سر پر چادر ڈالی اور اپنے شہر کو چلا گیا۔

وہ عورت بھی توبہ کر کے اس کے پیچھے اس شہر کو روانہ ہوئی، اس شہر میں پہنچ کر لوگوں سے عابد کا حال دریافت کیا، لوگوں نے اسے بتایا۔

اس عورت کو ملکہ کہتے تھے، عابد سے بھی کسی نے کہا کہ تمہیں ملکہ تلاش کرتی پھرتی ہے، انہوں نے جب اسے دیکھا تو ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی۔ وہ عورت ناامید ہو گئی، پر اس نے کہا یہ تو مر ہی گئے ان کا کوئی رشتہ دار بھی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس کا بھائی بھی فقیر آدمی ہے، کہنے لگی اس کے بھائی کی محبت کی وجہ سے اس سے نکاح کروں گی۔ چناں چہ اس سے نکاح کیا جس سے سات لڑکے پیدا ہوئے، سب کے سب نیک بخت صالح تھے۔

(ملاحظہ ہو: اسلاف کی یادیں، از: مفتی اسد اللہ نعمانی ۲۰۴-۲۰۵)

ایک قابلِ رشک جوان

حضرت احمد بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ کوفہ میں ایک جوان تھا، جو انتہائی عبادت گذار اور ہمہ وقت جامع مسجد میں معتکف رہا کرتا تھا، ساتھ ہی وہ نہایت دراز قد، خوب صورت وخوب سیرت بھی تھا۔ ایک حسین عورت نے اسے دیکھا، تو پہلی ہی نظر میں وہ فریفتہ ہو گئی۔

ایک مدت تک عشق کی چنگاری اس کے دل میں سلگتی رہی؛ لیکن اسے اپنی محبت کے

اظہار کا موقع نہ ملا۔ ایک روز وہ نوجوان مسجد جارہا تھا، وہ عورت آئی اور اس کا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی، اور کہنے لگی: نوجوان! پہلے میری بات سن لو اس کے بعد جو دل میں آئے وہ کرو؛ لیکن نوجوان نے کوئی جواب نہ دیا اور چلتا رہا، یہاں تک کہ مسجد میں پہنچ گیا۔ واپسی میں وہ عورت پھر راستے میں کھڑی نظر آئی، جب وہ نوجوان قریب پہنچا تو اس نے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی، نوجوان نے کہا کہ یہ تہمت کی جگہ ہے، میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص مجھے تمہارے ساتھ کھڑا ہوا دیکھ کر تہمت لگائے، اس لئے میرا راستہ نہ روکو اور مجھے جانے دو۔ اس عورت نے کہا خدا کی قسم میں یہاں اس لئے نہیں کھڑی ہوئی کہ مجھے تمہاری حیثیت کا علم نہیں ہے، یا میں یہ نہیں جانتی کہ یہ تہمت کی جگہ ہے، خدا نہ کرے لوگوں کو میرے متعلق بدگمان ہونے کا موقع ملے؛ لیکن مجھے اس معاملے میں بذاتِ خود تم سے ملاقات پر اس امر نے اکسایا ہے کہ لوگ تھوڑی سی بات کو زیادہ کر لیتے ہیں، اور تم جیسے عبادت گذار لوگ آئینے کی طرح ہیں کہ معمولی سا غبار بھی اس کی صفائی کو متأثر کر دیتا ہے، میں تو سو بات کی ایک بات یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میرا دل و جان تمام اعضاء تم پر فدا ہیں۔

اور اللہ ہی ہے جو میرے اور تمہارے معاملے میں کوئی فیصلہ فرمائے، وہ نوجوان اس عورت کی یہ تقریر سن کر خاموشی کے ساتھ کوئی جواب دئے بغیر اپنے گھر چلا گیا۔ گھر پہنچ کر نماز پڑھنی چاہی؛ لیکن نماز میں دل نہیں لگا اور سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے؟ مجبوراً قلم کاغذ سنبھالا اور اس عورت کے نام ایک پرچہ لکھا، پرچہ لکھ کر باہر آیا، دیکھا کہ وہ عورت اسی طرح راہ میں کھڑی ہوئی ہے، اس نے پرچہ اس کی طرف پھینک دیا اور خود تیزی سے گھر میں داخل ہوگیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے عورت! تجھے یہ بات جان لینی چاہئے کہ جب بندہ اپنے خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ درگذر سے کام لیتا ہے، جب وہ دوبارہ اسی معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تب بھی وہ

پردہ پوشی فرمادیتا ہے؛ لیکن جب وہ اس معصیت کو اپنا مشغلہ اور پیشہ بنالیتا ہے تو پھر ایسا غضب نازل فرماتا ہے کہ زمین وآسمان، شجر وحجر اور چوپائے بھی کانپ اٹھتے ہیں۔ کون ہے جو اس کی سزا کو برداشت کر سکے؟ کون ہے جو اس کی ناراضگی کا تحمل کر سکے؟ بس اس کے حضور میں اپنے آپ کو پیش کر جو تمام جہانوں کا رب ہے، اس جبار عظیم کے آگے سربسجود ہوجا، اسی سے محبت کر؛ کیوں کہ وہ شروع سے ہے اور آخر تک ساتھ رہے گا۔ فقط: طالب دعا

اس خط کے کافی دنوں کے بعد وہ عورت پھر راستے میں کھڑی نظر آئی، انہوں نے اسے دیکھ لیا اور واپس لوٹنے کا ارادہ کیا؛ لیکن اس عورت نے کہا: کیوں واپس جاتے ہو؟ یہ آخری ملاقات ہے:

لقاء آخر ہے ظالم دیکھ لینے دے اِک نظر
پھر تری ایک ہی وصیت پر کٹ جائے گی زندگانی ہماری

آج کے بعد پھر خدا ہی کے یہاں ملاقات ہوگی، یہ کہہ کر خوب روئی:

ٹپک پڑتے ہیں آنسو جب تمہاری یاد آتی ہے
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں آتا

اور کہنے لگی کہ میں خدا سے جس کے ہاتھ میں تمہارا دل ہے، یہ دعا کرتی ہوں کہ وہ تمہارے سلسلے میں درپیش میری مشکل آسان فرمائے:

خدا کرے جدا کسی سے اس کا حبیب نہ ہو
یہ داغ ایسا ہے کہ کسی دشمن کو بھی نصیب نہ ہو

اب تم صرف مجھے ایک نصیحت کرو، نوجوان نے کہا: ''میں صرف یہ نصیحت کرتا ہوں کہ خود کو اپنے نفس سے محفوظ رکھنا اور اس آیت کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا:

هُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ. (الانعام: ٦٠)

ترجمہ: اور وہ اللہ تو ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو قبض کر دیتا ہے،

اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔

اور یہاں تک کہ:

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ.

ترجمہ: وہ تمہاری آنکھوں کی چوری کو بھی جانتا ہے، اور ان باتوں کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔

یہ نصیحت سن کر وہ عورت بہت روئی، دیر تک روتی رہی، جب افاقہ ہوا تو اپنے گھر پہنچی اور کچھ عرصے عبادت میں مشغول رہ کر ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگئی۔

(ملاحظہ ہو: اسلاف کی یادیں ۲۳۴-۲۳٦ بحوالہ تفسیر مظہری واحیاء العلوم)

ایک لڑکی کا خوفِ خدا

حضرت ابوبکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک قصائی اپنے کسی پڑوسی کی لڑکی کے عشق میں مبتلا ہوگیا، لڑکی کے گھر والوں نے اپنے کسی کام سے لڑکی کو ایک دوسری بستی میں بھیجا، قصائی کو علم ہوا تو وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا، اور راستے میں روک اسے گناہ پر اکسایا، لڑکی نے کہا ایسا نہ کر، خدا کی قسم میرے دل میں تیرے لئے اس سے کہیں زیادہ محبت ہے، جتنی تیرے دل میں میرے لئے ہے؛ لیکن اللہ سے ڈرتی ہوں اور مجھے میدانِ حشر میں عدالت خداوندی کی فکر ہے۔

محبت میری کم نہیں تجھ سے مگر
مجھے خشیت خدا ہے اور خوفِ آخرت

میری غیرت مجھے اجازت نہیں دیتی تو مجھے معاف کر، یہ سن کر اس عاشق نے کہا جو تیرا خدا ہے وہ میرا بھی خدا ہے، تو اس ذات سے ڈرتی ہے تو میں کیوں نہ ڈروں، اس نے توبہ کی اور واپس لوٹ گیا۔ (ملاحظہ ہو: اسلاف کی یادیں ۲۳۷ بحوالہ کیمیائے سعادت)

ایک خاتون کا تقویٰ

شہر بصرہ میں ایک بہت بڑا رئیس تھا، وہ رئیس ایک بار اپنے باغات وجنگلات کا معائنہ کرنے گیا، ان باغات کا جو باغبان تھا وہ وہیں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتا تھا، اس باغبان کی اہلیہ بڑی حسین وجمیل اور نہایت ہی خوب صورت اور جنت کی حوروں کا ایک نمونہ تھی، وہ رئیس اس کو دیکھتے ہی فریفتہ ہوگیا اور اس کے ساتھ ناجائز خواہش پوری کرنے کا عزم کیا، اور اپنی اس ناپاک خواہش کو پورا کرنے کے لئے اس نے اپنے نوکر باغبان کو کسی بہانہ سے باہر بھیج دیا، اور اس عورت کے گھر آ کر کہا: مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے، میں تم پر فدا ہوں؛ لہٰذا تم گھر کے تمام دروازے بند کرلو، وہ حسینہ نوکر کی اہلیہ تھی، اس لئے خوف کے مارے حکم کی تعمیل کی، اس کے بعد اس مالک نے پوچھا: اے محبوبہ! کیا سب دروازے بند کردئے؟ اس عورت نے جواب دیا جی ہاں، سب دروازے بند کردئے؛ لیکن ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے وہ ہمارے ظاہر وباطن تمام اعمال وافعال کو دیکھتا ہے، وہ خدا دیگر جھوٹے اور مصنوعی معبودوں کی طرح اندھا اور بہرا نہیں ہے، جسے کچھ پتہ نہ ہو، وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے، یہاں تک کہ دلوں کے حالات سے بھی بے خبر نہیں ہے، اور ہر انسان اس دارفانی میں جو کچھ کررہا ہے، ہر ایک کو اپنے عمل کے لحاظ سے جزا یا سزا ضرور ملے گی۔ اس رئیس نے کہا: جب خدا کی اس نیک بندی سے یہ ہدایتیں سنیں، اس پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً کانپ اٹھا اور برائی کا ارادہ ختم کردیا اور اپنی غلطی پر نادم ہوکر توبہ کی۔

(ملاحظہ ہو: اسلاف کی یادیں ۲۳۸-۲۳۹، بحوالہ کشف المحجوب ۱۰)

عورت کا بے پردگی ہوجانے پر اپنی آنکھیں نکال دینا

حضرت عتبہ بن غلام رحمۃ اللہ علیہ جن کا شمار اہل باطن اور اہل کمال میں ہوتا ہے، اور آپ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ ایک دفعہ آپ کسی

حسین عورت کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئے، اور حد یہاں تک کہ اس سے کسی نہ کسی طرح اپنے عشق کا اظہار بھی کر دیا، چناں چہ اس نے اپنی کنیز کے ذریعہ دریافت کرایا کہ آپ میرے جسم کا کونسا حصہ دیکھ کر عاشق ہوئے؟ آپ نے جواب دیا کہ تمہاری آنکھیں دیکھ کر عاشق ہوا ہوں، اس جواب کے بعد اس عورت نے اپنی دونوں آنکھیں نکال کر آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہوئے کنیز سے کہلوایا کہ جس چیز سے آپ فریفتہ ہوئے تھے، وہ حاضر خدمت ہے۔ یہ دیکھ کر آپ کے اوپر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی اور ڈرتے ہوئے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے، اور فیض باطنی سے بہرہ ور ہو کر مشغول عبادت رہے۔

(ملاحظہ ہو: اسلاف کی یادیں ۲۴۵-۲۴۶ بحوالہ تذکرۃ الاولیاء ۴۱)

ایک نوجوان کی قربانی

بنی اسرائیل میں ایک نیک جوان تھا، جس کا حسن و جمال میں کوئی ثانی نہ تھا، وہ مختلف سامان بیچا کرتا تھا، ایک دن وہ سامان فروخت کرتا ہوا جا رہا تھا کہ ایک عورت بادشاہ کے محل سے نکلی، جب اسے دیکھا تو دوڑی ہوئی اندر گئی، اور شہزادی سے کہا کہ میں نے ایک نوجوان کو دروازے پر دیکھا ہے، اس جیسا خوب صورت آدمی آج تک نہیں دیکھا، شہزادی نے کہا اسے بلا لاؤ، اس نے باہر نکل کر نوجوان سے کہا: اے جوان! اندر آؤ ہم بھی خریدیں گے، جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کر لیا، پھر وہ دوسرے دروازے میں داخل ہوا، تو وہ بھی بند کر دیا، اس طرح تین دروازوں میں سے داخل ہوا اور تینوں بند ہو گئے۔ شہزادی سینہ اور چہرہ کھولے ہوئے سامنے آئی، اس جوان نے کہا کہ اپنی ضرورت کی چیز خرید لو؛ تا کہ میں جاؤں، اس نے کہا میں نے اس لئے نہیں بلایا، میں نے تو اپنی خواہش نفس پوری کرنے کے لئے بلایا ہے۔ جوان نے کہا: خدا سے ڈرو، اس نے کہا اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں بادشاہ سے کہوں گی تو برے ارادے سے میرے گھر میں گھسا ہے۔ اس نے اسے نصیحت کی مگر وہ نہ

مانی، پھر اس نے کہا اچھا مجھے وضو کے لئے پانی چاہئے، کہنے لگی میرے ساتھ بہانے نہیں کرو، لونڈی سے کہا گھر کی چھت پر پانی رکھ دو، جہاں سے یہ کسی طرف بھاگ نہ سکے۔ وہ چھت زمین سے چالیس گز اونچی تھی، جب یہ اوپر پہنچا تو کہنے لگا: ''اے اللہ! مجھے برے کام پر اکسایا جارہا ہے؛ لیکن میں اپنے آپ کو یہاں سے گرادینا، گناہ کا ارتکاب کرنے سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں''۔ پھر بسم اللہ کہہ کر چھت سے کود پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا، جس نے اس کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کر دیا اور اسے کچھ تکلیف نہ ہوئی۔ اس نے پھر دعا کی کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بغیر اس تجارت کے بھی روزی دے سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس سونے کی ایک تھیلی بھیجی، اس نے اس میں سے جتنا اس کے کپڑے میں سمایا لے لیا۔ پھر اس نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ میری دنیا کی روزی ہے تو مجھے اس میں برکت دے اور اگر اس کے بدلے میرے اخروی ثواب کو کم کیا گیا ہے، تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آواز دی گئی کہ یہ ایک جزو ہے، اس صبر کا جو کہ تو نے چھت سے گرتے وقت اختیار کیا تھا، اس نے کہا: اخروی ثواب کم کرنے والی چیز مجھے درکار نہیں، چناں چہ اس سے وہ تھیلی پھیر لی گئی۔

(ملاحظہ ہو: بے داغ جوانی ۳۲، تحفۂ عصمت ۱۴۰)

عفت وعصمت کی حفاظت کا عجیب واقعہ

طولون نامی ایک حاکم گزرا ہے، وہ دین دار مزاج کا آدمی تھا، اس وقت کے حاکم دنیا دار ہونے کے باوجود دین دار بھی ہوا کرتے تھے۔ اس نے ایک مرتبہ ایک بچے کو لاوارث پڑا دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ اس کی ماں نے اس کو جنا اور اسے یہاں چھوڑ دیا۔ چناں چہ اس نے بچے کو اٹھالیا، اس نے اس بچے کا نام احمد رکھا؛ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ وہ احمد یتیم کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اب اس نے احمد یتیم کو بیٹوں کی سی محبت دی، اس کی اچھی تربیت کی اور پھر اس کو اپنا خاص مصاحب بنا دیا، احمد یتیم بھی بڑا دیانت دار، نیکوکار اور پرہیزگار نوجوان بنا۔

اردگرد کے لوگ احمد یتیم سے بڑا حسد کیا کرتے تھے، ان کو پتہ تھا کہ یہ اس کا حقیقی بیٹا نہیں ہے؛ بلکہ اس کا پالا ہوا ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد طولون کی وفات ہونے لگی، تو اس نے اپنے بیٹے ابوالجیش کو اپنا نائب بنایا اور پوری سلطنت اس کے حوالے کردی، اور یہ وصیت کی کہ بیٹا! یہ (احمد) تیرا بھائی ہے، میں نے اس کی پرورش کی ہے، تم بھی ساری عمر اس کا خیال رکھنا، اس کے بعد وہ فوت ہوگیا۔ چناں چہ ابوالجیش نے کنٹرول سنبھالا تو اس نے بھی احمد یتیم کے ساتھ اچھا تعلق رکھا۔

ایک مرتبہ ابوالجیش کو کسی چیز کی ضرورت پڑی، اس نے احمد یتیم کو بلایا اور کہا کہ یہ چابی لیں اور فلاں راستے سے آپ میرے کمرے میں چلے جائیں اور یہ چیز اٹھا کر لے آئیں، اس نے دن میں وہ راستہ کھولا اور کمرے میں چلا گیا، وہ جیسے ہی اس کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ابوالجیش کی ایک باندی جو بڑی خوب صورت تھی، اور ابوالجیش اس کے ساتھ بڑی محبت کرتا تھا، وہ اس وقت اس کمرے میں کسی خادم کے ساتھ زنا کی مرتکب ہو رہی تھی، اس باندی کو توقع ہی نہیں تھی کہ دن کے وقت بھی مرد کمرے میں واپس آ سکتا ہے، جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا اور یہ معاملہ دیکھا تو وہ مرد بھاگ گیا، اور عورت احمد یتیم کو اپنے چکر میں پھنسانے لگی، اور اس کی منت سماجت کرنے لگی کہ تم بھی میرے ساتھ وہی کرو جو وہ کر رہا تھا؛ لیکن اس کے دل میں نیکی تھی؛ لہٰذا کہنے لگا: ہرگز نہیں۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ. (یوسف: ۲۳)

سبحان اللہ، نیک لوگوں کا یہی دستور رہا ہے، چناں چہ احمد یتیم اس بدکار عورت کے چنگل سے نکل گئے اور وہ چیز اٹھا کر اس کمرے سے واپس آ گئے۔

اب اس باندی کے دل میں یہ بات کھٹک گئی کہ اگر یہ جا کر میری شکایت لگائے گا تو مجھے قتل کردیا جائے گا؛ لیکن انہوں نے اس کا پردہ رکھا اور آ کر وہ چیز ابوالجیش کو دے دی اور بات گول کردی۔

ابوالجیش نے انہی دنوں میں ایک اور نکاح کرلیا اور دوسرا نکاح کرنے کی وجہ سے پہلی بیوی کے پاس وقت گذارنے میں ذرا کمی آنے لگی، چوں کہ وہ دل میں سوچتی تھی کہ اس کا کوئی نہ کوئی ردعمل ہونا ہے، اس لئے اس کے دل میں یہ بات کھٹک گئی کہ احمد یتیم نے میرے خاوند کو سب کچھ بتا دیا ہے جس کی وجہ سے میرے خاوند کی توجہ مجھ سے ہٹ گئی ہے۔

عورت کے دل میں جب حسد آ جائے تو پھر وہ کیا کیا مکاریاں کر گذرتی ہے، چناں چہ اس نے سوچا کہ میں کسی طرح احمد یتیم کو راستے سے ہٹاؤں۔ ایک دن ابوالجیش اس سے ملنے کے لئے آیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میاں بڑی محبت کی نظر سے دیکھ رہا ہے اور پیار دے رہا ہے، تو اس وقت وہ رونے لگی، اس نے کہا: تم رو کیوں رہی ہو؟ وہ کہنے لگی، میں کیا بتاؤں، ایک دن احمد یتیم ہمارے کمرے میں آیا تھا، اس نے میرے ساتھ بدکاری کی کوشش کی اور میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو اس کے چنگل سے بچایا تھا۔

جب ابوالجیش نے یہ سنا تو اسے یاد آیا کہ ہاں میں نے ایک مرتبہ دن کے وقت احمد یتیم کو چابی دے کر بھیجا تھا، اس وقت اس نے میرے حرم کے ساتھ خیانت کرنے کی کوشش کی ہوگی، یہ سوچ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا کہ یہ اتنا خائن شخص ہے، اس نے اسی وقت نیت کرلی کہ میں احمد یتیم کے دربار میں آیا تو اس نے اپنے خاص بندے کو بلایا اور اس سے کہا کہ: میں ایک آدمی کو برتن دے کر آپ کی طرف بھیجوں گا، اور وہ آپ کو میرا یہ پیغام دے گا کہ اس برتن کو کستوری سے بھر دو، آپ یہ کام کرنا کہ وہ برتن جو بندہ لے کر آپ کے پاس آئے، آپ اس کو قتل کر کے اس کا سر اس برتن میں ڈال کر میرے پاس لے آنا۔

پھر اس نے احمد یتیم کو بلوایا، اور اس سے باتیں کرنا شروع کردیں، جب اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تو اس نے احمد یتیم کو وہ برتن دیا اور کہنے لگا کہ آپ فلاں بندے کے پاس جائیں اور اسے کہیں کہ وہ اس کو کستوری سے بھر کر لائے۔ احمد یتیم کو تو کچھ پتہ نہیں تھا، یہ برتن لے کر کچھ آگے گیا تو راستے میں اسی آدمی سے ملاقات ہوگئی جس نے باندی کے ساتھ زنا کا

ارتکاب کیا تھا، اس نے احمد یتیم سے وہ برتن لے لیا کہ یہ کام میں کر دیتا ہوں، چناں چہ جب وہ آدمی اس خاص بندے کے پاس گیا تو اس نے اسے فوراً قتل کروا دیا اور اس کا سر برتن میں ڈال کر ابوالجیش کے پاس بھجوا دیا۔ جب ابوالجیش کے سامنے احمد یتیم کے بجائے دوسرے آدمی کا سر لایا گیا تو وہ بڑا حیران ہوا، ابوالجیش نے احمد یتیم کو زندہ حالت میں دیکھا تو بڑا حیران ہوا کہ میں نے تو کچھ اور پلاننگ کی تھی، یہ کیا ہوا؟ احمد یتیم بھی بڑے حیران تھے کہ اس میں کستوری کے بجائے اسی خادم کا سر تھا۔

اس وقت ابوالجیش نے کہا کہ میں نے تو تمہیں مروانے کے لئے یہ کام کیا تھا۔ اب احمد یتیم کو واضح ہوا کہ اس باندی کے کہنے پر ابوالجیش نے میرے خلاف یہ سب کچھ کیا ہے، چناں چہ اب احمد یتیم نے اس کو پوری کہانی سنائی کہ جناب! میں نے آپ کی بیوی کی پردہ پوشی کی تھی، مگر اس بدکار عورت نے مجھے راستے سے ہٹانے کے لئے آپ کو میرے خلاف کر دیا اور قدرۃً وہی بندہ مرا جو اس کا زیادہ چاہنے والا تھا۔ جب ابوالجیش کو پتہ چلا تو اس نے باندی کو گرفتار کروا لیا، جب اس نے پوچھا تو اس نے اپنے گناہ کا اقرار کر لیا۔ ابوالجیش نے اس باندی کو بھی قتل کروا دیا، اب ابوالجیش کی نظر میں احمد یتیم کی قدر و منزلت اور بڑھ گئی اور اس نے وصیت کی کہ میرے بعد ان کو بادشاہ بنا دیا جائے۔ (ملاحظہ ہو: خطباتِ فقیر ۱۲/۹۶-تا-۹۹)

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا واقعہ

جب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو کہرام مچ گیا، جنازہ تیار ہوا، ایک بڑے میدان میں جنازہ پڑھنے کے لئے لایا گیا، مخلوق مور و ملخ کی طرح جنازہ پڑھنے کے لئے نکل پڑی تھی، انسانوں کا ایک سمندر تھا جو حد نگاہ تک نظر آتا تھا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک بپھرے ہوئے دریا کی مانند یہ مجمع ہے، جب جنازہ پڑھنے کا وقت آیا، ایک آدمی بڑھا۔ کہتا ہے کہ میں وصی ہوں مجھے حضرتؒ نے وصیت کی تھی، میں اس مجمع تک وہ

وصیت پہنچانا چاہتا ہوں، مجمع خاموش ہوگیا۔ وصیت کیا تھی؟ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے یہ وصیت کی کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جس کے اندر چار خوبیاں ہوں:

(۱) پہلی خوبی یہ کہ زندگی میں اس کی تکبیر اولیٰ کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔

(۲) دوسری شرط اس کی تہجد کی نماز کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔

(۳) تیسری بات یہ کہ اس نے غیر محرم پر کبھی بھی بری نظر نہ ڈالی ہو۔

(۴) چوتھی بات یہ کہ اتنا عبادت گذار ہو کہ اس نے عصر کی سنتیں بھی کبھی نہ چھوڑی ہوں۔

جس شخص میں یہ چار خوبیاں ہوں وہ میرا جنازہ پڑھائے، جب یہ بات کی گئی تو مجمع کو سانپ سونگھ گیا، سناٹا چھا گیا۔ لوگوں کے سر جھک گئے، کون ہے جو قدم آگے بڑھائے؟ کافی دیر گذر گئی حتی کہ ایک شخص روتا ہوا آگے بڑھا، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے جنازے کے قریب آیا، جنازے سے چادر ہٹائی اور یہ کہا: حضرت قطب الدین! آپ خود تو فوت ہوگئے، مجھے رسوا کر دیا، اس کے بعد بھرے مجمع کے سامنے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر قسم اٹھائی، میرے اندر یہ چاروں خوبیاں موجود ہیں۔ لوگوں نے دیکھا یہ وقت کا بادشاہ شمس الدین التمشؒ تھا۔ (ملاحظہ ہو: خطباتِ فقیر ۱/۱۳۰)

درباروں کی فضا ایسی ہوتی ہے کہ اربابِ اقتدار کے دماغ پھر جاتے ہیں، خوشامدیوں کا جھرمٹ اور آداب بجالانے والوں کا گروہ دماغ قابو سے باہر کر دیتا ہے، اقتدار کا یہ نشہ صرف اہل اللہ کی صحبت کی ترشی سے اترتا ہے، التمش کی یہ نیکی حضرت بختیار کاکیؒ کی صحبت کا فیض تھا۔

ایک طالب علم کی سبق آموز داستان

شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں ایک نوجوان تھا، وہ بہت ہی خوب

صورت اور نیک سیرت تھا، وہ روزانہ ایک راستے سے گذر کر مدرسہ جاتا تھا، ایک عورت اس کو روزانہ دیکھتی تھی، اس عورت کی نیت میں فتور آ گیا، اس سے رہا نہ گیا۔ چناں چہ اس نے ایک دن اپنے گھر کی نوکرانی کو بھی ساتھ ملایا اور کہا کہ اس کو کسی بہانے گھر لے آؤ، اس دن جب وہ وہاں سے گذرنے لگا تو وہ نوکرانی اس کے سامنے آ کر کہنے لگی کہ: "اس گھر میں ایک مریض ہے، اس کو تو دم کر دیجئے"۔...... یہ بھی تو ایک مرض ہی ہوتا ہے...... وہ طالب علم سمجھ نہ سکا؛ لہٰذا وہ گھر میں داخل ہو گیا، پیچھے سے نوکرانی نے دروازے بند کر دئے، اب وہ عورت اس کے سامنے آ گئی، اور کہنے لگی کہ میں آپ کو اتنی مدت سے اپنے گھر کے سامنے سے گذرتے ہوئے دیکھتی تھی، آپ مجھے بہت ہی اچھے لگتے تھے، سوچتی تھی کہ کسی طرح آپ کو بلا کر اپنی حسرت پوری کروں، جب وہ بے حجاب سامنے آئی اور یہ باتیں کیں تو وہ طالب علم گھبرا گیا، جب وہ گھبرایا تو وہ کہنے لگی کہ آج تو گھر میں کوئی نہیں ہے۔

جب اس نے دیکھا کہ معاملہ بالکل ہی الٹ چکا ہے، تو وہ اس سے کہنے لگا: "اچھا میں تیری مراد پوری کر دوں گا؛ لیکن مجھے قضائے حاجت کی ضرورت ہے"، اس نے کہا: اچھا، پھر آپ بیت الخلاء چلے جائیں۔ چناں چہ وہ بیت الخلاء میں چلا گیا، جب وہ بیت الخلاء میں گیا تو وہاں گندگی پڑی دیکھی، اس نے وہ گندگی اٹھا کر اپنے ہاتھوں پہ لگالی، جب وہ باہر نکلا تو اس سے بدبو آ رہی تھی، اب وہ بدبو جب اس عورت نے سونگھی تو اسے اس سے نفرت آئی اور کہنے لگی کہ: "مجھے کیا پتہ تھا کہ تو اتنا گندہ ہے، دفع ہو جا یہاں سے"۔ جب اس نے اسے کہا کہ دفع ہو جا یہاں سے، تو وہ طالب علم اپنا ایمان بچا کر وہاں سے نکل گیا۔

باہر نکل کر دیکھا تو اسے وہ گندگی کپڑوں پر بھی لگی نظر آئی، اس نے سوچا کہ اب تو لوگوں کو بھی بو آئے گی؛ لہٰذا وہ تیزی سے مدرسہ کی جانب چلا؛ تاکہ جلدی سے پہنچ کر اپنے کپڑوں اور بدن کو پاک کرے۔ جب مدرسہ پہنچا تو سیدھا غسل خانہ کی طرف گیا، وہ وہاں نہایا، کپڑے دھوئے، انہیں نچوڑا اور پہن کر درس گاہ کی طرف جانے لگا، وہ پریشان تھا کہ کبھی بھی سبق کا ناغہ

نہیں ہوا تھا، مگر آج تو سبق میں دیر ہوگئی ہے؛ لہٰذا وہ چپکے سے درس گاہ میں داخل ہوا اور کلاس میں سب سے آخر میں بیٹھ گیا۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ارے! تم میں سے کون ہے جس نے اتنی تیز خوشبو لگائی ہوئی ہے، جب شاہ صاحبؒ نے پوچھا تو سب طلبہ حیران و پریشان ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ ایک طالب علم جو اس کے قریب بیٹھا تھا کہنے لگا، حضرت! اس کے کپڑوں سے خوشبو آ رہی ہے، وہ تو پہلے ہی ڈر رہا تھا، جب استاذ نے اسے بلایا تو اور زیادہ پریشان ہوا۔ شاہ صاحبؒ نے پوچھا: ''آج تم آئے بھی دیر سے ہو اور خوشبو بھی اتنی لگائی ہوئی ہے، کیا وجہ ہے''؟ اس وقت اس طالب علم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، بالآخر اس نے بتادیا کہ حضرت! میرے ساتھ تو یہ واقعہ پیش آ گیا تھا، میں نے تو گندگی لگائی تھی؛ تاکہ میرے جسم سے بدبو آئے اور میں گناہ سے بچ جاؤں، اب میں نے گندگی کو دھو دیا ہے؛ لیکن میں اللہ کی رحمت پہ حیران ہوں کہ میں نے جس جس جگہ پر گندگی لگائی تھی، میری اس جگہ سے اب تک خوشبو آ رہی ہے۔ اللہ اکبر

وہ نوجوان جب تک زندہ رہا اس کے جسم سے خوشبو آتی رہی، اس وجہ سے اس کا نام ''خواجہ مشکی'' پڑ گیا۔ (خطباتِ فقیر ۹/۱۷۹-۱۸۱)

ایک طالب علم کا مثالی کردار

ایک بزرگ نے ایک طالب علم کا قصہ سنایا جو دہلی میں پڑھتے تھے، اور ایک مسجد میں رہا کرتے تھے، اس محلّہ میں ایک عورت اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں ملنے کے لئے آ رہی تھی، اتفاق سے وہاں فرقہ وارانہ فساد ہوگیا، اس کو پناہ کی جگہ وہی مسجد ملی، رات کا وقت تھا، طالب علم اس کو دیکھ کر گھبرا گیا اور اس سے معذرت کی کہ آپ کا یہاں رہنا مناسب نہیں، لوگ دیکھیں گے تو میری ذلت ہوگی اور مسجد سے نکال دیں گے، جس سے میری تعلیم کا نقصان ہوگا۔ اس عورت نے حال بیان کیا اور کہا آپ بتائیے ایسی حالت میں جانے میں میری بے عزتی کا

خطرہ ہے، طالب علم خاموش ہوگیا اور اس سے کہا کہ ایک کونے میں بیٹھ جا اور خود حجرہ میں مطالعہ میں مشغول ہوگیا، رات بھر مطالعہ میں مشغول رہا اور اثناء مطالعہ بار بار چراغ کی بتی میں انگلی رکھ دیتا تھا، ساری رات اسی طرح گذاری۔ عورت یہ ماجرا دیکھتی رہی، جب صبح قریب ہوئی تو طالب علم نے کہا: ''فسادی اپنے اپنے گھر چلے گئے، اس وقت راستہ صاف ہے، آپ چلئے میں آپ کے گھر آپ کو پہنچادوں، اس نے کہا کہ: ''میں اس وقت تک نہ جاؤں گی جب تک آپ مجھے اس کا راز نہ بتادیں کہ آپ بار بار انگلی چراغ میں کیوں رکھ دیتے تھے''؟ طالب علم نے کہا: آپ کو اس سے کیا غرض؟ آپ اس کے پیچھے نہ پڑیں''۔ مگر جب عورت مصر ہوئی تو اس نے کہا کہ: ''شیطان بار بار میرے دل میں وسوسہ ڈال رہا تھا اور بدکاری کی ترغیب دے رہا تھا، اس لئے میں انگلی رکھ دیتا تھا اور اپنے نفس کو خطاب کرتا تھا کہ اس دنیا کی معمولی سی آگ جب برداشت نہیں تو جہنم کی آگ پر کیوں دلیری کر رہا ہے؟ اللہ پاک کا شکر کہ اس نے میری حفاظت فرمائی''۔ اور عورت یہ سن کر اپنے گھر چلی گئی، وہ مال دار کی لڑکی تھی اس کا رشتہ ایک مال دار لڑکے سے ہونے والا تھا، اس نے اس رشتہ سے انکار کردیا اور والدین سے کہا کہ میں فلاں طالب علم سے اپنا نکاح کروں گی، والدین اور تمام اعزہ واقارب اس کو سمجھاتے تھے، بہت سے لوگوں کو کچھ بدگمانی بھی ہونے لگی، جب اس عورت نے یہ ماجرا دیکھا تو پورا قصہ سنایا اور کہا کہ میں اسی کے ساتھ نکاح کروں گی، اس کے دل میں خوفِ خدا ہے، اور جس کے دل میں خدا کا خوف ہوتا ہے وہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ آخرکار اس کا نکاح اس طالب علم سے ہوگیا اور وہ اس گھر کا مالک ہوگیا۔ (ملاحظہ ہو: آداب المتعلمین ۲۳-۲۴، از: حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ)

میں وہ دروازہ بند نہیں کرسکتی

تاریخ کی بعض کتابوں میں ہے کہ ایک آدمی نے کسی عورت کو بہلا پھسلا کر اس سے بدکاری کا ارتکاب کرنا چاہا، اور اس سے کہا کہ گھر کے سارے دروازے بند کردو؛ تاکہ کوئی ہمیں دیکھ نہ لے۔

عورت نے کہا: ’’میں نے گھر کے سارے دروازے بند کردیئے ہیں، مگر ایک دروازہ باقی رہ گیا ہے‘‘۔

اس شخص نے کہا: اسے بھی بند کردو۔

عورت نے جواب دیا: ’’اللہ کی قسم! میں اسے بند کرنے کی طاقت نہیں رکھتی‘‘۔

وہ بولا: ’’مجھے بتلاؤ وہ دروازہ میں بند کرتا ہوں، کہاں ہے وہ‘‘؟

اس عورت نے آسمانوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا:

اَغْلِقْ بَابَ السَّمَاءِ.

ترجمہ: آسمان کا دروازہ بند کردو۔

اس آدمی نے کہا: ’’اللہ کی قسم! میں آسمان کا دروازہ تو نہیں بند کرسکتا‘‘۔ پھر وہ گھبرا سا گیا، اللہ کا خوف اس کے دل ودماغ پر چھا گیا، اس کے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی اور وہ گناہ کا ارادہ چھوڑ کر تائب ہوگیا۔ (ملاحظہ ہو: سنہری کرنیں ۸۲، از: عبدالمالک مجاہد)

انقلاب آفریں سوالات

بغداد کا واقعہ ہے، ایک عورت بے حد خوب صورت تھی، ہر آدمی اس کے حسن پر فریفتہ تھا، اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ ہے کوئی جو میرے دام میں نہ پھنسے؟ شوہر نے کسی بڑے امام غالبًا حضرت ربیع بن خثیمؒ کا نام لیا، بیوی اجازت لے کر حضرت ربیع کے پاس آئی اور ان کو ناز وادا سے زنا کی دعوت دی۔ حضرت ربیعؒ نے عورت سے کہا کہ تم میرے چار سوالوں کا جواب دے دو، پھر جو چاہو گی وہی ہوگا۔

(۱) اگر ملک الموت تمہاری روح قبض کرنے آجائے تو کیا اس وقت تم زنا کے لئے تیار ہوجاؤ گی؟

(۲) اگر تمہیں قبر میں دفن کردیا جائے، منکر نکیر سامنے ہوں تو کیا اس وقت تم زنا کے

لئے تیار ہو جاؤ گی؟

(۳) اگر تم کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے اور میدانِ محشر کی طرف لایا جائے تو کیا اس وقت تم زنا کے لئے تیار ہو جاؤ گی؟

(۴) اگر تم پل صراط پر سے گذرو تو کیا اس وقت تم زنا کے لئے تیار ہو جاؤ گی؟

یہ سنتے ہی وہ عورت بے ہوش ہوگئی، جب ہوش آیا تو زار و قطار رونے لگی اور حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں پر صدقِ دل سے توبہ کی، اور اس کی زندگی کا رنگ ہی بدل گیا۔

(ملاحظہ ہو: صفحات نیرات من حیاۃ السابقات ۴۴)

یہ چند نمونے کے واقعات ہیں، جو ہر صاحب فکر مسلمان کے لئے مستقل دعوت و تحریک ہیں، اور عفت و عصمت کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت فکر مند رہنے اور اس کو کوئی آنچ نہ آنے دینے کے لئے سرگرم عمل رہنے کا پیغام دیتے ہیں۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ؟

بابِ ہفتم

مغربی تہذیب اور امتِ مسلمہ

مغربی تہذیب اور امتِ مسلمہ

تہذیب اور ثقافت کسی بھی قوم کی زندگی کا نشانِ امتیاز ہے، ایک قوم کو دوسری قوم سے ممتاز بنانے والی اور اسے تہذیبی ارتقاء عطا کرنے والی چیز ثقافت ہی ہوتی ہے، تہذیب وثقافت کی تشکیل اقوام کی داخلی زندگی سے ہوتی ہے، زندگی کے اقدار اور افکار ثقافت کو تشکیل دیتے ہیں؛ اس لئے جو قوم اپنی زندگی کے اقدار وافکار سے اپنی ثقافت وتہذیب تشکیل دینے کی قدرت نہیں رکھتی، وہ اپنی شناخت کھودیتی ہے اور اسے دوسروں کی دریوزہ گری کرنی پڑتی ہے، اور دوسروں کا دست نگر بننا پڑتا ہے، اور دوسری اقوام کے اقدار وافکار اس پر اپنی پوری چھاپ چھوڑ جاتے ہیں، اور یہی چیز اسے بے مایہ بنا دیتی ہے۔

اہل اسلام کے ساتھ کچھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا ہے، مغربی تہذیب اور کلچر کے طوفانِ بلاخیز نے اس امت کو بری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا، مادیت کی چمک دمک نے امت مسلمہ کی نگاہیں اس طرح خیرہ کردیں کہ وہ اپنی ثقافت اور دینی اقدار سے دامن جھاڑ کر الگ ہوگئی اور تہذیب حاضر کی بے محابہ تقلید اور غلامی کو اپنا مایۂ افتخار باور کر بیٹھی۔

یہ واقعہ ہے کہ امت مسلمہ کو تمام اقوام عالم میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کی ثقافت بے حد عظیم اور مثبت و پاکیزہ ثقافت ہے، اور اس اسلامی ثقافت نے دورِ اول سے نہ جانے کتنی ثقافتوں کو پاکیزہ اور تعمیری بنایا ہے، اور ایک انقلابی لہر دوڑائی ہے، وحی ربانی اور کلام واخلاق نبوت کے خمیر سے تیار شدہ یہ ثقافت اپنی مثال آپ ہے۔

لیکن ایک بلند پایہ مفکر کی زبان میں ''حیرت کی بات یہ ہوئی کہ مغربی تمدن کی جلوہ

افروزیوں نے اس ممتاز قوم کے فرزندوں کی نگاہیں خیرہ کردیں، جس کے اثر سے ان کے طائرفکروخیال، شرافت وعزت پر مغرب کی چھاپ لگی، یہاں تک کہ مغرب کے بنائے ہوئے خول سے ان کا نکلنا ممکن نہ رہ گیا، اپنی فکری، دینی، ثقافتی اور تہذیبی تاریخ کے روشن صفحات نگاہوں سے اوجھل ہوگئے"۔ (امت مسلمہ ۱۴۹، از: مولانا سید محمد رابع حسنی)

مغربی تہذیب اور کلچر کے مفاسد اور مضرات کا دائرہ بے حد وسیع ہے، تاہم یہ بالکل واضح ہے کہ اس تہذیب کا خمیر مادیت، مذہب واخلاق اور روحانی اقدار سے بغاوت، قلب ونظر کے فساد اور بے حیائی وعریانیت کے آمیزے سے تیار ہوا ہے۔ بقول اقبال ؎

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

مسلم سماج میں مغربی تہذیب کے اثر سے درآنے والے مفاسد میں لا دینیت، انحراف، تشکیک، تجدد، الحاد و بے راہ روی کے علاوہ سب سے نمایاں چیز بے حجابی، عریانیت، فحاشی اور ننگے پن کا وہ سیلاب تند وتیز ہے، جس کی رَو میں کم وبیش پوری امت مسلمہ بہتی چلی جارہی ہے، اور مصلحین کی ہزار کوششوں کے باوصف اب تک اس سیلاب پر بند نہیں لگایا جاسکا ہے؛ بلکہ مختلف اسباب وعوامل کی بنا پر اس کی تندی میں اور اضافہ ہی ہوا ہے۔

اسلام نے ایسا نظام معاشرت مرتب کیا ہے جس میں مرد اور عورت کا دائرۂ کار کافی حد تک الگ الگ کردیا گیا ہے؛ تاکہ آزادانہ صنفی اختلاط کی نوبت کم سے کم آئے، جب کہ اس کے برعکس مغربی تہذیب کے پیش نظر اصل مقصد مرد وعورت کا آزادانہ اختلاط اور اس اختلاط میں حائل تمام موانع کا، خواہ وہ مذہبی ہوں یا اخلاقی یا سماجی۔ بہرصورت ازالہ اور مرد وعورت کو ایک دوسرے سے ہر طرح سے لطف اندوزی کے مواقع کی فراہمی ہے۔

یہ صورتِ حال بے حد الم ناک ہے کہ اسلام جیسے مذہبِ حیا وحجاب کے حاملین اپنی عملی زندگی میں یورپ کے نظامِ بے حیائی و بے حجابی کے اسیر ہوگئے، عالم اسلام اور عالم عرب میں ۹۰ رفیصد سے زائد خواتین نے لباس و پوشاک، چال چلن، نقل وحرکت، انداز واداہر چیز میں یورپ کی تقلید کو اپنا شعار بنالیا ہے اور مرورِ ایام سے اس میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔

اسلامی تہذیب نے دنیا کی ہر تہذیب کو عفت وعصمت، حیا، مساوات ومواسات کا پیغام دیا، یورپ نے اپنی انانیت واستکبار کی وجہ سے اس پیغام پر اس طرح کبھی لبیک نہیں کیا جو اس کا حق تھا، جب کہ یورپ نے امت مسلمہ تک بے حیائی، قمار اور عریانیت والحاد کا تحفہ بھیجا، کیسی حرماں نصیبی ہے کہ امت مسلمہ نے اس تحفے کو آنکھوں سے لگایا اور دل میں جگہ دے دی۔ اقبال مرحوم نے اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے ؎

فرنگیوں کو عطا خاکِ سوریا نے کیا
نبیٔ عفت وغم خواری و کم آزاری

صلہ فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لئے
مئے و قمار و ہجوم زنانِ بازاری

زنا، ہم جنس پرستی، شراب نوشی، حق ناشناسی، خاندانی بکھراؤ اور آوارگی کے خمیر سے مرکب مغربی تہذیب نے بداخلاقی، نفس پرستی اور لذت جسمانی کی بندگی کے تمام جراثیم مسلم سماج میں منتقل کردئے ہیں، بداخلاقی کے اسباب کیا ہیں؟ یہ ایک تفصیلی موضوع ہے؛ تاہم ایک امریکن رسالے میں ان کا جائزہ کچھ یوں لیا گیا ہے:

”تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھاگئی ہے، اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں، فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرتِ اشاعت میں بڑھتا چلا جارہا ہے، متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں؛ بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں، عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار“۔ (پردہ ۷۹)

مغربی اقتدار وانقلاب کے ذریعہ دنیا کی دیگر قوموں کو بھی نقصان پہنچا، مگر سب سے زیادہ خسارہ مسلمانوں ہی کو برداشت کرنا پڑا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں مسلمانوں کو جو نقصانات مغربی تہذیب ونظام کے غلبے کے نتیجے میں اٹھانے پڑے، ان میں حاسۂ مذہبی کا فقدان، دین کے بارے میں بے حسی وبے طلبی، مذہب سے بالکل بے نیازی وبے تعلقی، ذوقِ خدا طلبی کا عالمگیر فقدان، دنیا طلبی کا بحران، شکم پری اور مادیت کا طوفان، اخلاقی انحطاط وزوال، پست ہمتی وتن آسانی وغیرہ نمایاں ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: عروج وزوال کا اثر ۳۳۵-۳۸۲)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

’’اس وقت مغرب ایک اخلاقی جذام میں مبتلا ہے، اور اب اس کی عفونت پورے ماحول میں پھیلی ہوئی ہے، اس مرضِ جذام کا سبب اس کی جنسی بے راہ روی اور اخلاقی انارکی ہے، جو بہیمیت وحیوانیت کے حدود تک پہنچ گئی ہے؛ لیکن اس کیفیت کا بھی حقیقی واولین سبب عورتوں کی حد سے بڑھی ہوئی آزادی، مکمل بے پردگی، مرد وزن کا غیر محدود اختلاط اور شراب نوشی تھی، کسی اسلامی ملک میں اگر عورتوں کو ایسی ہی آزادی دی گئی، پردہ یکسر اٹھا دیا گیا، دونوں صنفوں کے اختلاط کے آزادانہ مواقع فراہم کیئے گئے، مخلوط تعلیم جاری کی گئی، تو اس کا نتیجہ اخلاقی انتشار اور جنسی انارکی، سول میرج، تمام اخلاقی ودینی حدود واصول سے بغاوت اور بالاختصار اس اخلاقی جذام کے سوا کچھ نہیں، جو مغرب کو ٹھیک انہیں اسباب کی بنا پر لاحق ہو چکی ہے، ان اسلامی ملکوں میں جہاں مغربی تہذیب کی پر جوش نقل کی جارہی ہے اور جہاں پردہ بالکل اٹھ گیا ہے، اور مرد وزن کے اختلاط کے آزادانہ مواقع حاصل ہیں، پھر صحافت، سینما، ٹیلی ویژن، لٹریچر اور حکمراں طبقہ کی زندگی اس کی ہمت افزائی؛ بلکہ رہنمائی کررہی ہے، وہاں اس جذام کے آثار وعلامات پوری طرح ظاہر ہونے لگی ہیں، اور یہ قانونِ قدرت ہے جس سے کہیں مفر نہیں‘‘۔ (اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش ۲۳۹-۲۴۰)

عالم اسلام وعالم عرب میں تجدد اور مغرب زدگی کے متعدد اسباب ہیں، جن میں سب

سے بنیادی سبب مغربی نظام تعلیم کا فروغ عام ہے، یہ نظام تعلیم جو سرتا سر مادیت، خدا بیزاری اور اخلاق واقدار سے انحراف پر مبنی ہے۔ بقول اقبال:

ع: ایک سازش ہے فقط دین ومروت کے خلاف

اور اس نظام نے چند سعادت مند افراد کے سوا سبھی مسلم نوجوانوں کو اس قدر تبدیل کر دیا کہ وہ اسلام اور اس کی تعلیمات سے بے گانہ اور خالص مسلم معاشرے سے بالکل الگ ہو گئے۔

دوسرا بنیادی سبب میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے سراسر فحش اور مخربِ اخلاق اور اسلام کے تعلق سے منفی اور غلط فہمی وتشکیک کی فضا عام کرنے والے پروگرام ہیں، ہر کہ ومہ واقف ہے کہ ذرائع ابلاغ کے یہ پروگرام کس طرح اخلاقی بگاڑ پیدا کر رہے ہیں، اور اسلامی تہذیب واقدار کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں۔

مغربی تہذیب کی یلغار سے عالم اسلام کو محفوظ کرنے کے لئے سب سے پہلا اقدام نظام تعلیم کی ترتیب جدید اور اس کے مندرجات میں تعلق مع اللہ اور روحانیت کے پہلوؤں کی پوری طرح شمولیت اور مادیت وبداخلاقی کے تمام مواد کو ختم کرنے کا ہے، یہ کام کتنا ہی مشکل اور دیر طلب کیوں نہ ہو، اس کے بغیر مغربیت زدگی اور تجدد کے سیلاب پر بند نہیں لگایا جا سکتا۔

دوسرا اقدام مضر ذرائع ابلاغ سے بچاؤ کی تدبیر اور مؤثر ذرائع ابلاغ کا استعمال ہے، جس میں ریڈیو، ٹی وی، اخبارات اور نشر واشاعت کے تمام وسائل شامل ہیں، یہ کام افراد سے زیادہ حکومتوں کا ہے۔

یورپ کی تمام تر سائنسی ترقیات اور نظم وضبط جیسی خوبیوں کے اثرات کے ساتھ اس کے منفی اور تاریک پہلو اتنے زیادہ ہیں، جن کا احاطہ مشکل ہے۔ بقول اقبال ؎

یورپ میں بہت روشنیٔ علم و ہنر ہے
سچ یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات

جو قوم کہ فیضانِ سماوی سے ہے محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

امت مسلمہ جو خیر امت بنائی گئی ہے، جسے امت وسط کا لقب عطا کیا گیا ہے، اور جسے قرآن کی صورت میں جاوداں دستورِ حیات عطا کیا گیا ہے، اس کے لئے کبھی بھی اپنی نمایاں، بے نظیر اور جامع و روشن ثقافت کو چھوڑ کر یورپ کی حیا سوز تہذیب اپنانے کی کوئی گنجائش اور معقولیت نہیں ہوسکتی؛ بلکہ یہ قرآن کی زبان میں ﴿أَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنیٰ بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ﴾ بہتر و اعلیٰ کو چھوڑ کر ناقص و ادنی کا انتخاب ہے۔

مغربی تہذیب کے دل دادگان و فریفتگان سے اقبال کی زبان میں یہی کہا جاسکتا ہے ؎

کرمکِ ناداں: طوافِ شمع سے آزاد ہو
اپنی فطرت کے تجلی زار میں آباد ہو

○●○

بابِ ہشتم

خواتین کی ذمہ داریاں

حسن و جمال رحمت ہے،

اُسے زحمت نہ بنایئے!

ایک طویل عرصے سے اسلام دشمن طاقتیں پورے انسانی سماج میں بالعموم اور مسلم سماج میں بالخصوص بے حیائی اور فحاشی کو فروغ دینے میں سرگرم ہیں، ان کا خاص مشن یہ ہے کہ کسی طرح مسلمانوں میں یہ عریانیت اور برہنگی پھیل جائے، مسلم خواتین اسی طرح بے پردہ اور ماڈرن ہوجائیں جیسی بے پردگی اور عریانیت آزادی کے دل فریب عنوان سے یورپین عورتوں کا نشانِ امتیاز بن چکی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یورپین عورتوں کی عریانیت یورپ کے اخلاقی بگاڑ کا نقطۂ آغاز تھی، زنا کا رواج عام، خاندانی رشتوں کا بکھراؤ، لاعلاج نت نئی مہلک بیماریوں کی کثرت، اور ناجائز اولاد کی بہتات، یہ سب چیزیں اسی سلسلۂ فحاشی کی لعنت اور وبال وانجامِ بد کی شکل میں ظاہر ہوئیں۔

اسی ننگے پن اور بے حیائی کی دَین ہے کہ آج مغربی سماج میں بسنے والی عورتیں دنیا کی دیگر خواتین کی بہ نسبت سب سے زیادہ محرومی اور شقاوت کی بدترین زندگی گذار رہی ہیں، اور ان کی برہنگی پاکیزہ خاندانی رشتوں کی استوار بنیادیں ڈھانے اور صالح خاندانی نظام کو کسی طور پنپنے نہ دینے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

اللہ عزوجل نے خواتین کی فطرت یہ بنائی ہے کہ پاکیزہ خاندانی مستحکم نظام قائم کرنا اور قائم رکھنا ان کی اولین ترجیح ہوتی ہے، زندگی کو سعادتوں اور مسرتوں سے آباد رکھنے اور معاشرے کو غلاظتوں سے محفوظ و پاک رکھنے کا جذبہ کسی نہ کسی درجے میں اللہ نے ہر خاتون میں رکھا ہے، مگر جب حیوانی اور شہوانی جذبے کسی طرح اِس پاکیزہ جذبے پر غالب آجاتے

ہیں تو عورت اپنی فطرت ومزاج کے بالکل برعکس سعادت کے بجائے شقاوت کی راہ پر چل پڑتی ہے، وہ اپنی زندگی بھی جہنم بناتی ہے، اور پورے خاندان کو بکھیر دیتی ہے، وہ اپنا سکون بھی غارت کرتی ہے اور دوسروں کا بھی، پھر بسا اوقات وہ تنگ آ کر خودکشی کی مرتکب ہوتی ہے، جیسا کہ یورپ میں خودکشی کرنے والی خواتین کی کثرت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مغربی ذرائع ابلاغ اور میڈیا نے آج نسوانی جسم کو اپنا مرکز توجہ بنا رکھا ہے، میڈیا نے اپنے ہر ہر پروگرام کے ذریعہ محسوس یا غیر محسوس انداز سے، صراحت اور کنایات کی مدد سے عورتوں کے دلوں میں یہ بٹھانا چاہا ہے کہ عورت کی سب سے اہم چیز اس کا جسم ہے، اس طرح عورت کی عقل اور روح کو نظر انداز کر کے اس کے جسم اور حسن ظاہر کو سب سے اہم چیز قرار دیا گیا ہے، ظاہری چمک دمک سے مرعوب خواتین نے اس میڈیائی مغالطے اور فریب کاری کو اسی طرح حقیقت وصداقت باور کر لیا، جیسے سخت پیاسا انسان سراب کو آبِ خالص سمجھ کر لپکتا ہے۔

میڈیا نے عورتوں کے دلوں اور دماغوں میں ان کے جسم اور جمال ظاہر کو ان کا سب سے بیش قیمت جوہر قرار دے کر انہیں عریانیت، بے حجابی اور فحاشی کی جس راہ پر لگا دیا ہے، اس کا ادراک سماج میں بسنے والے ہر فرد کو ہے۔ مقام افسوس یہ ہے کہ اللہ نے عورتوں کو حسن وجمال کی جس نعمت عظمیٰ سے مالا مال فرمایا ہے اور جس نعمت کا شکر اطاعت الٰہی کی شکل میں مطلوب ہے، آج عریانیت اور نمائشِ جسم کی دوڑ میں عورتیں اس نعمت کو اپنے لئے زحمت ولعنت بنانے پر اڑی ہوئی ہیں۔

عفت وعصمت کے تعلق سے خواتین اسلام کا کردار کیا ہونا چاہئے اور ان کی ذمہ داریاں کیا ہے؟ ذیل میں ہم اس کی قدرے تفصیل درج کرتے ہیں:

(۱) شکر وسپاس

حسن صورت اور جمالِ خلقت کی من جانب اللہ حاصل شدہ دولت بے بہا اور نعمت

عظمیٰ پر خدا کی بارگاہ میں بصمیم قلب نذرانۂ شکر وسپاس اور حمد وتوصیف پیش کرنا خواتین اسلام کی بنیادی ذمہ داری ہے، خداوند قدوس نے قرآنِ مقدس میں اپنے بندوں کو جا بجا مختلف پیرایوں میں ادائے شکر کی خاص تاکید وتلقین فرمائی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْ أَذْكُرْكُمْ، وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلاَ تَكْفُرُوْنِ.

(البقرة: ١٥٢)

ترجمہ: مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر ادا کرو، اور میری ناشکری مت کرو۔

اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ. (لقمان: ١٤)

ترجمہ: (ہم نے انسان کو تاکید کی) کہ تم میرا شکر ادا کرو اور میرے ماں باپ کا۔

قرآنِ کریم میں شکر کو عبادت کے ساتھ مربوط کر کے یوں فرمایا گیا ہے:

وَاشْكُرُوْا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ إِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ. (البقرة: ١٧٢)

ترجمہ: اور اللہ کا شکر ادا کرو، اگر واقعی تم صرف اسی کی بندگی کرتے ہو۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشَّاكِرِیْنَ. (الزمر: ٦٦)

ترجمہ: بلکہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو، اور شکر گذار لوگوں میں شامل ہو جاؤ۔

اسی طرح شکر کو ایمان کے ساتھ بھی مربوط کیا گیا ہے۔

مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ، وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِراً عَلِیْماً. (النساء: ١٤٧)

ترجمہ: اگر تم شکر گذار بنو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر آخر کیا کرے گا؟ اللہ بڑا قدر دان اور مکمل علم والا ہے۔

شکر و سپاس صفاتِ نبوت میں سے ہے، اور اسے انبیاء کے امتیازی اوصاف میں شمار کیا گیا ہے، خداوند قدوس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف میں ﴿شَاكِراً لأَنْعُمِهِ﴾ (اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا) اور حضرت نوح علیہ السلام کی صفات میں ﴿إِنَّهُ كَانَ عَبْداً شَكُوْراً﴾ (وہ بہت زیادہ شکر ادا کرنے والے بندے تھے) فرمایا ہے۔

شکر کے بالمقابل ناشکری اور کفرانِ نعمت ہے، قرآنِ کریم میں فرمایا گیا:

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ إِمَّا شَاكِراً وَإِمَّا كَفُوْراً. (الدهر: ٣)

ترجمہ: ہم نے انسان کو راستہ دکھادیا کہ وہ یا تو شکر گذار ہو یا ناشکرا بن جائے۔

شکر چوں کہ اللہ کو بے حد پسند ہے؛ اس لئے شیطان اپنی پوری توانائی اس پر صرف کرتا ہے کہ اللہ کے بندے اور بندیاں اللہ کے شکر گذار نہ بنیں، اور ان کی زبان یا عمل سے ناشکری کا ارتکاب ہوتا رہے، شیطان نے اللہ کے سامنے اپنے عزائم کا اظہار قرآن کی زبان میں اس طرح کیا تھا:

ثُمَّ لآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ، وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ. (الأعراف: ١٧)

ترجمہ: پھر میں اِن پر چاروں طرف سے حملے کروں گا، ان کے سامنے سے بھی، اور ان کے پیچھے سے بھی، اور ان کی دائیں طرف سے بھی، اور اُن کی بائیں طرف سے بھی، اور تو اُن میں سے اکثر لوگوں کو شکر گذار نہیں پائے گا۔

شیطان کے اسی حملے اور وسوسے کا اثر ہے کہ انسانوں کی اکثریت ناشکری کرتی ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

إِنَّ الإِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ. (ابراهيم: ٣٤)

ترجمہ: بلاشبہ انسان بہت بے انصاف، بڑا ناشکرا ہے۔

بہت کم اللہ کے ایسے باتوفیق بندے ہوتے ہیں جو اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَقَلِيْلٌ مِنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ. (سبا: ۱۳)

ترجمہ: میرے بندوں میں شکر گذار بہت کم ہیں۔

ہماری بہنوں کو ہمہ وقت اللہ کی طرف سے عطا شدہ حسن و جمال کی عظیم نعمت پر سراپا شکر و سپاس رہنا چاہئے؛ اس لئے کہ قلب کا سکون، نفس کی راحت اور دنیا و آخرت میں اللہ کے عذاب سے حفاظت سب کچھ شکر کی عبادت سے وابستہ ہے، قرآن میں اِسی کا ذکر آیا ہے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ، وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِراً عَلِيْماً. (النساء: ۱٤۷)

ترجمہ: اگر تم شکر گذار بنو اور صحیح معنی میں ایمان لے آؤ، تو اللہ تمہیں عذاب دے کر آخر کیا کرے گا، اللہ بڑا قدردان سب کچھ جاننے والا ہے۔

اللہ نے شکر میں دو ایسے امتیازات رکھے ہیں جو کسی اور چیز میں نہیں پائے جاتے:

(۱) نعمتوں کی زوال اور چھین لئے جانے سے حفاظت شکر ہی کی بدولت ممکن ہے، کوئی بھی نعمت اسی وقت محفوظ، باقی اور مسلسل رہ سکتی ہے جب اس پر صدقِ قلب سے اللہ کا شکر ادا کیا جائے، حسن و جمال ایک عظیم نعمت خداوندی ہے، کبھی حسن بیماریوں کے ذریعہ مرجھا جاتا ہے، کبھی کسی آفت کا شکار ہوجاتا ہے، کبھی حادثات انسان کے حسن صورت کو بدصورتی میں تبدیل کردیتے ہیں، اِس نعمت کی حفاظت اور بقا کا طریقہ یہی ہے کہ ہمہ وقت شکر کے جذبات بیدار رہیں، اور قول یا عمل کسی طرح سے ناشکری کا ارتکاب نہ ہونے پائے، اللہ نے اپنی سنت یہ رکھی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ.

(الرعد: ۱۱)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی نہ لے آئے۔

یہ ایک عمومی بات ہے، اور اِس ذیل میں یہ بھی آتا ہے کہ جب تک نعمتوں کی ناشکری نہیں ہوتی، نعمتیں باقی رکھی جاتی ہیں، ناشکری شروع ہوجائے تو نعمتیں سلب کر لی جاتی ہیں اور محروم کردیا جاتا ہے۔

(۲) نعمتوں میں اضافہ شکر ہی کے ذریعہ ہوتا ہے، یہ اللہ کا اٹل قانون ہے:

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ، وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ. (ابراهيم: ۷)

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے اعلان فرمادیا تھا: اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو تمہیں اور زیادہ دوں گا، اور اگر تم نے ناشکری کی تو یقین جانو، میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کا مشہور فرمان ہے:

إِنَّ النِّعْمَةَ مَوْصُوْلَةٌ بِالشُّكْرِ، وَالشُّكْرُ يَتَعَلَّقُ بِالْمَزِيْدِ، وَهُمَا مَقْرُوْنَانِ فِيْ قَرْنٍ، فَلَنْ يَنْقَطِعَ الْمَزِيْدُ مِنَ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْقَطِعَ الشُّكْرُ مِنَ الْعَبِيْدِ. (عدّة الصابرين وذخيرة الشاكرين لابن القيم: ۱۲۳)

ترجمہ: بلاشبہ نعمت (کا بقاء) شکر سے مربوط ہے، اور شکر نعمت کے اضافے سے وابستہ ہے، یہ دونوں ایک ہی دھاگے میں پروئے ہوئے ہیں، نعمتوں میں اضافے کا سلسلہ من جانب اللہ منقطع نہیں ہوتا، جب تک کہ شکر کا سلسلہ بندوں کی طرف سے منقطع نہ ہوجائے۔

شکر کے ذریعہ ہماری خواتین حسن و جمال کی نعمت میں اضافہ کرسکتی ہے، حسن میں اضافے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ شوہروں کے دل میں بیویوں کی محبت بڑھادے، تعلقات میں

ناقابلِ شکست استحکام پیدا ہو جائے اور معاشرتی رشتے قابلِ رشک اور زندگی مسرتوں سے لبریز ہو جائے، شکر گذار خاتون صحت اور تندرستی کے جوہر سے مالا مال اور امراض سے محفوظ کر دی جائے۔

خواتین کی اولین ذمہ داری ہے کہ شکر و سپاس کے ذریعہ اپنے حسن و جمال کو اپنے حق میں نعمت بنائیں، ناشکری کے ذریعہ اُسے عذاب نہ بننے دیں، حسن بصریؒ کا قول ہے کہ اللہ انسان کو جب تک چاہتا ہے نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے، انسان شکر نہیں ادا کرتا، تو اللہ نعمت کو عذاب سے بدل دیتا ہے۔ (ایضاً) اس لئے بے حد محتاط اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

(۲) غرور اور تکبر سے پرہیز

ہمارے معاشرے میں بے شمار ایسی خواتین ہیں جو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے بے جا نخوت، غرور اور تکبر کی نعمتوں میں مبتلا ہیں، دو سہیلیاں ہیں، ایک دوسرے سے زیادہ خوب صورت ہے، وہ احساس برتری کے پندار میں مبتلا ہے، دو بہنوں میں ایک زیادہ حسین ہے، وہ دوسری بہن کو کم تر سمجھتی اور نخوت و کبر میں ڈوبی ہوئی ہے، ظاہری حسن و جمال کی پرستش کے ماحول میں حسین و طرح دار خواتین احساسِ برتری اور تکبر کی وجہ سے دینی اقدار کو پامال کر رہی ہیں، اور اعلیٰ حسن و جمال نہ رکھنے والی خواتین احساس کم تری؛ بلکہ اللہ سے گستاخانہ شکووں میں مبتلا ہو کر دینی تعلیمات کو نظر انداز کرنے کی مجرم بن رہی ہیں، اور دونوں کو اصلاح کی ضرورت ہے۔

حسن و جمال کی دولت سے مالا مال خواتین کی یہ دینی ذمہ داری ہے کہ احساس برتری اور تکبر کی نفسیات سے اپنے آپ کو پاک کریں، اُنہیں ہمہ وقت اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ: کیا وہ خود بخود پیدا ہو گئی ہیں؟ کیا ان کے حسن میں اُن کے کسی کمال یا اختیار کو دخل ہے؟ ان کو حسن و جمال کی دولت کیا اس لئے دی گئی ہے کہ وہ دوسروں سے برتر اور دوسرے ان سے کم تر ہیں؟ کیا یہ دولت اللہ تعالی کی نعمت نہیں ہے، جس پر ان میں تکبر کے بجائے تواضع اور بندگی کا

جذبہ پیدا ہو؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ اگر چہ وہ زیادہ خوب صورت ہیں؛ لیکن ان سے کم حسن والی باتوفیق بندیاں عبادت اور تقویٰ میں ان سے کہیں بلند پایہ ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ صرف حسن ظاہر رکھتی ہیں، جب کہ ان سے کم حسن ظاہر کی حامل بندیاں حسن سیرت اور پاکیزگیٔ قلب کے لحاظ سے ان سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہیں؟ یہ محاسبہ اپنے آپ کو تکبر اور نخوت کے جرم سے بچائے رکھنے کے لئے بے حد ضروری ہے۔

تکبر اللہ عزوجل کی نگاہ میں انتہائی مبغوض اور سنگین جرم ہے، اللہ نے صاف اپنی ناپسندیدگی کا اعلان فرمادیا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لاَ یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالاً فَخُوْراً. (النساء: ۳۶)

ترجمہ: بے شک اللہ کسی اِترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

صاف واضح کردیا گیا ہے کہ تکبر جنت اور اس کی نعمتوں سے روکنے والی چیز ہے، ارشاد نبوی ہے:

لاَ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ کِبْرٍ.

(مسلم شریف)

ترجمہ: جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں نہیں داخل ہوسکے گا۔

لاَ یَدْخُلُ شَیْءٌ مِنَ الْکِبْرِ الْجَنَّةَ. (مسند احمد)

ترجمہ: تکبر کا کوئی حصہ جنت میں نہیں داخل ہوسکتا۔

أَلاَ أُخْبِرُکُمْ بِأَھْلِ النَّارِ؟ کُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُتَکَبِّرٍ.

(بخاری شریف)

ترجمہ: کیا میں تم کو جہنمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر سرکش، بدمزاج، اکڑ کر چلنے والا اور متکبر (جہنمی ہے)

تکبر جس طرح اللہ کو ناپسند ہے، خلق خدا بھی اسے ناگوار سمجھتی ہے، صالح معاشرے میں تکبر کرنے والوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا، اللہ نے دنیا میں بھی عظمتیں اور بلندیاں، محبتیں اور مقبولیت تواضع کے ساتھ وابستہ کردی ہیں، تکبر کی سزا دنیا میں بھی ذلت، ناکامی اور خلق خدا کی طرف سے ناپسندیدگی کی شکل میں ملتی ہے، اسی لئے قرآن وسنت کے نصوص میں ہر بندے اور بندی کو تکبر کے رذیلے سے پاک رہنے اور تواضع کا جوہر پیدا کرنے کی جابجا تاکید فرمائی گئی ہے، خواتین کو بطور خاص اپنے حسن وجمال پر ناز، نخوت اور کبر کے گناہ میں مبتلا ہونے کے بجائے تواضع، عجز اور قدرِ نعمت کے اعلیٰ اوصاف واخلاق اپنے اندر پیدا کرنے چاہئیں۔

(۳) حسن اخلاق وسیرت

سیرت اور اخلاق کا حسن انتہائی بیش قیمت دولت ہے، اور حسن ظاہر سے بدرجہا برتر اور بالاتر چیز ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن سیرت واخلاق کا انتہائی اعلیٰ مقام عطا فرمایا گیا تھا۔ قرآنِ کریم میں اس کا ذکر ہے:

وَإِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ. (القلم: ٤)

ترجمہ: یقیناً آپ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقاً.

(متفق علیہ)

ترجمہ: آپ ﷺ تمام انسانوں میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اچھے تھے۔

خواتین کے لئے اصل امتیازی کمال حسن سیرت واخلاق ہے، حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت بھی حاصل ہو جائے تو یہ بہت بڑی نعمت اور دولت ہے، دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائیاں حسن اخلاق سے وابستہ ہیں، اللہ ورسول کی محبت اور خلق خدا کی محبت دونوں کے

حصول کا ذریعہ حسن اخلاق وسیرت ہے۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِساً يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقاً. (ترمذی شریف)

ترجمہ: قیامت کے روز مجھ سے زیادہ قریب اور میرے محبوب وہی ہوں گے جو اخلاق میں اچھے ہوں۔

ایک حدیث میں حسن اخلاق کو ایمان کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَاناً أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً. (ترمذی شریف)

ترجمہ: کامل ایمان والے وہ ہیں جو اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہوں۔

حسن اخلاق کی اہمیت کا اندازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے لگایا جا سکتا ہے:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ. (ابوداؤد شریف)

ترجمہ: مؤمن حسن اخلاق کے ذریعے مسلسل روزے دار، اور شب زندہ دار انسان کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں بطور خاص خواتین میں حسن اخلاق کا فقدان ہے، جو بلاشبہ ہماری محرومیوں اور بے چینی اور اضطراب سے لبریز زندگی کا اولین باعث ہے، خواتین کا یہ فریضہ ہے کہ وہ حسن اخلاق کا شاہ کار بننے کی کوشش کریں، ان کے گفتار اور طرز عمل سے کسی کا دل نہ دکھے، حیا، راست بازی، نرم گفتاری، خوش مزاجی، اور پرہیزگاری جیسے اوصاف کی حامل بنیں، فحش گوئی، بے ہودہ کلامی، گالم گلوچ، طعنہ زنی، غیبت، چغلی، عیب جوئی اور تبصرہ بازی جیسے رذائل سے اپنے کو بچائیں، خواتین اگر اس کا التزام کریں تو دارین کی سعادتیں ان کا مقدر بن جائیں گی اور سکون، اطمینان اور راحت کی زندگی ان کا نصیب ہو جائے گی، ہمہ وقت یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ اللہ کی بارگاہ میں ظاہری شکل وصورت نہیں، دل، باطن، کردار اور سیرت معیار ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے جو ہر خاتون بطور خاص خوب

صورت خاتون کو ضرور مانگتے رہنا چاہئے:

اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ.

(مسند أحمد حديث: ٣٨٢٣)

ترجمہ: اے اللہ جیسے آپ نے میری شکل اچھی بنائی ہے، میرے اخلاق بھی اچھے بنا دیجئے۔

(۴) صالح شریک زندگی کا انتخاب

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ شریک زندگی کے انتخاب میں مرد یا عورت دونوں مال و دولت اور دنیوی وجاہت کو پیش نظر رکھنے کے بجائے دین داری کو بنیاد بنائیں، مادہ پرستی کے اس دور میں عام مزاج دولت مند لڑکے کی تلاش بن گیا ہے، اخلاق، دین اور کردار پر بالکل نظر نہیں جاتی، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی جہنم بن جاتی ہے اور حسرت وافسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

دین دار، صاحب اخلاق، حسن معاشرت کا حق ادا کرنے والا، محبت اور الفت کا معاملہ کرنے والا، مزاج شناس اور باوفا پاکیزہ کردار شوہر- گو دولت میں کم ہو- ایسے بے حد مالدار و دولت مند سے بدرجہا بہتر ہوتا ہے، جو دولت کی وسعت تو رکھتا ہے؛ لیکن دین داری اور سیرت، وفا، پاکیزگی اور حقوق کی ادائیگی کے باب میں مفلس ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے انتخاب کا معیار دین داری اور حسن اخلاق بتایا ہے، حضرت ابوحاتم مزنی رضی اللہ عنہ آپ سے نقل کرتے ہیں:

إِذَا جَاءَ كُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوْهُ، اِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ. (ترمذی شریف)

ترجمہ: اے لڑکی کے سرپرستو! اگر تمہارے پاس ایسا رشتہ آ جائے جس کی دین داری اور اخلاق تم کو پسند ہوں تو اس سے نکاح کردو، اگر تم ایسا نہیں

کروگے تو روئے زمین پر فتنہ اور بڑا فساد پھیل جائے گا۔

اگر ہماری خواتین اوران کے سرپرست اِس ارشادِ نبوی کی اہمیت سمجھ لیں، اور رشتوں کے انتخاب میں دین کو معیار بنانے کی فکر اور مزاج پیدا ہوجائے تو ہماری ازدواجی زندگی مسرتوں اور سعادتوں کا گہوارہ بن جائے، ہمارا گھر برکتوں اور رحمتوں کا مرکز بن جائے اور ہماری اولاد نیک طینت، اطاعت شعار اور خدمت گذار بن جائے۔

حضرت جلیبیبؓ صحابی رسول ہیں، انتہائی پستہ قد اور بدشکل تھے، کہیں ان کا رشتہ طے نہیں ہو پاتا تھا، آپ نے انصار کے ایک معزز خاندان کی ایک لڑکی سے ان کا رشتہ کرایا، واقعہ یہ ہوا کہ آپ نے ان کو لڑکی کے باپ کے پاس پیغام نکاح لے کر بھیجا، لڑکی کے والدان کی بدشکلی دیکھ کر شش و پنج میں مبتلا ہوئے، لڑکی کو جب معلوم ہوا کہ یہ صاحب اس کا پیغام نکاح لائے ہیں، اور آپ کے فرستادہ ہیں، تو اس نے اپنے باپ کے سامنے قرآن کی یہ آیت پڑھی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلاَ مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْراً اَنْ يَكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ. (الأحزاب: ٣٦)

ترجمہ: اور جب اللہ ورسول کسی بات کا حتمی فیصلہ کردیں تو نہ کسی مؤمن مرد کے لئے یہ گنجائش ہے اور نہ کسی مؤمن عورت کے لئے کہ ان کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی رہے۔

پھر اس نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر خوشی سے راضی ہوں، یہ بات سن کر آپ نے اس کے لئے خیر اور پاکیزہ زندگی کی دعا بھی فرمائی، پھر اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ اسے دولت کی فراوانی عطا ہوئی، بعد میں حضرت جلیبیبؓ ایک غزوہ میں سات کافروں کو قتل کرکے خود شہید ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاش دیکھ کر فرمایا: ”هذا منی وأنا منه“ (یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں) یعنی یہ میرا محبوب و مقرب ہے، پھر اپنے ہاتھوں پر ان کی لاش اٹھائی، اور اٹھائے رکھا، یہاں تک کہ قبر تیار ہوئی، اور ان کو دفن کردیا

گیا۔ (ملاحظہ ہو: اسد الغابہ ۲/۷۷۱، ترجمۃ جلیبیب)

اس واقعہ سے دور نبوت کی اس قابل رشک خاتون کا کردار سامنے آتا ہے جنہوں نے شکل وصورت اور دولت ووجاہت کے بجائے حکم نبوی کے مطابق صالح اور دین دار شریک زندگی کو قبول کیا، اسلام تمام خواتین سے اسی کردار کا مطالبہ کرتا ہے۔

(۵) بری نگاہوں سے اپنے جمال کا تحفظ

ہمارے سماج میں بالعموم خوب صورت اور قبول صورت خواتین بدکاروں کی شہوانی نگاہوں کا شکار بنتی ہیں، سماجی بے راہ روی، انحراف اور بگاڑ، دین اور اخلاقیات سے غفلت اور دوری کے مزاج نے خواتین کو پردے کے بجائے تبرج (سج دھج دکھانے اور اپنے حسن کی نمائش اور مظاہرے) کی راہ پر لا کھڑا کر دیا ہے۔

شریعت نے حجاب اور پردے کا مستحکم نظام اسی لئے طے کیا ہے کہ سماج پاکیزہ رہے، بدنگاہی، شہوانیت اور بے راہ روی سے محفوظ رہے۔ قرآنِ کریم میں حکم دیا گیا ہے:

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ، ذٰلِكَ اَدْنىٰ اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ، وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَحِيْمًا. (الأحزاب: ٥٩)

ترجمہ: اے نبی! آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی چادریں اپنے منہ کے اوپر جھکا لیا کریں، اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی، تو انہیں ستایا نہیں جائے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

اسی طرح براہِ راست امہات المؤمنین کو اور بالواسطہ اور زیادہ اہتمام کے ساتھ عام خواتین کو تاکید کی گئی ہے:

يَآ نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ

بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلاً مَعْرُوْفاً. وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلاَ تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الاُوْلیٰ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَآتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، إِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْراً. (الأحزاب: ۳۲-۳۳)

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو؛ لہٰذا تم نزاکت کے ساتھ بات مت کیا کرو، کبھی کوئی ایسا شخص لالچ کرنے لگے جس کے دل میں روگ ہو اور بات وہ کہو جو بھلائی والی ہو، اور اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو، اور غیر مردوں کو بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو، جیسا کہ پہلی جاہلیت میں دکھایا جاتا تھا، اور نماز قائم کرو، اور زکاۃ ادا کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو۔ اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور رکھے، اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔

ان آیات سے سمجھا جا سکتا ہے کہ پردہ اور حجاب کے تعلق سے خواتین کی ذمہ داریاں بہت اہم ہیں، اور حسن کی نمائش جیسے ملعون عمل سے اجتناب اور گریز ان کا مذہبی اور معاشرتی اولین فریضہ ہے۔

(۶) شرعی لباس کا اہتمام

خواتین کی ایک بنیادی ذمہ داری شرعی لباس کا اہتمام ہے، شرعی لباس کی امتیازی شرائط یہ ہیں:

(۱) ساتر ہونا:- عورت کا لباس ایسا ہونا ضروری ہے جو اس کے پورے جسم کو چھپالے، واضح رہے کہ عورت کی ذمہ داری میں اپنے چہرے کا پردہ بھی ہے۔

(۲) باریک نہ ہونا:- عورت کا لباس اتنا دبیز ہونا ضروری ہے کہ جسم نہ جھلکے،

باریک لباس ستر اور پردے کے بجائے فتنہ اور شہوانیت کی راہ پر لے جاتا ہے، اسی لئے ایک حدیث میں ایسے باریک لباس پہننے والی خواتین کو ملعون اور جنت سے محروم بتایا گیا ہے:

سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ، اِلْعَنُوهُنَّ فَإِنَّهُنَّ مَلْعُونَاتٌ. (مسلم شریف)

ترجمہ: عنقریب آخری دور میں میری امت میں ایسی عورتیں ہوں گی جو لباس والی ہوں گی؛ لیکن (باریک ترین لباس کے ذریعہ جسم جھلکنے کی وجہ سے گویا) برہنہ ہوں گی، ان پر لعنت بھیجو، وہ ملعون (خدا کی رحمت سے دور) ہیں۔

(۳) ہیجان انگیز نہ ہونا:- شریعت کی تلقین یہ ہے کہ عورت ایسا لباس زیب تن کرے جو پردے اور ستر کا مقصد پورا کرے، اعتدال کے ساتھ زینت اختیار کی جانی چاہئے، لباس سادہ ہونا چاہئے، ایسا لباس جو اس قدر شوخ ہو کہ وہ ہیجان انگیز بن جائے، فتنہ کا باعث ہو جائے، مردوں کے لئے مرکز توجہ بن جائے، سختی کے ساتھ ممنوع ہے، اور ایسے لباس پر اسلام نے بندش لگائی ہے۔

(۴) مردوں کے لباس سے مشابہت نہ ہونا:- مردوں کے لباس کی مشابہت سے خواتین کو سختی سے منع فرمایا گیا ہے، احادیث میں اس کی صراحت آئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ. (ابو داؤد شریف)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا لباس پہننے والے مرد، اور مردوں کا لباس پہننے والی عورت، دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

ثَلاثَةٌ لا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَلا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:

اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوْثُ.

(مستدرك حاكم)

ترجمہ: تین افراد ایسے ہیں جو نہ جنت میں داخل ہوں گے اور نہ اللہ قیامت کے روز ان پر نگاہِ رحمت فرمائے گا: (۱) والدین کا نافرمان (۲) مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورت (۳) دیوث (جو اپنے گھر کی بدکاری پر خاموش رہے اور اس کی غیرت بیدار نہ ہو)

(۵) خوشبو والا لباس پہن کر نکلنا:- عورت کے لئے خوشبو دار لباس زیب تن کر کے باہر نکلنا ممنوع قرار دیا گیا ہے، احادیث میں جگہ جگہ اس کی صراحت فرمائی گئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے:

اَيُّمَا امْرَأَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰى قَوْمٍ، لِيَجِدُوْا مِنْ رِيْحِهَا، فَهِيَ زَانِيَةٌ.

(ترمذی شريف)

ترجمہ: جو عورت خوشبو لگا کر نکلے، اور لوگوں کے پاس سے گذرے؛ تا کہ وہ اس کی خوشبو محسوس کریں، ایسی عورت بدکار ہے۔

(۶) تنگ لباس نہ پہننا:- ایسا تنگ لباس جو جسمانی ساخت ظاہر کرتا ہو ممنوع ہے، لباس کی مقصدیت اس سے فوت ہو جاتی ہے، اور غیرت وحیا کی قدریں اس سے پامال ہو جاتی ہیں، احادیث میں "مائلات ممیلات" (دوسروں کی طرف رجھنے والی اور اپنے جسم ولباس اور حرکت وادا کے ذریعہ دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی عورتوں) پر واضح الفاظ میں لعنت بھیجی گئی ہے۔ آج معاشرے میں خواتین نے جسمانی ساخت کا خوب خوب اظہار کرنے والے لباس کا جو چلن اپنا رکھا ہے وہ سراسر غیر شرعی ہے، غیر اخلاقی ہے اور معاشرے کو انحراف کے کھڈ میں گرانے والے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

(۷) زینت اور آرائش میں اعتدال

آرائش اور سنگار خواتین کی فطرت میں شامل ہے، اسلام چوں کہ دین فطرت ہے، اس لئے وہ زینت اور آرائش سے منع نہیں کرتا؛ بلکہ اس کی اجازت اور ترغیب دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی بیوی کے اوصاف میں ایک وصف یہ بھی بتایا ہے:

إِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ.

ترجمہ: شوہر اسے دیکھے تو خوش ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ بدسلیقہ، پھوہڑ اور زینت سے خالی بیوی شوہر کو کبھی خوش نہیں کر سکتی، اس سے خود بہ خود زینت کا جواز ثابت ہو جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ، قُلْ هِیَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ.

(الأعراف: ۳۲)

ترجمہ: کہو کہ آخر کون ہے جس نے زینت کے اس سامان کو حرام قرار دیا ہو جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے، اور اسی طرح پاکیزہ رزق کی چیزوں کو، کہو کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کو یہ نعمتیں جو دنیا میں ملی ہوئی ہیں، قیامت کے دن خالص انہیں کے لئے ہوں گی۔

شریعت اسلامی میں لباس کا اصل مقصد جسم کا پردہ ہے، ساتھ ہی لباس انسان کے لئے زینت کا ذریعہ بھی ہے، اچھا لباس وہ ہے جو یہ دونوں مقصد پورے کرتا ہو۔ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے:

يَا بَنِیْ آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُّوَارِیْ سَوْءَ اتِكُمْ وَرِيْشاً.

(الاعراف: ۲۶)

ترجمہ: اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا ہے جو

تمہارے جسم کے ان حصوں کو چھپا سکے جن کا کھولنا برا ہے، اور جو خوش نمائی کا ذریعہ بھی ہے۔

اسلام کا اصل امتیاز اس کا اعتدال ہے، چناں چہ زینت کے باب میں بھی یہ اعتدال نمایاں ہے، اسلام زینت وآرائش کے جواز کے ساتھ یہ امور بھی ملحوظ رکھتا ہے:

(۱) زینت حلال ہو، اور اس میں کسی دینی فریضے کی ادائیگی سے رکاوٹ یا اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہ ہونے پائے۔

(۲) زینت اور آرائش میں غلو، افراط اور مبالغے سے اجتناب رکھا جائے۔

(۳) زینت عام صحت کے لئے مضر ثابت نہ ہو۔

احادیث میں جسم کے کسی حصے کو سوئیوں وغیرہ سے گود کر نشانات بنوانے، چہرے کے قدرتی رویں کو (جو عیب کی حد تک بڑھا ہوا نہ ہو) صاف کرنے، دانتوں کے درمیان مصنوعی فاصلہ کروانے، دوسروں کے بالوں سے یا مصنوعی بالوں سے اپنے بالوں کو جوڑنے کو تخلیق میں تبدیلی بتا کر لعنت کا عمل قرار دیا گیا ہے، اور سختی سے حرام بتایا گیا ہے، آج معاشرے میں زینت وآرائش کی جو صورتِ حال اور اس کے سامانوں کا جو افراط ہے وہ یا تو حرام زینت کی راہ پر لے جاتا ہے، یا غلو پیدا کرتا ہے، یا پھر صحت کے لئے بے انتہا مضر ہے، خواتین کو ان تینوں سے بچنے کی ضرورت ہے، زینت کا شوق بسا اوقات اسراف اور فضول خرچی کے شیطانی عمل تک لے جاتا ہے، خواتین کی ذمہ داری ہے کہ اس تعلق سے اعتدال کو ملحوظ رکھیں۔

آخری بات

خواتین کا اصل جمال چہرے اور جسم کا حسن اور رعنائی نہیں؛ بلکہ حسن کردار اور تقویٰ ہے، قرآنِ کریم نے لباس کے ذکر میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلِبَاسُ التَّقْوىٰ ذٰلِکَ خَیْرٌ. (الاعراف: ۲۶)

ترجمہ: تقوے کا جو لباس ہے وہ سب سے بہتر ہے۔

بقول شاعر:

إِذَا الْـمَرْءُ لَمْ يَلْبَسْ ثِيَاباً مِنَ التُّقىٰ ☆ تَـجَـرَّدَ عُـرْيَـانـاً وَ إِنْ كَانَ كَاسِياً

ترجمہ: جب تک انسان تقوے کا لباس زیب تن نہ کرلے، وہ برہنہ رہتا ہے، اگرچہ اس کے جسم پر پوشاک ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان انتہائی نصیحت آموز ہے:

إِنَّ لِلْـحَسَـنَةِ ضِيَـاءً فِـيْ الْوَجْهِ، وَنُوْراً فِي الْقَلْبِ، وَسَعَةً فِي الـرِّزْقِ، وَقُوَّةً فِي الْبَدَنِ، وَمَحَبَّةً فِيْ قُلُوْبِ الْخَلْقِ. (جمالك نعمة: فضل محمد ۳۷)

ترجمہ: نیکی اور تقویٰ کے اثرات چہرے کی تابانی، قلب کی نورانیت، رزق کی وسعت، جسم کی قوت اور خلق خدا میں محبوبیت کی شکل میں نمایاں ہوتے ہیں۔

○●○

بابِ نہم

رحمتِ الٰہی درِ توبہ کی طرف بلا رہی ہے

رحمتِ الٰہی درِ توبہ کی طرف بلا رہی ہے

توبہ کا تریاق

خالق کائنات اور فاطر ہستی پروردگار کی شانِ رحیمی یہ ہے کہ اس نے بے حیائی، بدکاری اور فحاشی سمیت ہر گناہ اور معصیت کے زہر کو ختم کرنے کی خاطر امت مسلمہ کو توبہ کا انتہائی مؤثر اور کارگر تریاق عطا فرمایا ہے، اور اپنے کلام مقدس میں ہر انسان کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ، لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً، اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. (الزمر: ۵۳)

ترجمہ: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔

خداوند قدوس ایک طرف ہر صاحب ایمان کو توبہ کا حکم دیتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوْحاً. (النور: ۳۱)

ترجمہ: اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو، توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔

دوسری طرف خدا تعالیٰ مخلصانہ توبہ کو شرف قبول سے نوازنے کی ضمانت بھی لیتا ہے۔ ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْ عَنِ السَّیِّئَاتِ. (الشوریٰ: ۲۵)

ترجمہ: وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، اور برائیوں سے درگذر فرماتا ہے۔

حدیث نبوی میں ہر فرزند آدم کو خطا کار اور توبہ کرنے والے کو ہر خطا کار سے بہتر اور توبہ کے ذریعہ گناہ سے بالکل صاف پاک ہونے والا بتایا گیا ہے، اللہ نے انبیاء کو معصوم رکھا ہے، باقی ہر بشر کے بارے میں یہ طے ہے کہ وہ اپنے فطری اور نفسانی تقاضوں کے پیش نظر گناہ کرتا ہے؛ اس لئے اللہ تعالیٰ گنہ گاروں کو رحمت الٰہی سے مایوسی اور ناامیدی سے روکتا بھی ہے، اور توبہ کو مطلوبِ ایمانی اور اعلیٰ ترین انسانی وصف بھی قرار دیتا ہے۔ چناں چہ قرآن میں کام یاب اہل ایمان کے متعدد اوصاف ذکر کرتے وقت سب سے پہلے ''التـائبون''(توبہ کرنے والوں) کا ذکر آیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: التوبۃ:۱۱۲)

حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے:

یَا عِبَادِیْ اِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً، فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْ لَکُمْ. (کتاب التوابین: ابن قدامہ مقدسی ۲۵۹، بحوالہ مسلم شریف)

ترجمہ: اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو، میں تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں، تم مجھ سے معافی طلب کرو، میں تمہیں معاف کروں گا۔

عزم راسخ اور توبہ

عریانیت اور فحاشی وبے پردگی کے اس ماحول میں ہمارے بے شمار جوان اپنی جوانیاں داغ دار کرتے جارہے ہیں، اور بے راہ روی کے اس نشے میں اس قدر بدمست ہیں کہ نکلنا چاہتے بھی ہیں تو نکل نہیں پارہے ہیں۔ ایسے افراد کو شریعت باہمت ہوکر توبہ وتقویٰ کی راہ پر آنے کی تلقین کرتی ہے، جب تک وہ ضبط نفس اور پختہ عزم وحوصلے کے ساتھ گناہ کی

دلدل سے نکل کر اللہ کے حضور تائب و نادم نہیں ہوں گے، نہ دنیا و آخرت کا فلاح حاصل کر سکیں گے اور نہ سکون و راحت کی نعمت پا سکیں گے۔

قابلِ تقلید نمونے

ہماری تاریخ میں ایسے گنہ گاروں کے لئے بے شمار قابل اتباع نمونے موجود ہیں، روایات میں مشہور صحابی حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے، ان سے زنا کا گناہ سرزد ہو گیا تھا، ان کو اس قدر ندامت اور احساس ہوا کہ خود دربار رسالت میں حاضر ہوئے، اقرارِ جرم کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت رد و قدح کی، مگر وہ اعترافِ جرم پر مصر رہے، بالآخر سزا دی گئی، ان کی تدفین کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو ان کے لئے دعائے مغفرت کا حکم دیا، اور فرمایا:

لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ. (صحيح مسلم: كتاب الحدود: باب حد الزنا)

ترجمہ: انہوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ وہ پوری ایک (گنہ گار) قوم میں تقسیم کر دی جائے تو سب کے لئے کافی ہو جائے۔

اسی طرح غامدیہ نامی خاتون خدمت نبوی میں آتی ہیں، بے حد ندامت کے ساتھ ارتکابِ زنا کا اعتراف کرتی ہیں، وہ زنا سے حاملہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا معاملہ بچے کی ولادت پر ٹالتے ہیں، ولادت کے بعد آتی ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کی شیرخوارگی کی مدت ختم ہو جائے، تب آنا، پھر آتی ہیں تو سزا دی جاتی ہے، سنگ سار کیا جاتا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں، وہ بھی پتھر پھینک رہے ہیں، وہ اپنا پتھر غامدیہ کے سر پر پھینکتے ہیں، غامدیہ کے سر سے خون ابلنے لگتا ہے، اس کی اکا دکا چھینٹیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے چہرے پر آتی ہیں، وہ غصہ میں کوئی گالی یا سخت بات کہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں تو فرماتے ہیں:

مَهْلًا يَا خَالِدُ: فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا

صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَلَهُ. (مسلم، ایضاً)

ترجمہ: خالد رک جاؤ! بخدا! اس خاتون نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر ناجائز وصولی کرنے والا مجرم بھی ایسی توبہ کرے تو معاف کر دیا جائے۔

غامدیہ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یہ تو زنا کار تھی، آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَّ تَوْبَةً اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. (ایضاً)

ترجمہ: اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ مدینہ کے ستر گنہ گاروں میں تقسیم کر دی جائے تو سب کی معافی کے لئے بس ہو جائے، اللہ کو راضی کرنے کے لئے جان قربان کر دینے سے بڑی اور بہتر اور کوئی توبہ ہو سکتی ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک رات عشاء کی نماز رسول اکرم ﷺ کی اقتداء میں پڑھ کر نکلا، دیکھا کہ ایک خاتون نقاب میں ملبوس راستے پر کھڑی ہے، اس نے کہا: ابو ہریرہ! مجھ سے بہت بڑا گناہ صادر ہو گیا ہے، کیا میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے؟ میں نے پوچھا: کیا گناہ ہوا ہے؟ وہ بولی کہ میں نے زنا کیا، اور زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کو بھی مار ڈالا، اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو خود بھی ہلاک ہوئی اور معصوم جان کو بھی ہلاک کیا، تیرے لئے توبہ کی گنجائش نہیں ہے، یہ سنتے ہی وہ عورت چیخ پڑی اور بے ہوش ہو کر گر پڑی، میں چلا گیا، دل میں سوچا کہ آپ ﷺ موجود ہیں، تو مجھے مسئلہ بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ صبح کو میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا، پورا واقعہ بتایا، واقعہ سن کر آپ ﷺ نے بآواز بلند انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، اور فرمایا کہ تم خود ہلاک ہوئے اور اسے بھی ہلاک کر دیا، کیا تم کو یہ آیتِ کریمہ معلوم نہ تھی، پھر سورۂ فرقان کی وہ آیات پڑھیں جن میں اللہ کے نیک بندوں کے اوصاف کا ذکر

ہے، ان میں زنا نہ کرنے کا بھی بیان ہے، اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو گناہ کرے گا وہ سزا پا کر رہے گا، پھر یہ بھی ارشاد ہے کہ جو گنہ گار بندے سچی توبہ کر لیں تو اللہ ان کے گناہوں کو اچھائیوں سے تبدیل کر دے گا اور معاف کر دے گا، یہ سن کر میں آپ ﷺ کی مجلس سے باہر آیا، میں حیران و پریشان مدینہ کی گلیوں میں اس عورت کو تلاش کرتا پھرا، ہر ملنے والے سے پوچھتا رہا، میری کیفیت دیکھ کر بچے مجھے دیوانہ کہتے رہے۔ آخر کار رات ہونے پر وہ عورت مجھے اسی جگہ ملی، میں نے اسے آپ ﷺ کی بات بتائی، اور یہ بتایا کہ اس کی توبہ قابل قبول ہے۔ یہ سن کر وہ عورت فرطِ مسرت سے رونے لگی، اور اپنا باغ محتاجوں کے لئے صدقہ کر دیا''۔

(کتاب التوابین: ابن قدامہ مقدسی ۹۲-۹۳، بحوالہ تنبیہ الغافلین)

سچی توبہ کی ایک مثال

امام زہریؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے ہوئے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! دروازے پر ایک نوجوان رو رہا ہے، جس نے میرے دل کو ہلا دیا ہے، فرمایا: عمر اسے اندر لے آؤ، وہ نوجوان حاضر خدمت ہوا تو زار و قطار رو رہا تھا، نبی علیہ السلام نے پوچھا تمہارے رونے کی کیا وجہ ہے؟ نوجوان نے کہا کہ میرے گناہوں کا بوجھ مجھے رلا رہا ہے، مجھے ڈر ہے کہ رب جبار مجھ پر بہت غضب ناک ہوگا۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے نوجوان! کیا تو نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا ہے، عرض کیا نہیں، پوچھا: کیا تو نے کسی جان کو ناحق قتل کیا ہے، عرض کیا نہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو معاف فرما دیں گے، اگرچہ وہ ساتوں آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں سے بڑھے ہوئے کیوں نہ ہوں؟ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تیرا گناہ بڑا ہے یا کرسی؟ اس نے کہا: میرا گناہ بڑا ہے، فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا عرش بڑا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا گناہ بڑا ہے، فرمایا کہ: گناہ عظیم کو رب عظیم ہی معاف فرمائے گا، اچھا بتاؤ تمہارا گناہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے حیا آتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: بتاؤ؟

کہنے لگا کہ میں کفن چور تھا، سات سال تک یہی کام کرتا رہا، ایک دفعہ انصار کی نوجوان لڑکی فوت ہوئی، میں نے حسب عادت رات کو قبر کھودی اور کفن اتار کر چل دیا، تھوڑی دور گیا تو شیطان نے مجھ پر غلبہ پایا اور شہوت کو بھڑکا دیا، میں واپس گیا اور اس کے ساتھ زنا کیا، جب فارغ ہو کر اٹھنے لگا تو مجھے یوں لگا جیسے وہ لڑکی کہہ رہی ہے کہ اے بندۂ خدا! تجھے قیامت کے دن سزا جزا دینے والے پروردگار سے حیا نہیں آتی؟ تو مرنے والوں کے مجمع میں مجھے ننگی کر کے چل دیا، اور مجھے اللہ کے روبرو حالت جنابت میں حاضر ہونے پر مجبور کر دیا، یہ سن کر نبی علیہ السلام کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے، وہ نوجوان وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ مدینہ منورہ کے باہر پہاڑوں کے درمیان چالیس دن تک روتا اور فریاد کرتا رہا، اپنے پروردگار سے توبہ کرتا رہا، اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سہارا نظر نہیں آرہا تھا۔ چالیس دن رات خوب رو رو کر معافی مانگی، ایک مرتبہ آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہنے لگا: اے پروردگار! اگر آپ نے میری توبہ قبول کر لی ہے تو نبی علیہ السلام کو اطلاع دے دیجئے، اگر توبہ قبول نہیں کی تو آگ بھیج کر مجھے دنیا میں ہی کوئلہ بنا دیجئے، مگر آخرت کے عذاب سے بچا لیجئے۔

اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا، اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سلام بھیجا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خود سلام ہیں، سلام کا مبدا اور منتہی وہی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ کیا مخلوق کو آپ نے پیدا کیا ہے؟ فرمایا مجھے بھی اور تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیا مخلوق کو آپ رزق دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بھی اور ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ رزق دیتے ہیں۔ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیا بندوں کی توبہ آپ قبول کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور تمام بندوں کی توبہ کو اللہ تعالیٰ ہی قبول کرتے ہیں۔ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس نوجوان کی توبہ قبول کر لی، آپ بھی اس پر نگاہِ شفقت فرمائیے، نبی علیہ السلام نے نوجوان کو بلا کر توبہ قبول ہونے کی بشارت سنائی۔ (ملاحظہ ہو: حیا اور پاک دامنی ۳۵۸-۳۵۹)

مثالی کردار

یہ بھی منقول ہے کہ ایک نوجوان انصاری صحابی حضرت ثعلبہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کسی کام سے بھیجا، راستے میں کسی انصاری صحابی کے مکان سے وہ گذرے، اور غلطی یہ ہوئی کہ گھر کے اندر ایک خاتون کو غسل کرتے ہوئے دیکھ لیا، اب انہیں فکر ہوئی کہ بہت بڑی خطا ہوگئی، کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہ آ جائے، ڈر کے مارے بھاگ گئے، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیانی راستے پر کسی پہاڑ کے دامن میں روپوش ہوگئے، چالیس دن تک نہ آئے۔ چالیس دن بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے پیغام لائے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ راستے کے ان پہاڑوں کے درمیان آپ کی امت کا ایک انسان ہے، جو مسلسل اللہ کی پناہ اور معافی طلب کررہا ہے، اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ، اور ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو لے کر آؤ، یہ دونوں ثعلبہ کی تلاش میں نکلے، راستے میں ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا ان پہاڑوں میں کوئی نوجوان رہتا ہے؟ اس نے کہا: شاید تمہیں اس نوجوان کی تلاش ہے جو جہنم سے بھاگا بھاگا پھر رہا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں یہ کیسے پتہ ہے کہ وہ جہنم سے بھاگ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ روزانہ رات کے بیچ میں وہ ان پہاڑوں سے نکلتا ہے، اس کا ہاتھ اس کے سر پر ہوتا ہے، وہ روتا ہوا یہ کہتا ہے: ''اے خدا! کاش تو مجھے پیدا نہ کرتا، کاش تیرے فیصلے کے دن میں بچ جاتا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! ہمیں اسی کی تلاش ہے۔ چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاک میں رہے، اور رات میں جیسے ہی ثعلبہ رضی اللہ عنہ نکلے، حضرت عمر وسلمان رضی اللہ عنہما نے انہیں پکڑلیا، ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا جرم معلوم ہوگیا؟ جواب ملا: پتہ نہیں، ہم تو تمہیں خدمت نبوی میں حاضر کرنے پر مامور ہیں، ثعلبہ نے کہا: مجھے نماز کے دوران مدینہ

پہنچاؤ، یہ لوگ مدینہ پہنچے تو نماز ہورہی تھی، آپ ﷺ کی تلاوت کی آواز سنتے ہی ثعلبہ بے ہوش ہوکر گر پڑے، نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے ثعلبہ کو حرکت دی، تب انہیں ہوش آیا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں غائب تھے؟ ثعلبہ نے جواب دیا کہ فلاں گناہ کی وجہ سے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں وہ آیت نہ بتاؤں جو گناہ مٹادیتی ہے؟ تم یہ آیت پڑھا کرو:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

ترجمہ: خدایا! ہمیں دنیا وآخرت میں بھلائی عطا فرمایئے اور عذابِ جہنم سے ہم کو محفوظ رکھئے۔

ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرا جرم بہت بڑا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا کلام اس سے کہیں زیادہ عظیم ہے، پھر فرمایا: جاؤ گھر میں آرام کرو، آٹھ دن بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے آکر آپ ﷺ سے بتایا کہ ثعلبہ کا حال بہت خراب ہے، وہ تو موت کے قریب ہے، آپ ﷺ ثعلبہ کے گھر پہنچے، ثعلبہ کا سر اپنی گود مبارک میں رکھا، ثعلبہ نے سر ہٹالیا، آپ ﷺ نے سبب دریافت کیا: ثعلبہ نے جواب دیا کہ یہ سر گناہوں سے بھرا ہوا ہے، یہ آپ کی مبارک گود کے قابل کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا: تم چاہتے کیا ہو؟ ثعلبہ بولے: بس اللہ سے اپنے جرم کی معافی، اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، اور فرمایا: اے محمد ﷺ! اللہ فرماتا ہے کہ اگر میرا یہ بندہ روئے زمین کے برابر گناہ لے کر آئے گا تو بھی میں معاف کردوں گا، میری رحمت بہت وسیع ہے، ثعلبہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے چیخ ماری، اور روح قفس عنصری سے آزاد ہوگئی۔

(کتاب التوابین ۹۴-۹۵)

لمحۂ فکریہ

حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا یہ کردار کیا آج ہمارے مسلم نوجوانوں کے لئے سب سے مثالی اور آئیڈیل کردار نہیں ہے؟ غور کیا جائے کہ ایک عورت کو دیکھ لینے پر کس قدر احساسِ جرم ان

کے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کا سارا سکون اضطراب میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور پوری زندگی توبہ واستغفار میں گذر جاتی ہے۔ آج ہم نہ جانے کتنے سنگین گناہوں اور بدکاری کی وارداتوں میں ملوث رہتے ہیں؛ لیکن ہم میں وہ اضطراب اور احساس جرم پیدا نہیں ہوتا جو ہم کو بلا تاخیر توبہ واستغفار کی راہ پر لے جائے۔

وائے ناکامی

مقام توجہ ہے کہ ہمارا خالق ومالک ہم کو ان افراد کی طرح بنانا اور دیکھنا چاہے کہ جو قرآنِ کریم کی زبان میں:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ، ذَكَرُوْا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ، وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ. (آل عمران: ۱۰۵)

ترجمہ: جب بے حیائی اور برائی کا کام ہو جاتا ہے یا اپنی جانوں کو آلودۂ معصیت ہو کر مصیبت میں ڈال دیتے ہیں، تو فوراً اللہ کی یاد میں لگ جاتے ہیں، اور اپنے ضمیر کی ملامت محسوس کرنے لگتے ہیں، پھر وہ خدا سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، اور جو کچھ ہو چکا ہے اس پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے، اور خدا کے سوا کون ہے جو گناہوں کا بخشنے والا ہو؟

اور ہماری صورتِ حال یہ ہو کہ ایسے مقدس اور پاکیزہ افراد کی نقل کرنے کے بجائے ان بد باطن اور ننگ انسانیت افراد کی تہذیب کی نقالی کریں جو ایمان واخلاق تو کجا؟ انسانیت اور کرامت انسانی کی دھجیاں بکھیرتی جارہی ہے، عفت وعصمت کا جنازہ نکالتی جارہی ہے، اور حجاب وحیا کی پاکیزہ چادر کو تار تار کرتی جارہی ہے۔

صدائے رحمت

گناہوں سے آلودہ کردار رکھنے والوں کے لئے اللہ نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے، اس کی رحمت ہر آن ہم کو صدا دے رہی ہے، اس کی کریمی ہر وقت ہمیں ندا دے رہی ہے، اس کی غفاری ہر لمحہ ہمیں پکار پکار کر بلا رہی ہے۔اور گویا یہ کہہ رہی ہے ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے، کوئی رہرو منزل ہی نہیں

اور ؎

ایں در گہِ ما در گہِ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ترجمہ: ہمارا یہ دربار ناامیدی کا دربار نہیں ہے، سو بار بھی اگر توبہ ٹوٹ جائے، پلٹ آؤ اور معافی کا پروانہ لے کر جاؤ۔

اے کاش!

کاش! ہم بارگاہِ صمدیت سے مسلسل لگائی جانے والی یہ صدائے رحمت اور ندائے مغفرت سن سکیں، کاش زندگی کی آخری سانس سے پہلے ہی ہم کو ہوش آ جائے، اور ہم گناہوں سے متعفن کردار سے کنارہ کش ہو کر عفت و پاکیزگی کے اس اعلیٰ اور مطلوب کردار کے حامل بن جائیں جو انبیاء کا امتیاز رہا ہے، صحابہ کا شعار رہا ہے، قرنِ اول کی شناخت رہا ہے اور ہر دور کے باتوفیق صالحین اور اہل اللہ کا سرمایۂ حیات رہا ہے، عفت و صلاح کا کردار ہی حاصل زندگی اور سرمایۂ نجات ہے، بس توفیق الٰہی درکار ہے کہ:

ع: اللہ اگر توفیق نہ دے، انسان کے بس کا کام نہیں

○●○

مراجع ومصادر

قرآنیات

(۱)	تفسیر جامع القرآن	امام طبری رحمۃ اللہ علیہ
(۲)	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ
(۳)	تفسیر ابن کثیر	امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
(۴)	الجامع لاحکام القرآن	امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ
(۵)	الکشاف	جار اللہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ
(۶)	زاد المسیر	ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ
(۷)	بدائع التفسیر	ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ
(۸)	احکام القرآن	ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ
(۹)	احکام القرآن	ابوبکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ
(۱۰)	تفسیر ابی السعود	علامہ ابوالسعود محمد عمادی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۱)	تنویر الاذہان من تفسیر روح البیان اسماعیل البرسوی رحمۃ اللہ علیہ	
(۱۲)	تفسیر کلام المنان	عبدالرحمٰن السعدی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۳)	اضواء البیان	محمد امین الشنقیطی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۴)	تفسیر آیات الاحکام	د/ محمد علی صابونی
(۱۵)	فی ظلال القرآن	سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ
(۱۶)	التفسیر المنیر	د/ وہبۃ الزحیلی

(۱۷)	البحرالمحیط	ابوحیان الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۸)	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۹)	تفسیر عثمانی	حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۰)	معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(۲۱)	ترجمان القرآن	مولانا ابوالکلام آزاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(۲۲)	تفسیر ماجدی	مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۳)	تدبر قرآن	مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۴)	تفہیم القرآن	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۵)	گلدستۂ تفاسیر	مرتبہ: مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنی
(۲۶)	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ

حدیثیات

(۱)	الجامع الصحیح	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ
(۲)	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ
(۳)	جامع الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ
(۴)	سنن ابی داؤد	امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ
(۵)	سنن النسائی	امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ
(۶)	سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید قزوینی رحمۃ اللہ علیہ
(۷)	المستدرک	امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ
(۸)	المصنف	امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ
(۹)	المصنف	عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ
(۱۰)	مسند الامام احمد	امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱)	سنن الدارمی	امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۲)	مشکاۃ المصابیح	خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۳)	شعب الایمان	امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۴)	الترغیب والترہیب	علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ
(۱۵)	صحیح ابن خزیمہ	امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ
(۱۶)	السلسلۃ الصحیحۃ	علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۷)	المعجم الاوسط	علامہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۸)	المعجم الکبیر	علامہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۹)	الجامع الصغیر	علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۰)	سنن الدارقطنی	امام علی بن عمر دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۱)	الموطأ	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
(۲۲)	صحیح ابن ماجۃ	علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۳)	الادب المفرد	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
(۲۴)	کنز العمال	شیخ علی متقی الہندی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۵)	صحیح ابن حبان	امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ
(۲۶)	ریاض الصالحین	امام نووی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۷)	مجمع الزوائد	نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۸)	فیض القدیر	علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۹)	الدر المنثور	علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
(۳۰)	فتح الباری شرح بخاری	حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
(۳۱)	عمدۃ القاری شرح بخاری	علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۲) ارشاد الساری شرح بخاری — علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۳) کشف الباری شرح بخاری — حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب مدظلہ

(۳۴) شرح النووی مع صحیح مسلم — امام نووی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۵) تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی — مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ

(۳۶) درس ترمذی شرح ترمذی — حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

(۳۷) تحفۃ الالمعی شرح ترمذی — حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

(۳۸) عون المعبود شرح ابی داؤد — علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۹) بذل المجھود فی حل سنن ابی داؤد — حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ

(۴۰) معالم السنن — حمد بن محمد خطابی رحمۃ اللہ علیہ

(۴۱) حاشیۃ السندی علی سنن النسائی — علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

(۴۲) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح — ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

(۴۳) تخریج احادیث مشکلۃ الفقر — علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ

فقہیات

(۱) الھدایۃ — علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ

(۲) فتح القدیر — علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ

(۳) المبسوط — علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) ردالمحتار علی الدر المختار — علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ

(۵) الفقہ الاسلامی وادلتہ — د/ وہبۃ الزحیلی

(۶) نیل الاوطار — علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) المحلی — علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ

(۸) المغنی — علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ

(۹)	کتاب الاموال	علامہ قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ
(۱۰)	المجموع شرح المہذب	امام نووی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۱)	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۲)	کتاب الکافی فی فقہ اہل المدینۃ المالکی	ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ
(۱۳)	مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام	امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ
(۱۴)	مواہب الجلیل شرح مختصر الخلیل	محمد بن محمد طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۵)	بدائع الصنائع	ابوبکر مسعود کاسانی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۶)	الاقناع فی فقہ الامام احمد	شرف الدین موسیٰ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۷)	الفقہ علی المذاہب الاربعۃ	عبد الرحمٰن الجزیری رحمۃ اللہ علیہ

دیگر موضوعات

(۱)	حجۃ اللہ البالغۃ	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
(۲)	رحمۃ اللہ الواسعۃ	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ
(۳)	الجواب الکافی	امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ
(۴)	اغاثۃ اللہفان من مصاید الشیطان	//
(۵)	روضۃ المحبین	//
(۶)	الداء والدواء	//
(۷)	مفتاح دار السعادۃ	//
(۸)	الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ	//
(۹)	زاد المعاد	//
(۱۰)	اعلام الموقعین	//
(۱۱)	السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ	امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲)	جامع الرسائل	//
(۱۳)	التذکرۃ فی احوال الموتی والآخرۃ	امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۴)	الزواجر عن اقتراف الکبائر	ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۵)	کتاب الکبائر	شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۶)	بحر الدموع	ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۷)	صفۃ الصفوۃ	//
(۱۸)	ذم الہویٰ	//
(۱۹)	تلبیس ابلیس	//
(۲۰)	احیاء علوم الدین	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۱)	روضۃ العقلاء	ابن حبان البستی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۲)	موسوعۃ نضرۃ النعیم	نخبۃ من العلماء العرب
(۲۳)	کتاب التوابین	ابن قدامہ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۴)	البدایۃ والنہایۃ	حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۵)	غذاء الالباب	علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۶)	المستطرف لکل فن مستظرف	شہاب الدین محمد بن احمد الابشیہی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۷)	مشکلۃ الفقر	ڈ/ یوسف القرضاوی
(۲۸)	دیوان الامام الشافعی	امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۹)	مختارات من ادب العرب	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
(۳۰)	مباہج الفلسفۃ	ڈاکٹر ول ڈیورانٹ، مترجم عربی: ڈ/ احمد فواد
(۳۱)	لسان العرب	محمد بن منظور الافریقی
(۳۲)	المفردات	امام راغب رحمۃ اللہ علیہ

(۳۳)	الورع	ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ
(۳۴)	روائع البیان	محمد علی صابونی
(۳۵)	والذین ہم لفروجہم حافظون	خمیس بن سعید محمد
(۳۶)	الی العابثین بالاعراض	د/ عبداللہ الطیار
(۳۷)	لہیب الشہوات	محمد الہبدان
(۳۸)	العفۃ	محمد الہبدان
(۳۹)	حراسۃ الفضیلۃ	بکر بن عبداللہ ابوزید
(۴۰)	بشریٰ للزناۃ	ابومحمد اسماعیل بن مرشود الرمیح
(۴۱)	مملکۃ العفاف	احمد بن عبدالعزیز الحمدان
(۴۲)	جمالک نعمۃ فلاتجعلیہ نقمۃ	فضل محمد
(۴۳)	سد ذرائع الزنا	د/ محمود صالح جابر
(۴۴)	التدابیر الواقیۃ من الزنا	د/ فضل الٰہی
(۴۵)	بناء المجتمع الاسلامی	د/ عبدالرحمٰن بن مبارک الفرج
(۴۶)	عودۃ الحجاب	د/ المقدم
(۴۷)	الاسلام والمرأۃ المعاصرۃ	بہی الخولی
(۴۸)	حقوق النساء فی الاسلام	رشید رضا مصری
(۴۹)	الاسلام	سعید حویٰ
(۵۰)	الاخوۃ	جاسم المہلہل
(۵۱)	معالم الثقافۃ الاسلامیۃ	د/ عبدالکریم عثمان
(۵۲)	الفتن	احمد عزالدین البیانونی
(۵۳)	مخارج من الفتن	مصطفیٰ العدوی

(۵۴) التوبۃ — عمرو خالد

(۵۵) البحر الرائق فی الزہد والرقائق — ڈ/ احمد فرید

(۵۶) موسوعۃ قصص السلف — احمد سالم بادویلان

(۵۷) اسلام کا نظام عفت — مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی مدظلہ

(۵۸) پردہ — مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ

(۵۹) حیاۃ الصحابۃ — حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۶۰) اسلام میں پردے کی حقیقت — حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(۶۱) روح کی بیماریاں اوران کا علاج — حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ

(۶۲) پردیس میں تذکرۂ وطن — //

(۶۳) معرفت الٰہیہ — //

(۶۴) سیرۃ النبی — علامہ شبلی نعمانیؒ وعلامہ سید سلیمان ندویؒ

(۶۵) محسن انسانیت — نعیم صدیقی

(۶۶) درس عبرت — حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۶۷) انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(۶۸) اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش — //

(۶۹) خطبات علی میاں — //

(۷۰) امت مسلمہ — حضرت مولانا محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ

(۷۱) نگاہ کی حفاظت — حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ

(۷۲) آداب المتعلمین — //

(۷۳) حیا اور پاک دامنی — مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی مدظلہ

(۷۴)	خطباتِ فقیر	//
(۷۵)	خطباتِ بنگلور	حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی رحمۃ اللہ علیہ
(۷۶)	اصلاح معاشرہ	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
(۷۷)	اصلاحی خطبات	//
(۷۸)	تراشے	//
(۷۹)	ضبط ولادت	//
(۸۰)	ذکروفکر	//
(۸۱)	اسلامی معاشرہ	مولانا محمد یوسف اصلاحی
(۸۲)	اسلامی زندگی کی کہکشاں	آبادشاہ پوری
(۸۳)	بہنوں سے خطاب	حضرت مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ
(۸۴)	معاشرتی مسائل	حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی مدظلہ
(۸۵)	عورت اسلامی معاشرے میں	مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ
(۸۶)	جواہر پارے	مولانا نعیم الدین لاہوری
(۸۷)	عرفانِ محبت	مجموعۂ کلام: حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ
(۸۸)	کلیاتِ اقبال	علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ
(۸۹)	یہ قدم قدم بلائیں	مولانا عامر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
(۹۰)	بے حیائی	نعیم ابرار
(۹۱)	خاندانی منصوبہ بندی	ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن
(۹۲)	روزنِ تاریخ سے	عبدالرحمٰن ایم اے
(۹۳)	تحفۂ عصمت	عبداللہ فاروق
(۹۴)	تحفۂ عفت وعصمت	سید عرفان احمد

(۹۵)	بے داغ جوانی	سیف اللہ نقشبندی
(۹۶)	اسلاف کی یادیں	مفتی اسد اللہ نعمانی
(۹۷)	سنہری کرنیں	عبدالمالک مجاہد
(۹۸)	دیکھنا تقریر کی لذت	مفتی شکیل احمد سیتاپوری
(۹۹)	اسلام میں صبر کا مقام	مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی
(۱۰۰)	ماہنامہ ''ذکریٰ'' دہلی	اسلام کا خاندانی نظام نمبر، مدیر: مولانا محمد یوسف اصلاحی
(۱۰۱)	ماہنامہ ''صراط مستقیم''لندن، برمنگھم مئی ۲۰۰۷ء	
(۱۰۲)	ماہنامہ ''فاران''	دسمبر ۱۹۵۱ء

مصنف کی مطبوعہ علمی کاوشیں

● بیانات سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کتاب موجودہ حالات میں سیرت نبویہ کے فکر انگیز پیغام اور گوشوں کو واضح کرنے والی مکمل، مدلل، مرتب، جامع اور موثر سیرت طیبہ سے متعلق چار مفصل بیانات پر مشتمل ہے، اور قرآن وحدیث کی روشنی میں حسن ترتیب کے ساتھ پوری سیرت کو اس کتاب میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے، عوام وخواص ہر ایک کے لئے یکساں طور پر افادیت کی حامل اور قابل مطالعہ ہے۔

● اسلام میں صبر کا مقام

یہ کتاب صبر کے موضوع پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، فاضل مصنف نے اس کتاب میں جدید اسلوب میں قرآن وحدیث، آثار صحابہ کی روشنی میں صبر کے مقام، اس کی اہمیت اور ضرورت کے متعدد پہلوؤں کو کافی شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا ہے، صبر وشکر کے تقابلی تجزیے پر مصنف نے بے حد قیمتی باتیں تحریر کی ہیں، دور حاضر کے ہر نوجوان کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

● ترجمان الحدیث

اس کتاب میں اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق کے متعلق ڈیڑھ سو صحیح ترین احادیث نبویہ کی مدلل اور عام فہم اسلوب میں عالمانہ تشریح کی گئی ہے۔ یہ کتاب بجا طور پر اس قابل ہے کہ اپنے مواد کی علمیت اور افادیت کی وجہ سے اسے مساجد اور اجتماعی مجالس میں سنایا اور پڑھایا جائے۔

● اسلام کی سب سے جامع عبادت نماز

اس کتاب میں نماز کی اہمیت، اقسام وانواع، خشوع کی شرعی حیثیت، خشوع کے مختلف طریقوں کا ذکر قرآن وسنت کی روشنی میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ خشوع کے موضوع پر جو فاضلانہ اور عالمانہ مفصل ومدلل بحث کی گئی ہے وہ اردو دنیا میں اپنی نوعیت کی منفرد چیز ہے، یہ کتاب ہر خاص وعام کے مطالعہ میں جگہ پانے کی اولین مستحق ہے۔

● اسلام اور زمانے کے چیلنج

موجود معاصر حالات کے تناظر میں مصنف کے اشہب قلم سے نکلی ہوئی پرسوز، پردرد اور واقعیت پسندی پر مبنی فکری تحریروں کا یہ مجموعہ موجودہ صورتِ حال میں ہر مسلمان کے لئے راہبر اور فکری غذا فراہم کرتا ہے، جو بات بھی لکھی گئی ہے باحوالہ اور نصوص کی روشنی میں ہے۔

● سیرتِ نبویہ قرآنِ مجید کے آئینے میں

یہ کتاب قرآن کی روشنی میں سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع اور روشن پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، قرآنی سیرت کے موضوع پر یہ اردو زبان میں پہلی باضابطہ کتاب ہے، جس میں سیرت طیبہ کو تاریخی ترتیب کے ساتھ قرآنی بیان کے آئینہ میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اسلوبِ بیان بے حد پرکشش اور اچھوتا ہے۔ کتاب کے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

● عظمتِ عمر کے تابندہ نقوش

یہ کتاب عربی کے مشہور ادیب شیخ علی طنطاوی کی پراثر تحریر ''قصۃ حیاۃ عمر'' کی ترجمانی ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمے سے مزین ہے، کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت وعبقریت کے نمایاں پہلو بہت دل نشیں اور ساحرانہ اسلوب میں اجاگر کئے گئے ہیں، سیرتِ عمر پر یہ کتاب عمدہ اور قابل قدر اضافہ ہے۔

● گناہوں کی معافی کے طریقے اور تدبیریں

یہ کتاب صحیح ترین احادیث نبویہ کی روشنی میں گناہوں کی معافی کے مختلف طریقوں کو محیط ہے، اس میں گنہ گاروں کو مایوسی سے بچنے کی تاکید اور توبہ کی تحریک اور عمل صالح کی ترغیب ملتی ہے، ہر مسلمان نوجوان کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

● گلہائے رنگارنگ

تین جلدوں پر مشتمل یہ وقیع کتاب قرآن وسنت کی انقلابی تعلیمات، اصلاحِ قلب ونفس ومعاشرہ، اسلام کے خلاف پھیلائے گئے مغالطوں اور شکوک وشبہات کی مکمل اور مدلل تردید کو محیط عام فہم اور دل نشیں اسلوب میں بیش قیمت اور فکر انگیز تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن بہت جلد مقبول ہوا، اب دوسرا ایڈیشن زیر طباعت ہے۔

● مفکر اسلام: جامع کمالات شخصیت کے چند اہم گوشے

یہ کتاب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہٗ کی حیات وخدمات اوران کی تابندہ زندگی کے روشن نقوش اور نمایاں امتیازات کی جامع اور مکمل تصویر کشی ہے۔ کتاب حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ کے بیش قیمت مقدمات سے مزین ہے، متعدد اہل قلم کے تأثر کے مطابق مفکر اسلام کی شخصیت پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب اپنے مواد کی جامعیت، اسلوب کی دل کشی اور حسن بیان کے اعتبار سے انفرادی شان رکھتی ہے۔

● علوم القرآن الکریم

یہ کتاب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی اردو تصنیف علوم القرآن کا عربی ترجمہ ہے۔ مترجم نے بہت سلیس اور شگفتہ عربی زبان میں کتاب کو اردو سے منتقل کیا ہے، شروع میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کا مقدمہ زینت کتاب ہے۔

● اسلام میں عبادت کا مقام

یہ کتاب عبادت کے موضوع پر انتہائی جامع اور محیط کتاب ہے، جس میں عبادت کے تمام پہلوؤں کا کتاب وسنت اور اقوال سلف کی روشنی میں تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ عوام اور خواص سب کے لئے یکساں مفید ہے۔

● اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق

یہ کتاب معاشرتی اصلاح اور سیرت وکردار کی تعمیر کے تعلق سے بے حد مفید اور جامع کتاب ہے، جس میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کا ذکر بڑی تفصیل سے اور وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے، دور حاضر میں ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

● اسلام دین فطرت

یہ کتاب مذہب اسلام کے امتیازات اور اس کی انسانیت نواز تعلیمات کو واضح کرتی ہے، اس میں اسلام کی جامعیت، واقعیت، حقیقت پسندی، ربانیت، امن واسلامتی، اخوت ووحدت، مساوات واجتماعیت جیسے متعدد اہم گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ہر باذوق کے لئے قابل مطالعہ ہے۔

● دیگر کتب:

اختر تاباں (تذکرہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ)
والد ماجد (تذکرہ حضرت مولانا محمد باقر حسین صاحبؒ)
شیخ الہند: حیات، خدمات وامتیازات
مقام صحابہ اور غیر مقلدین
اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن عناوین
سچ اور جھوٹ کتاب وسنت کی روشنی میں ایک جائزہ
اسلام کا جامع اور مؤثر ترین تعزیری نظام
کچھ یادیں کچھ باتیں (تذکرہ حضرت مولانا مفتی محمد افضل حسین صاحبؒ)
اسلام اور دہشت گردی
بنیادی دینی اور تاریخی معلومات (اردو، ہندی)

● عربی کتب:

علوم القرآن الكريم
وان المساجد لله
لمعات من الاعجاز القرآني البديع
اصول المعاش الاسلامی فی ضوء نصوص الكتاب والسنة......
نظرة عابرة على القضاء والقضاة فی الاسلام
بحوث علمية فقهية

نوٹ: یہ کتابیں مندرجہ ذیل پتوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں:

(۱) اسلامک بک فاؤنڈیشن دہلی
(۲) فرید بک ڈپو دہلی
(۳) کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
(۴) جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد